عمران سیریز

ڈبل وائٹ

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ ناول ''ڈبل وائٹ'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ ناول میرے ابتدائی چند ناولوں میں سے ایک ہے اور طویل عرصہ پہلے لکھا گیا تھا اور شائع ہوا تھا اور اب طویل عرصہ بعد دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ طویل عرصے کو ذہن میں رکھتے ہوئے آپ اس ناول کو پڑھ کر بے حد محظوظ ہوں گے اور یقیناً آپ اسے پڑھتے ہوئے محسوس کریں گے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف زمانے میں بلکہ تخلیقی کرداوں میں بھی کتنی تبدیلی آ جاتی ہے۔ طویل عرصے قبل کے عمران اور آج کے عمران میں یقیناً آپ کو واضح فرق محسوس ہو گا اور میرے وہ قارئین جو عمران کو جسمانی فائٹس کرتے دیکھنا چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کہ عمران اپنے رابطوں سے معلومات حاصل کرنے کی بجائے خود حرکت میں رہے اور جو قارئین عمران کے ساتھ ساتھ سیکرٹ سروس کے ممبران کو بھی مشن کے دوران حرکت میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ سب اس ناول کو یقیناً انتہائی دلچسپ پائیں گے اور میرے وہ قارئین جنہوں نے میرے ناول حال ہی میں پڑھنے شروع کئے ہیں انہیں بھی یہ ناول ہر لحاظ سے پسند آئے گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ ناول ہر لحاظ سے آپ کے معیار پر پورا اترے گا۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

راحت کلب کا مشہور و معروف آرکسٹرا راک اینڈ رول کی دھن بجا رہا تھا اور کلب کے چوبی فرش پر جوان جسم والہانہ انداز میں تھرک رہے تھے۔ بہت سے لوگ ڈانسنگ ہال کے ارد گرد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے اور فضا میں خوشیوں سے بھرپور مترنم قہقہے گونج رہے تھے۔

راحت کلب اس دنیا سے علیحدہ کوئی ایسا حسین خطہ معلوم ہو رہا تھا جہاں کے باسیوں پر کبھی غموں کا سایہ تک بھی نہ پڑا ہو۔ ہال کے ایک کونے میں عمران بھی اپنے آگے کافی کی پیالی رکھے موجود تھا۔ اس کے جسم پر سلیقے کا لباس تھا اور چہرے پر ایک پروقار سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ بہت سی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ بہت سی لڑکیوں نے اسے ڈانس کی آفر کی لیکن اس نے ان سب کو ٹال دیا۔

آج صبح سے اس کا موڈ خراب تھا۔ نجانے کیوں جب وہ آج بستر سے اٹھا تو اس کی طبیعت میں کسلمندی موجود تھی۔ سر پر غبار سا چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا شاید رات بہت دیر تک جاگنے کی وجہ سے ایسا ہوا ہے کیونکہ کل رات اس کے فلیٹ پر شطرنج کی بازی جمی رہی تھی۔ صفدر ویسے ہی اس سے ملنے آیا تھا۔ بس بیٹھے بیٹھے اچانک شطرنج کھیلنے کا موڈ بن گیا اور پھر تقریباً ساری رات شطرنج چلتی رہی۔ گیم چونکہ بے حد دلچسپ تھی اور پھر دونوں ماہر کھلاڑی اس لئے لطف دوبالا ہو گیا اور نتیجتاً کافی رات گئے تک بازی چلتی رہی لیکن سلیمان بے چارے کی مفت میں کمبختی آ گئی۔ وہ چائے پلاتا پلاتا عاجز آ گیا لیکن عمران کا حکم تھا اس لئے حکم حاکم مرگ مفاجات بے بس تھا۔ خدا خدا کر کے رات گئے کہیں جا کر کھیل ختم ہوا اور صفدر اپنے فلیٹ کو رخصت ہوا تو عمران بھی سو گیا لیکن حسب عادت صبح سویرے پھر اٹھ بیٹھا۔

آج کل چونکہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے پاس کوئی کیس نہیں تھا اس لئے دن تقریباً بوریت میں گزرتے تھے۔ بوریت دور کرنے کے لئے اس نے کلب جانے کا پروگرام بنایا اور اب وہ کلب میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ اچانک ایک خوش پوش نوجوان اس کی میز کے قریب آ کر رک گیا۔ عمران نے چونک کر سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں''...... اس نوجوان نے بڑے

مہذب لہجے میں پوچھا۔ عمران نے ایک نظر اسے سر سے پیر تک دیکھا تو وہ نوجوان عمران کے اس انداز پر کچھ جھینپ سا گیا۔

''تشریف رکھیں''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''شکریہ''...... نوجوان نے کہا اور وہ عمران کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ عمران سر جھکا کر کافی پینے لگا۔ اس نوجوان نے ایک نظر عمران پر ڈالی۔

''آپ کب تشریف لائے''...... نوجوان نے کہا تو عمران نے متحیرانہ انداز میں اسے دیکھا کیونکہ وہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ اس فقرے سے اس نوجوان کا کیا مطلب ہے۔ اسے معاملہ کچھ دلچسپ معلوم ہوا۔ شاید یہ نوجوان غلط فہمی میں مبتلا ہے اور عمران کو کچھ اور سمجھ رہا تھا۔ یہ سوچتے ہی اچانک اس کے دماغ سے بوزیت یوں اچانک چھٹ گئی جیسے سورج نکلنے سے کہر ختم ہو جاتی ہے اور وہ دوبارہ موڈ میں آ گیا لیکن اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی۔

''آج صبح''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر سورج مغرب سے طلوع ہو جائے تو کیا محسوس ہو گا''۔ نوجوان نے آہستہ سے کہا۔ اس کے لہجہ میں دبا دبا جوش تھا۔ عمران حیران رہ گیا۔ وہ نوجوان اسے گھسنا چاہتا ہے یا کوئی اور معاملہ ہے۔ پھر عمران بھی اسے گھسنے پر آمادہ ہو گیا۔ بوریت کا کہیں نام و نشان نہ رہا تھا۔ عمران کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی۔

''عقل پر ماتم کرنے کا وقت ہو گا''...... عمران نے بھی آہستہ سے کہا۔

''اور اگر سورج چاند بن جائے تو''...... نوجوان نے سنجیدگی سے دوسرا سوال جڑ دیا۔

''سر پر جوتے مارنے پڑیں گے''...... عمران نے جواب دیا اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی فلمی رسالے کے سوال و جواب کا صفحہ پڑھا جا رہا ہو۔

''اوکے''...... نوجوان نے اطمینان کا سانس لیا جیسے اس کے سر سے ایک بہت بڑا بوجھ اتر گیا ہو۔ عمران کی حیرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ کیا اس نوجوان کے دماغ کا کوئی اسکرو ڈھیلا ہے لیکن دوسرے ہی لمحے نوجوان نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال کر عمران کے ہاتھ میں تھما دیا۔ لفافہ بند تھا اور اس پر کچھ تحریر نہیں تھا۔ عمران حیرت سے اس لفافے کو دیکھنے لگا۔ پھر کچھ سوچ کر اس نے لفافہ جیب میں ڈال لیا۔ نوجوان فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور واپسی کے لئے مڑ گیا جبکہ عمران الوؤں کی طرح آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا اور وہ سیدھا ہال سے باہر نکل گیا۔

عمران نے چند لمحے سوچا اور پھر جیب سے ایک نوٹ نکال کر میز پر ڈالا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کلب سے باہر آ گیا۔ نوجوان اس وقت کلب کے مین گیٹ سے باہر نکل رہا تھا۔ اس نے ہاتھ دے کر ایک خالی ٹیکسی روکی اور پھر دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ عمران

جلدی سے اپنی سپورٹس کار کی طرف بڑھا اور دوسرے ہی لمحے اس کی کار ٹیکسی کا تعاقب کر رہی تھی۔ عمران سوچ رہا تھا کہ معاملہ کچھ پراسرار ہے کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ نوجوان کے سوالات کوئی مخصوص کوڈ تھے جس کے جواب اتفاق سے اس نے صحیح دے دیئے تھے اور نتیجتاً وہ لفافہ اسے مل گیا لیکن اب وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ نوجوان کون ہے اور کہاں رہتا ہے اس لئے اس نے تعاقب ضروری سمجھا۔

اس نوجوان کی ٹیکسی مین روڈ سے ہوتی ہوئی جہانگیر روڈ پر مڑ گئی اور پھر ایک بہت بڑی کوٹھی کے مین گیٹ کے اندر چلی گئی۔ عمران سامنے سے گزرا تو اسے کوٹھی پر عاصم ولا لکھا ہوا نظر آیا۔ وہ آگے بڑھتا چلا گیا کیونکہ اس کا ٹھکانہ تو اس نے دیکھ لیا تھا اب وہ اطمینان سے وہ لفافہ دیکھنا چاہتا تھا اس لئے اس نے کار کا رخ سیدھا اپنے فلیٹ کی طرف موڑ لیا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے سوچا واپس کلب جایا جائے لیکن پھر اس نے اپنا خیال بدل دیا۔ کچھ دیر بعد وہ اپنے فلیٹ میں صوفے پر بیٹھا لفافہ کھول رہا تھا۔ لفافہ کھلتے ہی جو چیز اس میں سے نکلی اسے دیکھ کر عمران کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ لفافے میں ایسی چیز ہو گی۔ وہ کافی دیر تک اسے بیٹھا گھورتا رہا۔ لفافے میں سے ایک بندر کی تصویر نکلی تھی جو درخت کی شاخ پر بیٹھا منہ چڑا رہا تھا۔

نوجوان ٹیکسی سے اتر کر کوٹھی میں داخل ہوا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کوٹھی کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے کا فرش سیاہ رنگ کی خوبصورت ٹائلوں سے بنا ہوا تھا۔ نوجوان نے پھرتی سے کمرے کے ایک کونے کی ایک ٹائل کو بوٹ کی ٹو سے دبایا اور پھر دوسرے لمحے اسی کونے کی ایک دوسری ٹائل کو دبایا تو فوراً سامنے کی دیوار میں ایک دروازہ کھلا اور وہ نوجوان اس کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اب وہ نوجوان سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک اور کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دی۔

”کم ان“...... اندر سے بھاری بھرکم آواز آئی اور نوجوان دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ بالکل ہی تاریک تھا۔ اس

کے پیچھے دروازہ بند ہو چکا تھا۔ نوجوان دروازے کے ساتھ ہی ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑا ہو گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اندھیرے میں بھی کوئی غیر مرئی نظریں اس کے جسم کو چیر رہی ہوں۔ پھر اچانک چٹک کی آواز سنائی دی اور جہاں وہ نوجوان کھڑا تھا وہ جگہ روشنی میں نہا گئی۔ روشنی سیدھی چھت سے آ رہی تھی۔ باقی کمرہ اسی طرح تاریک تھا کیونکہ چھت میں بلب پر کچھ اس طرز کی شیڈ لگائی گئی تھی کہ روشنی براہ راست صرف اسی حصے پر پڑ رہی تھی۔

”نمبر ٹو“...... اندھیرے میں دوبارہ وہی بھاری بھرکم اور سرد آواز گونجی۔

”یس باس“......نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”لفافہ پہنچا آئے“...... باس نے پوچھا۔

”یس باس“......نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ جسے نمبر ٹو کہہ کر پکارا گیا تھا۔

”لفافہ لینے والا وہی شخص تھا جس کے متعلق تمہیں بتایا گیا تھا“۔ باس نے کہا۔

”یس باس“......نمبر ٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا“...... باس نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں غراہٹ نمایاں تھی۔ نوجوان ایک لمحے کے لئے کانپ کر رہ گیا۔

”باس۔ وہ اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے سرخ رنگ کی ٹائی باندھ رکھی تھی“......نمبر ٹو نے حواس بحال کرتے ہوئے جواب

دیا۔

''تم نے کوڈ دوہرائے تھے''...... باس نے پوچھا۔

''یس باس۔ اس نے تمام کوڈ کے جوابات بالکل صحیح دیئے تھے''...... نمبر ٹو نے کہا۔

''لیکن تم جلدی کیسے واپس آ گئے''...... باس نے پوچھا۔

''باس۔ وہ وقت سے پہلے آ گیا تھا''...... نمبر ٹو نے کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب''...... باس نے چونک کر کہا۔ اب آواز میں درندگی کا عنصر شامل تھا۔

''باس۔ وہ وقت سے پہلے آ گیا تو میں نے سوچا کہ جلدی فارغ ہو جاؤں''...... نمبر ٹو نے کہا۔

''کہیں تم نے کسی غلط آدمی کو تو لفافہ نہیں دے دیا''...... باس نے کہا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے باس''...... نمبر ٹو نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

''اس کا حلیہ بتاؤ''...... باس نے کہا تو نمبر ٹو نے عمران کا حلیہ بتا دیا۔ دوسرے ہی لمحے پورا کمرہ روشن ہو گیا۔ ایک لمحے کے لئے نمبر ٹو کی آنکھیں چندھیا سی گئی لیکن دوسرے لمحے اسے اپنے سامنے ایک غیر ملکی کھڑا نظر آیا۔ نمبر ٹو کے لئے یہ پہلا موقع تھا جب وہ باس کو دیکھ رہا تھا ورنہ ہمیشہ وہ اندھیرے میں ہی رہتا تھا۔ نمبر ٹو کی سمجھ میں نہیں آیا کہ حلیہ بیان کرتے ہی باس نے روشنی

کیوں کر دی۔ اس نے ایک نظر باس کے چہرے پر ڈالی لیکن باس کا چہرہ دیکھتے ہی اس کی روح فنا ہو گئی کیونکہ غصے سے اس غیر ملکی کا چہرہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے نمبر ٹو کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''تم بالکل گدھے ہو نمبر ٹو''...... باس کی آواز غصے سے پھٹ گئی۔

''یس باس''...... نمبر ٹو نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے کہا۔

''تم نے غلط آدمی کو وہ لفافہ پہنچایا ہے''...... باس نے غراتے ہوئے کہا۔

''نہیں باس۔ یہ ناممکن ہے''...... نمبر ٹو نے کانپتے ہوئے کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ غیر ملکی کوئی جواب دیتا کمرے میں رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور زور سے بجنے لگی تو باس نے لپک کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... غیر ملکی نے غراتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحے وہ دوسری طرف سے بات سنتا رہا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا جا رہا تھا اور پھر اچانک اس نے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''سنا تم نے۔ ہمارا مطلوبہ آدمی اب وہاں موجود ہے''...... باس نے درندگی آمیز لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کیا۔ کیا مطلب''...... نمبر ٹو نے کانپتے ہوئے کہا۔ اس کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اس کا رنگ ہلدی کی طرح زرد

تھا۔

"مطلب یہ کہ تم نے لفافہ غلط آدمی کو پہنچا دیا ہے لہٰذا اب تم اس کی سزا بھگتو"...... باس نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ نمبر ٹو کی طرف کر دیا۔

"لیکن وہ کوڈ ورڈ"...... نمبر ٹو نے ریوالور کی نال پر نظریں جمائے ہوئے کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ غلط آدمی ان کوڈ ورڈز کا جواب کبھی صحیح نہیں دے سکتا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم نے جان بوجھ کر لفافہ غلط آدمی کو دیا ہے"...... باس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں باس۔ اس نے کوڈ ورڈز کے جوابات بالکل صحیح دیئے تھے"...... نمبر ٹو نے کانپتے ہوئے کہا لیکن پھر وہ اچانک چیخ مار کر گر پڑا کیونکہ باس کے ریوالور سے گولی نکل کر اس کے دل میں سوراخ کر چکی تھی۔ چند لمحے تڑپنے کے بعد نمبر ٹو بے حس و حرکت ہو گیا۔

سرسلطان اپنے ڈرائینگ روم میں بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ ں کی پیشانی پر ابھری ہوئی لکیریں ان کی گہری سوچ کو ظاہر کر رہی تھیں کہ اچانک وہ رک گئے اور غور سے سننے لگے۔ ان کے کانوں میں باہر کار رکنے کی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحوں بعد انہوں نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ دروازے سے عمران داخل ہو رہا تھا۔ عمران، سرسلطان کو دیکھ کر ایسے آنکھیں جھپک رہا تھا جیسے انہیں پہلی بار دیکھا ہو اور پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ سرسلطان ایک لمحے کے لئے عمران کی طرف خالی خالی نظروں سے دیکھتے رہے پھر جیسے وہ چونک پڑے۔

"بیٹھو"...... سرسلطان نے صوفے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر خود بھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ عمران نے جب سرسلطان کو اس قدر پریشان دیکھا تو اس نے شرارت کا مزید پروگرام فی الحال

ملتوی کر دینے کا فیصلہ کیا اور آرام سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

سرسلطان آنکھیں بند کئے کچھ سوچنے لگے۔ وہ اپنے خیالوں میں کافی حد تک گم تھے۔ عمران نے بھی ایک لمحے کے لئے غور سے سرسلطان کی طرف دیکھا اور پھر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

سرسلطان کافی دیر تک آنکھیں بند کئے سوچتے رہے۔ پھر ان کے چہرے پر سکون سا چھا گیا جیسے انہوں نے کوئی فیصلہ کر لیا ہو۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے لیکن پھر عمران کی طرف دیکھ کر چونک پڑے کیونکہ عمران آنکھیں بند کئے سو رہا تھا اور اس پریشانی کے باوجود سرسلطان کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

''عمران بیٹے''...... سرسلطان نے آہستہ سے کہا اور عمران یوں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا جیسے گھر میں چور گھس آنے کا شور سن کر مالک مکان اٹھ بیٹھتا ہے۔

''ارے۔ لاحول ولا قوۃ۔ مجھے نیند آ گئی تھی۔ نیند بھی کیا چیز ہے۔ سرسلطان صاحب۔ میں نے سنا ہے سولی پر بھی نیند آ جاتی ہے تو پھر میرے خیال میں بے خوابی کے مریضوں کو ڈاکٹر سولی پر بٹھا دیا کریں''...... عمران کی باتوں کا چرخہ چل پڑا۔

''سنو عمران بیٹے۔ میں سخت پریشان ہوں''...... سرسلطان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پریشان ہوں آپ کے دشمن۔ بلکہ دشمنوں کے بھی دشمن''۔

عمران نے بڑے پرخلوص لہجے میں کہا۔

''تم خاموش بھی ہو گے یا یونہی بولتے چلے جاؤ گے''۔
سرسلطان نے کہا تو عمران نے اس طرح سختی سے منہ بند کر لیا جیسے اس نے نہ بولنے کا عزم کر لیا ہو۔

''عمران تمہیں معلوم ہے ہمارا ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ تم محسوس بھی نہیں کر سکتے کہ اس وقت اعلیٰ آفیسروں کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر اس ملک کا کیا بنے گا''...... سرسلطان نے پریشانی میں بے ربط سے جملے کہے۔ وہ یوں محسوس کر رہے تھے جیسے انہیں بولنے کا طریقہ بھول گیا ہو۔ انہیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ عمران کو اپنا مافی الضمیر کیسے سمجھائیں مگر عمران آنکھیں پھاڑے حیرت سے سرسلطان کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بچہ پہلی بار سرکس دیکھ رہا ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ کون سی پریشانی ہے جس کی وجہ سے سرسلطان جیسا ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی یوں پریشان ہو گیا کہ اس کے منہ سے صحیح جملے بھی نہیں نکل سکے۔ اس نے محسوس کیا کہ معاملہ کچھ ضرورت سے زیادہ سنگین ہے اس لئے وہ سنجیدہ ہو گیا جبکہ سرسلطان اپنی حالت محسوس کر کے اب خاموش ہو گئے تھے۔ شاید وہ بولنے سے پہلے مناسب جملے سوچنا چاہتے تھے۔

''آخر ایسی کون سی قیامت ٹوٹ پڑی ہے جس کی وجہ سے آپ اتنے پریشان ہو گئے ہیں''...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے

میں بے پناہ سنجیدگی تھی۔

''عمران بیٹے۔ کیا بتاؤں۔ ملک کا ایک نہایت قیمتی راز چوری ہو گیا ہے۔ تمہیں معلوم ہے ہمسایہ ملک سے آج کل ہماری سرحدی جھڑپیں جاری ہیں۔ ہمارے ہمسایہ ملک کی شروع سے یہ خواہش رہی ہے کہ وہ کسی طرح ہمارے ملک کو ختم کر کے اپنے ملک میں شامل کر لیں۔ اس خواہش کے پیش نظر اس نے بے پناہ جنگی تیاریاں کر رکھی ہیں لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہماری فورس بے حد چوکنی اور تربیت یافتہ ہے اس لئے انہوں نے آج تک براہ راست حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی لیکن آج کل ان کی تقریروں اور بیانات سے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے وہ عنقریب حملہ کرنے والے ہیں اور انہیں کسی خاص پیغام یا ہدایت کا انتظار ہے۔ ہم اب تک نہیں سمجھ سکے تھے کہ انہیں کس چیز کا انتظار ہے لیکن آج سب کچھ ہم پر عیاں ہو گیا ہے۔ ہمارے ملک کا سب سے قیمتی راز جس میں ہمارے ملک میں بحری، بری اور ہوائی فوجوں کے اڈوں کی تفصیلات، ہمسایہ ملک کی طرف سے ممکنہ حملے کے جواب میں ہمارا دفاعی نظام، فوجوں اور اسلحہ کی تعداد کے متعلق تمام تفصیلات درج ہیں کل رات غائب ہو گیا ہے۔ اب فوری طور پر یہ سب نظام تبدیل نہیں کیا جا سکتا اور اگر یہ راز ہمسایہ ملک تک پہنچ گیا تو پھر ہمارے ملک کا خدا حافظ ہے۔ ہم یوں کچل دیئے جائیں گے جیسے چیونٹی پیر تلے کچلی جاتی ہے اس لئے میرے دماغ میں دھماکے ہو

رہے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ اب کیا ہو گا''...... سر سلطان نے جب بولنا شروع کیا تو پھر بولتے ہی چلے گئے اور عمران آنکھیں پھاڑے حیرت سے سر سلطان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کے کانوں میں سیٹیاں بج رہی تھیں۔ واقعی سر سلطان کا کہنا بجا تھا۔ اگر وہ راز ہمسایہ ملک تک پہنچ گیا تو اس کا نتیجہ بے حد بھیانک ہو گا۔

''عمران بیٹے۔ جس طرح بھی ممکن ہو وہ راز ہمسایہ ملک تک پہنچنے سے پہلے ہمیں واپس مل جائے۔ یہ تمہارا کام ہے۔ یوں سمجھ لو دس کروڑ افراد کی زندگی اور موت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ راز ہمیں مل گیا تو دس کروڑ افراد زندہ بچ جائیں گے ورنہ''۔ سر سلطان نے کہا اور پھر خاموش ہو کر اپنے ہونٹ کاٹنے لگے۔

''مگر آپ نے یہ تو بتایا نہیں کہ وہ راز کون سی فائل میں ہے اور کیسے چوری ہوا ہے۔ کہاں سے چوری ہوا اور چوری کا کب پتہ چلا''...... عمران نے تیزی سے کہا۔

''ارے ہاں۔ واقعی یہ تو میں نے تمہیں بتایا ہی نہیں۔ واقعی میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔ یہ تمام راز کسی فائل میں نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی چیز میں بند ہیں۔ پچھلے سال ایک انتہائی خفیہ میٹنگ میں صدر مملکت اور وزیر خارجہ نے تجویز پیش کی تھی کہ اس قسم کے راز کسی فائل میں ہونے کی بجائے کسی اور ترکیب سے رکھے جائیں کیونکہ فائلوں کی چوری آج کل عام ہو گئی ہے اس لئے فوجی ماہرین نے ان تمام رازوں کو اس طرح ایک کوڈ میں ڈھالا تھا کہ بظاہر وہ کسی

منہ چڑاتے بندر کی تصویر معلوم ہوتی تھی لیکن دراصل‘‘...... سرسلطان نے کہا تو عمران بندر کی تصویر کے الفاظ سن کر یوں اچھل پڑا جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔ اس کی نظروں میں کچھ دیر پہلے کی تصویر گھوم گئی جو عجیب و غریب طریقے سے اس تک پہنچی تھی۔ ہو سکتا ہے یہ وہی تصویر ہو جو غلطی سے اس تک پہنچ گئی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے میز پر رکھ کر آیا تھا۔ وہ اس تصویر پر غور کر رہا تھا کہ سرسلطان کا فون آیا اور وہ تصویر وہیں رکھ کر یہاں چلا آیا۔

’’کیا اس تصویر میں موجود بندر کے نظر آنے والے دانتوں کے بائیں طرف ایک دانت غائب ہے‘‘...... عمران نے جلدی سے پوچھا۔

’’ہاں۔ لیکن تمہیں کیسے معلوم ہوا‘‘...... سرسلطان نے حیرت سے پوچھا۔

’’مل گیا۔ مل گیا۔ ابھی لے کر آتا ہوں۔ ویری گڈ‘‘...... عمران چیختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

’’ارے سنو۔ کیا بات ہے۔ میری بات تو سنو‘‘...... سرسلطان نے چیختے ہوئے کہا لیکن عمران کسی جن بھوت کی طرح غائب ہو چکا تھا۔

جولیا اور صفدر صدر بازار میں شاپنگ کر رہے تھے۔ جولیا نے کچھ کپڑے اور دیگر چیزیں خریدنی تھیں۔ اس نے سوچا اکیلی کہاں بور ہوتی پھروں گی اس لئے صفدر کو بھی ساتھ لے جایا جائے اس طرح باتوں میں ذرا وقت اچھا گزر جائے گا اور پھر شاپنگ کرنے کے بعد کسی اچھے سے ہوٹل میں بیٹھ کر اطمینان سے چائے پی جائے۔ اس خیال سے اس نے صفدر کو فون کیا۔ ادھر صفدر بھی فارغ بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے بھی سوچا کہ چلو اس طرح کچھ تو وقت اچھا گزر جائے گا اور پھر ویسے بھی وہ جولیا کو بے حد پسند کرتا تھا۔ وہ کبھی کبھی سوچتا کہ یہ لڑکی کتنی عظیم ہے جو اپنا وطن چھوڑ کر ہمارے وطن کو اپنا وطن بنائے بیٹھی ہے۔ وہ سوچتا اگر کسی کو بتایا جائے تو وہ یقیناً تسلیم کرنے سے انکار کر دے گا کہ کوئی غیر ملکی لڑکی کسی ملک کی سیکرٹ سروس کی ڈپٹی چیف ہو سکتی ہے۔ کوئی بھی ملک کسی بھی

حالت میں کسی غیر ملکی فرد کو اپنی سیکرٹ سروس کی ہوا بھی نہ لگنے دے اور ایکسٹو نے اسے ہم لوگوں پر ڈپٹی چیف بنا رکھا ہے اور جولیا کس خوبی اور حب الوطنی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہی ہے۔ اس کی بے پناہ حب الوطنی اور اس ملک کی بقاء کے لئے اس کے سرانجام دیئے ہوئے کارناموں کو دیکھ کر کس کو یقین آ سکتا ہے کہ یہ لڑکی غیر ملکی ہے۔ پھر صفدر کا خیال ایکسٹو کی طرف چلا گیا۔ وہ سوچتا جولیا سے زیادہ عظیم ایکسٹو ہے جس نے جولیا جیسی شخصیت کو پہچانا اور اس پر اتنی بڑی ذمہ داری ڈال دی۔ کبھی کبھی اس کے دل میں خواہش سر اٹھاتی کہ وہ کسی طرح ایکسٹو کو اس کی اصل شکل و صورت میں دیکھے۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر تبادلہ خیال کرے لیکن پھر وہ اپنا دل مسوس کر رہ جاتا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اس وقت بھی جولیا کے ساتھ ایک جنرل سٹور میں کھڑے ہوئے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ شاید اس بڑی دکان میں موجود بے شمار گاہکوں میں کوئی ایکسٹو ہو کیونکہ اسے یقین تھا کہ ایکسٹو ان کی مصروفیات پر کڑی نگرانی رکھتا ہے تاکہ کسی وقت وہ انجانے پن میں کسی مجرم کا شکار نہ ہو جائیں۔

''کیا سوچ رہے ہو''...... اچانک جولیا نے کہا تو صفدر چونک پڑا اور جھینپ سا گیا کیونکہ جولیا ہاتھ میں پیکٹ لئے مسکراتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیا کسی سے عشق ہو گیا ہے''...... جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب''...... صفدر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے جولیا کو گھورتے ہوئے کہا۔

''مطلب یہ کہ آج کل گہری سوچوں میں غرق رہتے ہو۔ یہ تو عشق کی نشانیاں ہیں''...... جولیا نے وضاحت کرتے ہوئے کہا تو صفدر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

''جولیا۔ کبھی کبھار تم بھی دور کی کوڑی لاتی ہو۔ بھلا ہم لوگوں کو عشق جیسے بے کار کام کے لئے فرصت کہاں۔ ایک محبوب سے جان چھوٹے تو کسی اور طرف دھیان جائے''...... صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کون محبوب''...... جولیا نے چونک کر کہا۔ اب جولیا کے حیران ہونے کی باری تھی۔

''ایکسٹو''...... صفدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''معلوم ہوتا ہے آج کل پھر ایکسٹو کی اصلیت جاننے کا دورہ پڑا ہوا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں۔ میں جب بھی بے کار ہوتا ہوں میرے دماغ میں یہی دھن سوار رہتی ہے''...... صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''چھوڑو۔ فضول سر کھپانے سے کیا فائدہ۔ یہ ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا''...... جولیا نے ایک اور دکان میں داخل ہوتے ہوئے کہا اور صفدر مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

جولیا کاؤنٹر پر لگے ہوئے مختلف کپڑوں کے ڈیزائن دیکھنے لگی اور صفدر ادھر ادھر نظریں دوڑانے لگا۔ اچانک ایک غیر ملکی نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دکان میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بے پناہ پریشانی عیاں تھی۔ اس نے پریشان نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا منیجر کے دفتر میں داخل ہو گیا۔ صفدر اس کے چہرے سے عیاں پریشانی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ اس نے سوچا معاملہ کچھ پراسرار ہے۔

اس نوجوان کا چہرہ دیکھ کر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے خوفزدہ ہرن شکاریوں سے جان بچانے کے لئے پناہ گاہ ڈھونڈ رہا ہو۔ ابھی وہ اس معاملے پر غور کر ہی رہا تھا کہ دو نوجوان گھبرائے ہوئے دکان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے تیز نظروں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر سیدھے منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ صفدر سمجھ گیا کہ یہ دونوں اس پہلے نوجوان کے پیچھے آئے ہیں۔

جولیا ابھی تک کپڑے خریدنے میں مصروف تھی۔ اسے شاید کوئی ڈیزائن ہی پسند نہیں آ رہا تھا۔ صفدر نے ایک لمحے کے لئے جولیا کی طرف دیکھا اور پھر وہ منیجر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے نجانے کیوں اس معاملے میں دلچسپی سی ہو گئی تھی۔ شاید یہ بے کاری کا ردعمل تھا کہ وہ معمولی معمولی واقعات میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ بہرحال وہ کمرے کے دروازے کے ساتھ والے کاؤنٹر پر کھڑا ہو کر کپڑا دیکھنے لگا۔ اس کاؤنٹر پر غیر ملکی سوٹنگ تھی۔ سیلز مین نے اسے

سوٹنگ کے کئی تھان دکھائے اور وہ ایک کپڑا ہاتھ میں لے کر اسے غور سے دیکھنے لگا لیکن اس کے کان منیجر کے کمرے سے آنے والی تیز تیز آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ اندر شاید جھگڑا ہو رہا تھا۔ اچانک اس نے محسوس کیا جیسے کسی کا گلا دبا دیا گیا ہو۔

''کیا بات ہے صاحب۔ آپ''...... سیلز مین نے صفدر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا کیونکہ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ کافی دیر سے کپڑے کے ڈیزائن پر آنکھیں گاڑے کھڑا ہے۔

''اوہ۔ کوئی بات نہیں۔ میں کچھ سوچنے لگ گیا تھا''...... صفدر نے کہا اور دوسرا ڈیزائن دیکھنے لگا۔ پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور دوسرے لمحے اس کا رخ منیجر کے کمرے کی طرف ہو گیا۔ اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔ صفدر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہونے سے ایسا محسوس ہوا جیسے وقت ٹھہر گیا ہو کیونکہ اس کے سامنے ہی فرش پر ایک نوجوان اس پہلے والے نوجوان کا گلا دبا رہا تھا۔ نیچے پڑے ہوئے نوجوان کی آنکھیں باہر ابل آئی تھیں جبکہ دوسرا آدمی اس کے سامنے ریوالور لئے کھڑا تھا۔ ایک سیکنڈ کے لئے ہر چیز رک گئی۔ صفدر بھی اس صورت حال کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتا اس کے سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ریوالور کا دستہ اس کے سر پر لگا تھا اور اس کی آنکھوں کے آگے ستارے چمکنے لگے تھے۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ بے ہوش ہو رہا ہے۔ اس نے سوچا شاید چوٹ

لگانے والا مینجر تھا جسے وہ دیکھ نہ سکا تھا۔ اس کے بعد اس کے ذہن سے ہر چیز محو ہوگئی۔ ایک اندھیرا تھا جو چاروں طرف چھا گیا اور پھر دھڑام سے وہ فرش پر گر پڑا۔

ادھر جولیا جب کپڑے لینے کے بعد فارغ ہوئی تو اس نے صفدر کی طرف توجہ کی لیکن صفدر کہیں بھی نظر نہ آیا۔ وہ حیرت سے دکان میں چاروں طرف دیکھنے لگی کہ صفدر کہاں چلا گیا۔ ابھی تو وہ اس کے ساتھ کھڑا تھا لیکن صفدر وہاں ہوتا تو اسے نظر آتا۔ اس نے سوچا شاید بور ہوکر دکان سے باہر چلا گیا ہو اس لئے وہ تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دکان سے باہر آ گئی لیکن صفدر اسے باہر بھی کہیں نظر نہ آیا۔ اس کے دماغ میں کھلبلی سی مچ گئی۔

اس نے سوچا کہ معاملہ کچھ پراسرار ہے کہ اس کے پاس کھڑا ہوا صفدر یکلخت غائب ہو جائے۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ صفدر کو کہاں ڈھونڈے۔ وہ حیرت بھرے انداز میں ایک بار پھر دکان میں داخل ہوکر اسے تلاش کرنے لگی لیکن صفدر کوئی کپڑے کا تھان تو نہ تھا کہ کہیں کاؤنٹر کے پیچھے گرا پڑا ہو۔ وہ اس صورت حال سے چکرا سی گئی۔ جب اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی دکان سے باہر آ گئی اور چند لمحوں تک ادھر ادھر نظر دوڑانے لگی کہ شاید کہیں صفدر نظر آ جائے لیکن بے سود۔

آخرکار وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے فلیٹ میں آ گئی۔ اس نے سوچا صفدر کی اس پراسرار گمشدگی کی اطلاع ایکسٹو کو دینی چاہئے

لیکن پھر وہ یہ سوچ کر رک گئی کہ آخر ایکسٹو سے کیا کہا جائے اور ہو سکتا ہے صفدر کسی کام سے کہیں چلا گیا ہو۔ ایکسٹو کے لئے اس اطلاع کی کیا اہمیت ہے لیکن پھر اس نے سوچا کہ اطلاع دے دینی چاہئے ہو سکتا ہے صفدر کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو لیکن یہ بات اس کی سمجھ سے باہر تھی کہ آخر کپڑے کی دکان میں کھڑے کھڑے صفدر کس مصیبت میں پھنس سکتا ہے۔ ڈرتے ڈرتے اس نے ایکسٹو کے نمبر پریس کئے اور رسیور کان سے لگا لیا۔

’’ایکسٹو‘‘...... ایکسٹو کی مخصوص آواز جولیا کے کانوں سے ٹکرائی۔

’’جولیا دس اینڈ سر‘‘...... جولیا نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’کیا بات ہے جولیا۔ تم گھبرائی ہوئی سی ہو‘‘...... ایکسٹو نے نرم لہجے میں پوچھا۔

’’سر۔ صفدر پراسرار طریقے سے غائب ہو گیا ہے‘‘...... جولیا نے پہلے سے بھی زیادہ پریشان لہجے میں کہا۔

’’کیا مطلب۔ کیا تم ہوش میں ہو‘‘...... ایکسٹو نے سخت لہجے میں کہا۔

’’سر۔ سر۔ میں اور صفدر شاپنگ کرنے گئے تھے۔ سپر کلاتھ ہاؤس نیو مارکیٹ میں جب میں کپڑے خریدنے لگی تو صفدر میرے پاس کھڑا تھا لیکن جب میں کپڑے خرید کر فارغ ہوئی تو صفدر غائب تھا‘‘...... جولیا نے ڈرتے ڈرتے مختصر لفظوں میں تفصیل

بتاتے ہوئے کہا۔

”لیکن اس میں پراسراریت کہاں سے داخل ہو گئی اور تم اتنی گھبرا کیوں گئی ہو۔ ہو سکتا وہ کسی کام سے چلا گیا ہو“...... ایکسٹو نے نرم لہجے میں کہا۔

”لیکن سر۔ اگر وہ کسی کام سے جاتا تو کم از کم مجھے بتا کر جاتا“۔ جولیا نے کہا۔

”ہونہہ۔ یہ واقعی غور طلب بات ہے“...... ایکسٹو کی آواز میں تفکر نمایاں تھا۔

”اچھا۔ تم ایسا کرو کہ صدیقی کو فون کرو اور اسے ہدایت دو کہ وہ سپر کلاتھ ہاؤس پر جا کر صفدر کا پتہ کرے اور پھر مجھے رپورٹ دو“...... دوسری طرف سے ایکسٹو نے کہا۔

”اوکے سر“...... جولیا نے کہا اور پھر دوسری طرف سے رسیور رکھنے کی آواز سن کر اس نے بھی کریڈل دبا دیا۔ اب وہ صدیقی کو فون کر رہی تھی۔

عمران نے تیزی سے کار کا دروازہ بند کیا اور پھر وہ ایک ایک چھلانگ میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر چڑھتا گیا۔ اس کے فلیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوا لیکن پھر وہ ایسے ٹھٹھک کر رک گیا جیسے چلتی گاڑی میں یکدم بریک لگ جائے۔ اس کے کمرے میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ کوئی چیز بھی اپنے ٹھکانے پر نہ تھی۔ سب چیزیں ادھر ادھر فرش پر پھیلی ہوئی تھیں۔ صوفوں کے گدے پھاڑ دیئے گئے تھے۔ قالین الٹا پڑا تھا۔ میز ایک کونے میں پڑی تھی اور تصویر غائب تھی۔ الماریاں کھلی ہوئی تھیں جیسے کسی نے بہت جلدی میں تلاشی لی ہو۔

عمران کا دماغ تیزی سے گھومنے لگا۔ وہ سمجھ گیا کہ مجرموں نے اسی تصویر کے لئے تلاشی لی ہے لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا مجرموں کو تصویر نہیں ملی جو انہوں نے دیوانہ وار تلاشی لی ہے

لیکن تصویر تو وہ میز پر چھوڑ گیا تھا اور اگر وہ تصویر مجرموں کو نہیں ملی تو پھر کہاں گئی۔ کیا کوئی تیسری پارٹی بھی اس سلسلے میں دلچسپی لے رہی ہے جو اس تلاشی والے مجرموں سے پہلے تصویر پر ہاتھ صاف کر گئی۔

عمران کمرے کے درمیان حیرت سے کھڑا سر کھجا رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی تو وہ پھرتی سے پلٹا لیکن وہ سلیمان تھا جو ہاتھ میں شاپنگ بیگ اٹھائے حیرت سے آنکھیں پھاڑے کمرے کی حالت دیکھ رہا تھا۔ عمران دلچسپی سے اس کی حالت دیکھنے لگا۔

”صاحب۔ یہ کیا ہے“...... سلیمان نے کہا۔ اس کے لہجے میں ابھی تک حیرت کا عنصر غالب تھا۔

”میرے خیال میں یہاں مشاعرہ منعقد ہوا ہے“...... عمران نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”مشاعرہ“...... سلیمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ جس گھر میں سلیمان جیسا باورچی ہو وہاں ایسے ہی مشاعرے ہونے چاہئیں“...... عمران نے کہا مگر اس کے لہجے میں ہلکی سی تلخی شامل تھی۔

”لیکن صاحب۔ میں تو بازار سودا سلف لینے گیا ہوا تھا“۔ سلیمان نے عمران کے لہجے کی تلخی سے گھبراتے ہوئے جواب دیا کیونکہ جہاں وہ عمران کے ساتھ ہر قسم کا مذاق کر لیتا تھا وہاں وہ اس کے

غصے سے بھی بے حد ڈرتا تھا۔ اسے یاد تھا کہ ایک مرتبہ اس نے عمران کے تکیے کے نیچے رکھا ہوا ریوالور اٹھا کر الماری میں رکھ دیا تھا کیونکہ اسے خطرہ رہتا تھا کہ کہیں رات کو سوتے ہوئے اچانک ریوالور نہ چل جائے لیکن پھر اسی رات دو نقاب پوش ریوالور لئے عمران کے کمرے میں گھس آئے۔ عمران نے انہیں حسب عادت باتوں میں لگایا لیکن اس کا ہاتھ تکیے کی طرف رینگ رہا تھا لیکن تکیے کے نیچے ریوالور ہوتا تو اسے ملتا۔ وہ تو الماری میں بڑی حفاظت سے رکھا ہوا تھا۔ نقاب پوش بھی سمجھ گئے۔ چنانچہ ان میں ایک نے عمران پر گولی چلا دی۔ یہ تو عمران تھا جس نے فائر سے اپنے آپ کو نہ صرف بچا لیا بلکہ کچھ دیر کی ورزش کے بعد دونوں کو فرش چاٹنے پر مجبور کر دیا لیکن ریوالور کے معاملے میں جب اس نے سلیمان سے پوچھا اور سلیمان نے بتایا کہ وہ تو الماری میں رکھا ہوا ہے تو عمران کا منہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ توبہ۔ توبہ۔ سلیمان کو تو خوف کے مارے تین راتوں تک نیند نہ آئی تھی۔ عمران کا چہرہ درندگی سے بھرپور تھا لیکن عمران غصہ ضبط کر گیا اور ایسا موڈ چند لمحوں تک ہی رہا۔ پھر وہ پہلے جیسا عمران بن گیا لیکن سلیمان آج تک اس کے غصے سے یوں ڈرتا تھا جیسے بچہ جن بھوت سے خوف کھائے۔ اب بھی عمران کے لہجے میں تلخی محسوس کر کے وہ گھبرا گیا تھا۔

”سودا سلف لینے جاتے وقت فلیٹ کو کھلا چھوڑ جانے سے شاید

دکاندار رعایت کر دیتا ہے‘‘...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ وہ دراصل تصویر کی گمشدگی سے بے حد پریشان تھا۔

’’نہیں صاحب۔ میں تو تالا لگا کر گیا تھا‘‘...... سلیمان نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

’’ہونہہ‘‘...... عمران نے کہا اور خاموش ہو گیا اور آنکھیں بند کر کے کچھ سوچنے لگا جبکہ سلیمان کچن کی طرف جانے لگا تو عمران نے آنکھیں کھول دیں۔

’’سلیمان۔ آج کیا پکانا ہے۔ پھر وہی دال بڑا مال تو نہیں لے آئے‘‘...... عمران نے چہکتے ہوئے کہا تو سلیمان خوش ہو گیا۔

’’نہیں صاحب۔ آج تو میرے محبوب کی ڈش پکے گی‘‘۔ سلیمان نے ٹھمکتے ہوئے لہجے میں کہا۔

’’تمہارا دماغ تو نہیں خراب۔ میرے محبوب کوئی سبزی ہے جو پکائی جائے۔ کسی شاعر نے سن لیا تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے گا‘‘...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

’’صاحب۔ یہ جدید ڈش ہے‘‘...... سلیمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

’’جدید ڈش۔ کمال ہے۔ اب تو ڈشیں بھی جدید اور قدیم ہونے لگیں‘‘...... عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

’’ہاں صاحب۔ آپ بھلا کسی ہوٹل کے مالک یا باورچی رہے ہوں تو آپ کو پتہ ہو کہ ڈشوں کے نام ہر روز بدلتے رہتے ہیں۔

پرانا نام دو چار دن چلتا ہے پھر اسے ختم کر کے اس کا کوئی نیا نام رکھ لیا جاتا ہے‘‘...... سلیمان نے ایسے کہا جیسے وہ باورچی نہیں بلکہ کھانے پکانے کا انسائیکلو پیڈیا ہو۔

’’اچھا۔ نام بدلتے ہیں تو کیا تمہارا مطلب ہے ڈشیں وہی ہوتی ہیں صرف نام بدلتے رہتے ہیں‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’جی ہاں باس۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ہر روز نئی سبزی اگنے سے تو رہی۔ سبزیاں تو وہ اگتی ہیں جو باوا آدم کے زمانے سے اگتی چلی آ رہی ہیں اس لئے فیشن پورا کرنے کے لئے نام تبدیل کر لئے جاتے ہیں۔ مثلاً وہ ڈش جسے آج کل میرا محبوب کہ نام سے پکارتے ہیں پہلے زمانے میں اسے گوبھی گوشت کہا جاتا تھا لیکن چونکہ گوبھی ایک پھول ہے اس لئے ڈش کا جدید نام میرا محبوب رکھ دیا گیا ہے‘‘...... سلیمان نے داد طلب نگاہوں سے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور عمران سلیمان کی وضاحت سن کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

’’اور سناؤں ڈشوں کے نام۔ انار کلی، سجن پیارا، چائنا پتی، آنکھ کا نشہ، تاج محل، لنڈا بازار، ماہی منڈا‘‘...... سلیمان نے ڈشوں کے نام گنواتے ہوئے کہا۔

’’بس۔ بس۔ خدا کے لئے بس کرو۔ یہ ڈشوں کے نام ہیں۔ یہ تو تم نے فلموں کے نام گنوانے شروع کر دیئے ہیں‘‘...... عمران نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

''نہیں صاحب۔ یہ ڈشوں کے بھی نام ہیں۔ مثلاً لنڈا بازار سوپ کو کہتے ہیں کیونکہ سوپ انگریز لوگ کھانے سے پہلے پیتے ہیں اس لئے سوپ کو لنڈا بازار کہا جاتا ہے۔ ماہی منڈا مچھلی کے کبابوں کو کہا جاتا ہے اور اسی طرح''...... سلیمان نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''خدا کے لئے ختم کرو اس ذکر کو۔ تم جانو اور تمہاری ڈشیں۔ میں باز آیا۔ تم ماہی منڈا چھوڑ مجھے آخری اسٹیشن کھلا دو تو بھی اف نہیں کروں گا''...... عمران نے اٹھ کر میز کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ عمران کو میز کی طرف جاتے دیکھ کر یکدم سلیمان کو کچھ خیال آیا۔

''صاحب۔ میں تو بھول ہی گیا۔ آپ کو میرا خیال ہے شادی کرا ہی لینی چاہئے''...... سلیمان نے زور دار لہجے میں کہا۔

''یہ ڈشوں کے ناموں کے درمیان شادی کہاں سے آ ٹپکی''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''صاحب۔ شادی ہو گی تو بچے بھی ہوں گے اور آپ کو خود بچہ نہ بننا پڑے گا''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ قورمے کھا کھا کر تیرے دماغ پر چربی تو نہیں چڑھ گئی''...... عمران نے دوبارہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ منہ چڑاتے بندر کی تصویر بچے ہی دیکھتے ہیں''۔

سلیمان نے تیزی سے کہا اور تصویر کا سن کر عمران حیرت سے اچھل پڑا۔

''تصویر۔ مگر منہ چڑاتے بندر کی وہ کہاں ہے''...... عمران نے تیزی سے پوچھا۔

''میں نے میز سے اٹھا لی تھی''...... سلیمان نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''زندہ باد میرے شیر۔ یہ کارنامہ کیا ہے تو نے۔ زندہ باد۔ خدا تیری سات نسلوں کو باورچی بنائے''...... عمران کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ اس نے خوشی سے سلیمان کو ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔

''ارے صاحب۔ مجھے چھوڑو تو سہی۔ میں گر جاؤں گا۔ صاحب۔ صاحب''...... سلیمان، عمران کے ہاتھوں میں لٹکا ہوا چیخ رہا تھا لیکن عمران اسے ہاتھوں پر اٹھائے دیوانہ وار ناچ رہا تھا اور پھر اچانک عمران نے اسے فرش پر کھڑا کر دیا۔

''کہاں ہے تصویر''...... عمران نے ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''صاحب۔ میری بات تو سنیں۔ میں نے وہ تصویر اٹھا لی اور پھر جیب میں رکھ لی تا کہ کوٹھی جا کر بڑی بیگم صاحبہ کو دکھا دوں کہ اب صاحب بچوں کی شدید خواہش کی وجہ سے خود بچے بن گئے ہیں''...... سلیمان نے اپنی بھیریوں شروع کر دی۔

"ارے میں کہتا ہوں وہ تصویر کہاں ہے اور تو بولے چلا جا رہا ہے"...... عمران نے کہا۔ اس کے چہرے پر اب بھی خوشی رقص کر رہی تھی۔

"صاحب۔ میں فلیٹ سے باہر نکلا تو ایک نوجوان نے اچانک مجھے دھکا مارا اور گزرتا چلا گیا۔ مجھے سخت غصہ آیا لیکن وہ کافی دور جا چکا تھا اس لئے میں بڑبڑا کر رہ گیا"...... سلیمان نے کہا۔

"ارے الو کی دم فاختہ۔ میں تصویر کا پوچھ رہا ہوں اور تو اپنی رام کہانی سنائے جا رہا ہے۔ تصویر نکال جلدی سے"...... عمران نے کہا۔

"صاحب۔ سنیئے۔ تھوڑی دور جا کر میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو تصویر"...... سلیمان نے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"ارے۔ کیا ہو گیا تصویر کو۔ آگے بکو"...... عمران نے بے چین لہجے میں کہا۔

"تصویر غائب تھی"...... سلیمان نے جلدی سے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا اور عمران کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ بے جان ہو کر لٹک گیا۔ اس کے چہرے پر مایوسی دوڑ گئی۔

"صاحب آپ گھبرائیں نہیں۔ ایسی تصویریں بہت بلکہ میں آپ کے لئے سچ مچ کا بندر لا دوں گا"...... سلیمان نے عمران کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ارے بھاگ۔ اب اگر کوئی لفظ منہ سے نکالا تو جان سے مار

دوں گا"...... عمران نے واپس صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور سلیمان چپ چاپ کچن کی طرف بڑھنے لگا۔

"سنو۔ اس نوجوان کا حلیہ کیسا تھا جو تم سے ٹکرایا تھا"...... عمران نے پوچھا۔

"معلوم نہیں صاحب۔ بس وہ اچانک ٹکرایا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ بس میں نے اتنا محسوس کیا کہ وہ کوئی غیر ملکی تھا"...... سلیمان نے جواب دیا۔

"اس کے سر پر سینگ تھے"...... عمران نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر حماقت دوبارہ جلوہ گر ہو گئی تھی۔ واقعی عمران کو اپنی طبیعت اور موڈ پر بے حد کنٹرول تھا۔

"سینگ"...... سلیمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا جیسے وہ سوچ رہا ہو کہ آیا واقعی اس نوجوان کے سر پر سینگ تھے یا نہیں۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں صاحب۔ سینگ بھلا کہاں۔ وہ کوئی گدھا تھوڑی تھا۔ وہ آدمی ہی تھا"...... سلیمان نے کہا۔

"تو کیا گدھے کے سر پر سینگ ہوتے ہیں"...... عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"آپ کہتے ہیں تو میں مان لیتا ہوں ورنہ میرے خیال میں تو ہوتے ہیں ورنہ پھر آدمی اور گدھے میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے"۔ سلیمان نے معصومیت سے کہا اور کچن کی طرف بڑھ گیا اور عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتا رہ گیا۔

آج کل کیپٹن شکیل اور تنویر میں بڑی گاڑھی چھن رہی تھی۔ ہر
جگہ وہ اکٹھے ہی نظر آتے تھے۔ کیپٹن شکیل کے ہاتھ بیکاری میں
وقت گزارنے کا اچھا مشغلہ آ گیا تھا۔ وہ تنویر کو زور دار داد دیتا اور
تنویر اسے پوری سیکرٹ سروس کیا بلکہ تمام دنیا میں اپنا صحیح ہمدرد سمجھتا
اور نتیجتاً وہ دونوں آج کل اکثر و بیشتر اکٹھے نظر آتے تھے۔

اس وقت بھی وہ دونوں ڈائمنڈ کلب کے خوبصورت ہال میں
ایک طرف بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ ہلکے نیلے رنگ کے سوٹ میں
کیپٹن شکیل کی شخصیت کچھ اور نکھر آئی تھی۔ تنویر بھی سفید شارک
اسکن کے سوٹ میں بے حد سمارٹ نظر آ رہا تھا۔ تنویر اس وقت بھی
کیپٹن شکیل کو اپنے ایک زور دار جرم عشق کا قصہ سنا رہا تھا جو اس
سے کالج کے زمانے میں سرزد ہوا تھا۔ جوش اور جذبات کی وجہ
سے تنویر کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور کیپٹن شکیل کے لبوں پر ہلکی ہلکی

مسکراہٹ تیر رہی تھی۔

وہ بھی بظاہر بڑے انہماک سے تنویر کے عشق کا قصہ سن رہا تھا
لیکن دراصل اس کی سوچوں کا مرکز اس وقت اس سے دوسری میز
پر بیٹھا ہوا ایک جوڑا تھا جو ابھی آ کر بیٹھا تھا۔ دونوں غیر ملکی
تھے۔ نوجوان اور خوبصورت لڑکی کا حسن اسے ہزاروں میں نمایاں
کرنے والا تھا۔ وہ دونوں بڑے انہماک سے ایک دوسرے کے
ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

کیپٹن شکیل نے انہیں بیٹھتے وقت ایک نظر دیکھا تھا لیکن پھر وہ
تنویر کی باتوں میں مگن ہو گیا تھا کیونکہ وہ حسن کے معاملے میں
عمران کی طرح انتہائی کور ذوق واقع ہوا تھا لیکن اچانک ان دونوں
کی باتوں کا ایک لفظ اس کے کانوں سے ٹکرایا اور وہ چونک پڑا۔ وہ
دونوں علی عمران کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے اس نے
سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی اور عمران ہو کیونکہ اس دنیا میں
ہزاروں افراد کے نام عمران ہو سکتے ہیں لیکن تجسس کی وجہ سے مجبور
ہو کر وہ ان دونوں کی گفتگو کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے محسوس کیا کہ وہ دونوں مدھم لہجے میں باتیں کر رہے
ہیں لیکن پھر بھی کسی نہ کسی وقت ان کی گفتگو اس کے کانوں تک پہنچ
جاتی اور پھر اس نے سنا کہ وہ عمران کے فلیٹ کے متعلق باتیں کر
رہے ہیں۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ وہ عمران کے متعلق ہی باتیں
کر رہے ہیں۔ چند الفاظ اور سن کر وہ پوری طرح ان کی طرف

متوجہ ہو گیا۔ ان کی گفتگو سے اسے معلوم ہو گیا کہ اس نوجوان یا اس کے ساتھیوں نے عمران کے فلیٹ کی تلاشی لی ہے اور انہیں دراصل کسی تصویر کی تلاش تھی لیکن وہ نہ ملی اور پھر اس نوجوان نے اندازے سے عمران کے باورچی سلیمان کی جیب کی ٹوہ لی اور وہ تصویر انہیں سلیمان کی جیب سے مل گئی۔ وہ نوجوان یہ قصہ بڑے فخر سے اس لڑکی کو سنا رہا تھا اور لڑکی بھی اس کے اندازے اور ذہانت سے بے حد متاثر نظر آ رہی تھی۔

بہر حال کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ معاملہ گڑبڑ ہے لیکن کسی تصویر کے لئے عمران کے فلیٹ کی تلاشی اور پھر سلیمان کی جیب سے اس کا برآمد ہونا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا لیکن ان کی باتوں سے وہ اتنا سمجھ گیا تھا کہ وہ تصویر ان لوگوں کے لئے انتہائی اہم تھی۔

ادھر تنویر کی داستان عشق اپنے پورے عروج پر تھی۔ اس چیز سے بے پرواہ کہ کیپٹن شکیل اسے سن بھی رہا ہے یا نہیں وہ اس کی پوری تفصیلات بڑی رنگین بیانی سے سنا رہا تھا کہ اچانک تنویر نے محسوس کیا کہ کیپٹن شکیل کی توجہ کسی اور طرف ہے حالانکہ وہ دیکھ تنویر کی طرف رہا تھا۔ تنویر یکدم خاموش ہو گیا۔ تنویر کے چپ ہو جانے سے کیپٹن شکیل چونک پڑا۔

”ہاں۔ ہاں۔ آگے سناؤ۔ میں سن رہا ہوں“...... کیپٹن شکیل نے خفت مٹاتے ہوئے کہا۔

”بھلا میں کیا سنا رہا تھا۔ ذرا دوہراؤ“...... تنویر نے کہا۔

”ارے وہ داستان عشق“...... کیپٹن شکیل نے فوراً جواب دیا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس لڑکی کا کیا نام تھا“...... تنویر بھی پورا کھوج لگانے پر اڑا ہوا تھا۔

”کس لڑکی کا“...... کیپٹن شکیل نے حیرت سے پوچھا۔

”جس کا قصہ میں تمہیں سنا رہا ہوں“...... تنویر نے کہا۔

”اوہ۔ تم لڑکی کا قصہ سنا رہے ہو۔ میں سمجھا کہ تم اپنا قصہ سنا رہے ہو“...... کیپٹن شکیل نے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا اور تنویر جھینپ گیا۔

”اچھا۔ اچھا۔ آگے سنو“...... تنویر نے خفت مٹانے کے لئے کہا۔

”ٹھہرو۔ ایک منٹ۔ میں ابھی آتا ہوں“...... کیپٹن شکیل نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے کہاں چل دیئے“...... تنویر نے حیرت سے پوچھا۔

”میں ذرا واش روم تک ہو آؤں“...... کیپٹن شکیل نے کہا۔

”اوہ۔ اچھا“...... تنویر نے کہا اور سامنے رکھی کافی کی پیالی کو اٹھا کر منہ سے لگا لیا جبکہ کیپٹن شکیل تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ہال کی راہداری میں پہنچا اور پھر وہاں سے ہوتا ہوا باہر برآمدے میں آ گیا جہاں پبلک فون بوتھ بنا ہوا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو فون کاؤنٹر سے بھی کر لیتا لیکن اس نے باہر سے فون کرنا مناسب سمجھا کیونکہ وہ احتیاط کا دامن کسی حالت میں بھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

کیپٹن شکیل نے فون بوتھ کا دروازہ کھولا اور جیب سے سکہ نکال کر فون بوتھ کے مخصوص خانے میں ڈالا اور پھر عمران کے نمبر پریس کرنے لگا۔ دوسری طرف گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے رسیور کان سے لگا لیا مگر اس کی نگاہیں فون بوتھ کے شیشوں سے ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”ہیلو۔ کس شریف آدمی نے اپنے پیسے ضائع کئے ہیں اور اب میرا وقت ضائع کر رہا ہے“...... عمران کی مخصوص آواز کیپٹن شکیل کے کانوں سے ٹکرائی۔

”میں شکیل بول رہا ہوں“...... کیپٹن شکیل نے جلدی سے کہا۔

”اچھا بول رہے ہو۔ چلو ٹھیک ہے بولو بلکہ خدا کرے ہمیشہ بولتے رہو حتیٰ کہ بولتے بولتے تمہاری چیں بول جائے“...... عمران نے اپنے مخصوص موڈ میں کہا۔

”میرے پاس وقت نہیں ہے۔ آپ دو باتیں سن لیں“۔ کیپٹن شکیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ارے میاں۔ وقت نہیں ہے تو بازار سے خرید لو۔ پیسے نہیں ہیں تو میرا نام لے کر ادھار لے لو“...... عمران کی باتوں کا چرخہ چل پڑا۔

”عمران صاحب۔ آپ کے فلیٹ کی تلاشی لی گئی اور تلاشی لینے والوں کو کسی تصویر کی تلاش تھی جو بعد میں سلیمان کی جیب سے برآمد ہوئی“...... کیپٹن شکیل نے فوراً اپنے مطلب کی بات کرتے

ہوئے کہا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ اگر وہ یونہی عمران کو سنجیدہ ہونے کے لئے کہتا رہا تو پھر تمام دن گزر جائے گا کیونکہ وہ عمران کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا۔

”کیا۔ کہہ رہے ہو۔ تم تو ولی اللہ ہو۔ تمہیں ان باتوں کا کیسے پتہ چلا“...... عمران کی حیرت سے بھرپور آواز سنائی دی۔ عمران واقعی سخت حیران تھا۔

”میں وہ نہیں ہوں جو آپ کہہ رہے ہیں بلکہ سلیمان کی جیب سے تصویر نکالنے والا نوجوان اس وقت ڈائمنڈ نائٹ کلب میں بیٹھا ہے اور وہ یہ داستان اپنی ساتھی لڑکی کو سنا رہا تھا کہ میرے کانوں تک ان کی یہ بات پہنچ گئی اور میں نے حقیقت جاننے کے لئے آپ کو فون کیا تاکہ اگر ضروری ہو تو اس پر نظر رکھی جائے“۔ کیپٹن شکیل نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ تم وہیں ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے تک ان پر نظر رکھنا اور اگر وہ کہیں جانے لگیں تو اس نوجوان کا تعاقب کرنا“...... عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ انتہائی سنجیدہ ہو گیا تھا اس لئے کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ معاملہ بہت ہی زیادہ اہم ہے۔

”مگر تم اکیلے وہاں کیا کر رہے ہو“...... اچانک عمران نے اس سے پوچھا۔

”اکیلا نہیں۔ تنویر بھی میرے ساتھ ہے“...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں"...... عمران نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن شکیل نے رسیور کریڈل پر رکھنے کی آواز سنی تو اس نے بھی رسیور ہک سے لٹکا دیا اور خود بوتھ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ایک لمحے کے لئے اس نے چاروں طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ دوبارہ راہداری میں آیا وہاں سے اپنی میز کی طرف چل پڑا۔ وہ جوڑا ابھی وہیں موجود تھا۔ کیپٹن شکیل نے انہیں دیکھ کر اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

"کمال ہے۔ اتنی دیر سے تم واش روم میں کیا کر رہے تھے"۔ تنویر نے کیپٹن شکیل کے آتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ وہ اکیلا بیٹھا بیٹھا بور ہو گیا تھا۔

"کچھ نہیں۔ ذرا دیر ہو گئی۔ ویری سوری"...... کیپٹن شکیل نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور کرسی پر بیٹھ گیا جبکہ تنویر حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دے دیا۔

"کیا بات ہے۔ تم کافی سنجیدہ نظر آ رہے ہو"...... تنویر نے حیرت سے پوچھا تو کیپٹن شکیل نے سوچا کہ تنویر کو کچھ بتا دیا جائے ورنہ وہ سوال پوچھ پوچھ کر ناک میں دم کر دے گا۔

"تنویر۔ میں واش روم نہیں بلکہ عمران صاحب کو فون کرنے گیا تھا۔ عمران یہاں آ رہا ہے۔ معاملہ خطرناک ہے۔ ساتھ والی میز پر بیٹھے ہوئے جوڑے پر نظر رکھو۔ باقی تفصیل بعد میں"...... کیپٹن شکیل نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے مدھم سے لہجے میں کہا تو تنویر

نے عمران کا نام سن کر یوں منہ بنا لیا جیسے غلطی سے کونین چبا لی ہو لیکن خاموش رہا اور کن انکھیوں سے اس جوڑے کی طرف دیکھنے لگا۔

چند لمحے بعد ویٹر نے میز پر کافی سرو کر دی۔ کیپٹن شکیل نے کافی بنائی اور پھر دونوں خاموش بیٹھے کافی پینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عمران ہال میں داخل ہوتا نظر آیا۔ وہ اس وقت ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں پہچان گئے کیونکہ یہ عمران کا مخصوص میک اپ تھا۔ صرف ناک میں کلپ چڑھا لینے سے اس سے چہرہ کافی حد تک بدل جاتا تھا کیونکہ عمران اسے عموماً استعمال کرتا رہتا تھا اس لئے دونوں اسے پہچان گئے۔

عمران نے ایک لمحے کے لئے ہال میں ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر ان دونوں کی میز کے بالکل سیدھ میں تھا۔ عمران نے کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگا کر ویٹر کو کافی کا آرڈر دیا اور خود کیپٹن شکیل کی طرف دیکھنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے اسے ہاتھ کے مخصوص اشارے سے اس جوڑے کی طرف متوجہ کیا۔

عمران نے ایک لمحے کے لئے اس جوڑے کی طرف دیکھا اور پھر وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ تنویر بھی غور سے عمران کی حرکتوں کو دیکھ رہا تھا۔ عمران اس نوجوان کی میز کے قریب آ کر رکا تو انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا نوجوان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات تھے۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں"...... عمران نے انتہائی مؤدب لہجے میں پوچھا۔

"تشریف رکھیئے"...... اس نوجوان نے اخلاقاً کہا لیکن اس کا لہجہ انتہائی روکھا تھا جیسے اسے عمران کی مداخلت ناگوار گزری ہو۔

"مجھے کمال کہتے ہیں"...... عمران نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میرا نام مائیکل ہے اور یہ میری دوست مس مارگریٹ ہیں"۔ نوجوان نے اپنا اور اپنی ساتھی لڑکی کا تعارف کراتے ہوئے کہا تو عمران نے ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔

"مجھے آپ دونوں سے مل کر انتہائی خوشی ہوئی ہے"...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر، عمران کی اس سنجیدگی سے بے حد حیران تھے کہ عمران اور اتنا سنجیدہ۔ کم از کم تنویر کے لئے یہ یقیناً حیرت کا مقام تھا۔ وہ عمران کو سوائے مسخرے کے اور کچھ سمجھنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھا لیکن اب اس وقت عمران کے چہرے پر بے پناہ سنجیدگی اور وقار دیکھ کر وہ حیران رہ گیا لیکن اس کے اس رویے سے وہ اتنا سمجھ گیا کہ معاملہ کچھ زیادہ ہی اہم ہے ورنہ عمران جیسا آدمی یوں سنجیدہ نہ ہوتا۔ چنانچہ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"آپ کیا پئیں گے"...... مائیکل نے ازراہ اخلاق عمران سے پوچھا لیکن اب اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نہیں تھے۔

شاید وہ عمران کی وضاحت سے متاثر ہو گیا تھا۔

"بس شکریہ۔ آپ تکلیف مت کریں"...... عمران نے جواب دیا اور پھر جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر مائیکل اور مارگریٹ کو پیش کئے تو دونوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لئے اور پھر عمران نے بھی ایک سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا لیا۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا سگریٹ لائٹر نکال کر تینوں سگریٹ سلگا دیئے۔

"عمران صاحب نے سگریٹ کب سے پینے شروع کر دیئے ہیں"۔ تنویر نے عمران کو سگریٹ پیتے دیکھ کر حیرت سے کیپٹن شکیل سے پوچھا۔

"بس تم دیکھتے جاؤ"...... کیپٹن شکیل نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ ادھر جیسے ہی مائیکل اور مارگریٹ نے سگریٹ کے دو چار کش لگائے انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے دماغ سن ہو گئے ہوں۔ جیسے وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہوں۔ خدا جانے سگریٹوں میں کیا تاثیر تھی کہ دونوں نے اپنے سروں کو ایک دو بار جھٹکا لیکن بے سود۔ عمران غور سے ان دونوں کی حالت دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ اس نے اپنا سگریٹ بجھا کر جیب میں رکھ لیا۔ ان دونوں کی حالت سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ہپناٹائز ہو گئے ہوں۔

"سنو۔ میں جیسا حکم دوں تمہیں ویسا ہی کرنا پڑے گا"۔ عمران نے ان دونوں کی طرف جھکتے ہوئے مدھم لیکن بھاری لہجے میں کہا۔

''ہم ویسا ہی کریں گے''...... دونوں نے بیک وقت جواب دیا لیکن ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے دونوں کی آوازیں کہیں دور سے آ رہی ہوں۔

''کیا تم کار میں آئے ہو''...... عمران نے ان سے پوچھا۔

''ہاں''...... مائیکل نے جواب دیا۔

''تمہارا اور بھی کوئی ساتھی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں''...... مائیکل نے جواب دیا۔

''اوکے۔ اب میں جیسے ہی اٹھوں تم بھی اٹھ کھڑے ہونا اور میرے پیچھے پیچھے ہال سے باہر نکل آنا''...... عمران نے مائیکل اور مارگریٹ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اوکے''...... دونوں نے بیک وقت جواب دیا۔ وہ اب بھی سگریٹ پی رہے تھے۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر سر کو کھجایا۔ دراصل وہ کیپٹن شکیل اور تنویر کو مخصوص اشارہ کر رہا تھا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر آگے پیچھے چلتے ہوئے ہال سے باہر نکل گئے۔ ان دونوں کی چال میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔ عمران نے کیپٹن شکیل اور تنویر کو وہیں رکنے کا مخصوص اشارہ کیا تھا۔

''کمال ہے کیپٹن شکیل۔ یہ شخص کوئی جادوگر ہے۔ کتنی جلدی انہیں رام کر لیا''...... تنویر نے عمران کے باہر نکلتے ہی کیپٹن شکیل

سے مخاطب ہو کر کہا۔ عمران نے باہر نکلتے ہی انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی کار کی طرف چلیں تو وہ دونوں پارکنگ شیڈ میں کھڑی ہوئی ایک لمبی سی کار کی طرف بڑھ گئے۔

''کار تم ڈرائیور کرو''...... عمران نے مائیکل کو حکم دیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے مارگریٹ کو اس کے ساتھ آگے والی سیٹ پر بیٹھنے کا کہا تو وہ دونوں اگلی سیٹوں پر بیٹھ گئے جبکہ عمران کار کا پچھلا دروازہ کھول کر عقبی سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر عمران مائیکل کو راستہ بتاتا رہا اور مائیکل کار چلاتا رہا۔ ان کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔

صفدر کی جب آنکھ کھلی تو وہ اپنے آپ کو ایک تاریک سے کمرے میں موجود دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اچانک اس کے ذہن میں پچھلے تمام واقعات گھوم گئے اور اسے یاد آ گیا کہ وہ سپر کلاتھ ہاؤس کے مینجر کے دفتر میں تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر داخل ہوا تھا اور وہاں کسی کا گلا دبایا جا رہا تھا اور پھر اس کے سر پر ریوالور کا دستہ مار کر بے ہوش کر دیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ وہ نادانستہ طور پر کسی چکر میں پھنس گیا ہے۔ تمام واقعات یاد آتے ہی اس نے کمرے کے محل وقوع پر نظر دوڑائی۔

یہ ایک چھوٹا نیم تاریک سا کمرہ تھا۔ صفدر ایک بنچ نما تختے پر پڑا ہوا تھا۔ تختے پر شاید ربڑ چڑھا ہوا تھا اس لئے اسے کوئی تکلیف محسوس نہ ہو رہی تھی۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ صفدر جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے بے اختیار سر پر ہاتھ پھیرا اور سر کے

عقبی حصے پر ابھرا ہوا بڑا سا گومڑ محسوس کر کے اس نے منہ بنا لیا۔ پھر اس نے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے مگر تمام جیبیں خالی تھیں۔ ریوالور تو اس کے پاس پہلے سے ہی نہیں تھا کیونکہ وہ تو جولیا کے ساتھ شاپنگ کرنے گیا تھا۔ کوئی مہم سر کرنے تو نہیں کہ ریوالور بھی ساتھ لے جاتا۔ ویسے پرس، سگریٹ لائٹر اور دیگر چیزیں نکال لی گئی تھیں۔

صفدر تختے سے نیچے اترا اور پھر وہ چند لمحے تک تو کمرے میں ٹہلتا رہا۔ اس کا ذہن اس ادھیڑ بن میں تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔ اس نے اپنی تسلی کے لئے دروازے کو اچھی طرح کھینچ کر دیکھ لیا تھا مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ پھر اچانک باہر قدموں کی آواز سنائی دی تو صفدر رک کر بغور آواز سنتا رہا۔ آواز دروازے کے قریب آ کر رک گئی تھی اور پھر تالے میں چابی گھمائی جانے کی آواز سنائی دی تو صفدر احتیاط سے دوبارہ اس بنچ نما تختے پر لیٹ گیا۔ بند آنکھوں کے درمیان معمولی سی جھری سے اس کی تیز نظریں دروازے پر جمی ہوئی تھیں جو آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ صفدر اسی طرح آنکھیں بند کئے لیٹا رہا۔

دروازہ مکمل طور پر کھل گیا اور پھر ایک لمبا تڑنگا آدمی ہاتھ میں مشین گن لئے اندر داخل ہوا۔ اس کی متجسس نظریں صفدر پر جمی ہوئی تھیں۔ صفدر کو بے ہوش دیکھ کر اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ اب اس کے اعصاب جو ممکنہ خطرے کی وجہ سے تنے

ہوئے تھے کسی حد تک ڈھیلے پڑ گئے اور وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا صفدر کے قریب آ گیا۔ دوسرے لمحے صفدر نے اپنے سینے پر اس آدمی کا ہاتھ رینگتا ہوا محسوس کیا۔ صفدر سمجھ گیا کہ وہ اطمینان کر رہا ہے کہ وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔

صفدر بے سدھ پڑا رہا۔ اس نے معمولی سی بھی حرکت نہ کی۔ اپنے اعصاب پر اسے مکمل کنٹرول تھا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ اچانک اس آدمی پر ٹوٹ پڑے لیکن پھر اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ وہ معاملات کو جاننا چاہتا تھا۔

دوسرے لمحے صفدر بنچ سے اٹھتا چلا گیا۔ صفدر نے اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ آدمی اسے کاندھے پر اٹھا رہا تھا۔ پھر صفدر کو کاندھے پر لاد کر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب صفدر کا سر اس آدمی کی پشت کی طرف تھا اس لئے صفدر آنکھیں کھولے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ یہ ایک طویل راہداری تھی جس میں مختلف کمروں کے دروازے تھے۔ تمام دروازے بند تھے اور ان پر تالے پڑے ہوئے تھے۔ راہداری میں اور کوئی ذی روح نظر نہیں آ رہا تھا۔

کافی دور نکل آنے کے بعد وہ شخص ایک کمرے میں داخل ہوا۔ یہ کمرہ بھی خالی تھی۔ وہ آدمی کمرے کے ایک کونے میں رک گیا۔ نجانے اس نے کیا حرکت کی کہ ایک دیوار درمیان سے کھلتی چلی گئی

اور پھر وہ آدمی سیڑھیاں اترنے لگا۔ تقریباً تیس سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ شخص ایک اور راہداری میں پہنچ گیا اور پھر اس راہداری کے ایک دروازے پر اس نے تین بار مخصوص انداز میں دستک دی۔

''کم ان''...... اندر سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر دروازہ کھول کر وہ شخص اندر داخل ہو گیا۔ صفدر نے اب آنکھیں بند کر لی تھیں۔

''یہ ابھی تک بے ہوش ہے''...... وہی غراتی ہوئی آواز دوبارہ سنائی دی۔

''یس باس''...... اس شخص نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا لیکن اس کا لہجہ مؤدبانہ تھا اور پھر اس نے صفدر کو فرش پر لٹا دیا اور خود ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹھنڈے فرش پر لیٹتے ہی صفدر کے جسم میں ایک ہلکی سی تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ کمرے میں موجود دونوں شخص اسے بغور دیکھ رہے تھے اس لئے انہوں نے صفدر کے جسم میں پیدا ہونے والی ہلکی سی تھرتھراہٹ کو بھی محسوس کر لیا تھا۔

''یہ ہوش میں آ رہا ہے''...... باس کی غراتی ہوئی آواز صفدر کے کانوں سے ٹکرائی۔

''یس باس''...... اس شخص نے بھی تائید کرتے ہوئے کہا۔ اب صفدر نے سوچا کہ اسے شرافت سے ہوش میں آ جانا چاہئے کیونکہ اسے ہوش میں لانے کے لئے یہ لوگ مزید کوئی زیادتی نہ کر بیٹھیں۔ یہ سوچ کر اس نے دو تین لمبے لمبے سانس لئے اور پھر آنکھیں

جھپکنی شروع کر دیں۔ ایک لمحے تک وہ آنکھیں جھپکاتا رہا پھر اس نے پوری طرح آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھول کر بھی وہ چند لمحے بے حس و حرکت پڑا رہا اور پھر یکدم اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ آدمی جو صفدر کو لے کر آیا تھا، ہاتھ میں مشین گن لئے کھڑا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ مشین گن کا رخ صفدر کی طرف ہی ہوسکتا تھا۔

''اوہ۔ میں کہاں ہوں''...... صفدر نے اپنا سر پکڑتے ہوئے کہا۔ صفدر ہوش میں آنے کی بہترین ایکٹنگ کر رہا تھا۔

''کھڑے ہو جاؤ''...... باس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی تو صفدر نے چونک کر بولنے والے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر غیر ملکی تھا جس کے چہرے پر زخموں کے مندمل اتنے نشانات تھے کہ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے جیومیٹری کی اشکال بنائی گئی ہوں۔ اس کے چہرے کا کوئی حصہ بھی زخموں کے نشانات سے خالی نہیں تھا اور ان نشانات کی وجہ سے اس کا چہرہ حد درجہ خوفناک ہو گیا تھا اور پھر اس کی چمکتی ہوئی آنکھیں مخالف پر رعب ڈالنے کے لئے کافی تھیں۔

صفدر اس کی آواز سن کر بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ صفدر نے محسوس کیا کہ باس کی آنکھوں سے نکلنے والی تیز شعاعوں نے اس کے ذہن کو جکڑ لیا ہو۔ صفدر کے ذہن میں بے اختیار خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور پھر اس نے اپنی پوری قوت ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے ذہن کو صاف کر لیا۔ اسی لمحے باس کی گھومتی

ہوئی آنکھیں ایک جھٹکے سے بند ہو گئیں۔

''کرسی پر بیٹھ جاؤ''...... باس نے دوبارہ آنکھیں کھول کر صفدر سے کہا۔ اس بار اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ صفدر خاموشی سے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب مشین گن بردار کی طرف صفدر کی پشت تھی۔

''کون ہو تم''...... باس نے غراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''یہی سوال میں تم سے بھی کر سکتا ہوں''...... صفدر نے قدرے درشتگی سے جواب دیا۔

''شٹ اپ۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دو''...... باس کی آواز میں بھیڑیئے جیسی غراہٹ تھی مگر صفدر خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''کون ہو تم''...... باس نے دوبارہ صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ایک انسان''...... صفدر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا تو باس کا چہرہ غصے سے اس قدر بھیانک ہو گیا کہ صفدر کو جھرجھری سی آ گئی۔ اس کی آنکھیں غصے کی شدت سے باہر کو ابل آئی تھیں اور پھر اس زور سے اپنا سر جھٹکا تو صفدر نے سوچا کہ شاید وہ غصہ جھٹک رہا ہے لیکن دوسرے لمحے اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ وہ غصہ نہیں جھٹک رہا تھا بلکہ پیچھے کھڑے ہوئے مشین گن بردار کو مخصوص اشارہ کیا گیا تھا۔ ضرب کافی زوردار تھی۔ صفدر جھٹکا کھا کر

کرسی سے نیچے جا گرا اور پھر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں ایک بار بھی تاریکی چھا گئی۔ وہ نیم بے ہوش ہو چکا تھا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ''...... باس نے غراتے ہوئے کہا تو مشین گن بردار آگے بڑھ آیا۔ اس نے نیم بے ہوش صفدر کو اٹھا کر دوبارہ کرسی پر ڈالا اور ایک زور دار تھپڑ صفدر کے گال پر جڑ دیا۔ یا تو واقعی تھپڑ اتنا زور دار تھا یا صفدر کی قسمت اچھی تھی کہ وہ ایک ہی تھپڑ میں پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ اس کے ہوش میں آتے ہی مشین گن بردار پیچھے ہٹ گیا۔

''اب بتاؤ تم کون ہو''...... باس نے ایک بار پھر صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا تو صفدر نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اس کا سر پکے ہوئے پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ صفدر نے سوچا کہ اب انہیں مزید لفٹ دینا غیر ضروری ہے۔ یہ تو مار مار کر بھرکس نکال دیں گے۔ چنانچہ اس نے ان سے الجھنے کا فیصلہ کر لیا لیکن وہ اس فیصلے کو کسی اچھے موقع پر عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا اور ظاہر ہے جب ایک شخص پیچھے مشین گن لئے کھڑا ہو تو موقع اچھا کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں تھا۔

''تم پوچھنا کیا چاہتے ہو۔ وضاحت سے بتاؤ''...... صفدر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تم وہاں مینجر کے آفس میں کیوں گئے تھے''...... باس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے ایک کپڑے کی قیمت کے متعلق مینجر سے جھگڑا کرنا تھا''...... صفدر نے جواب دیا۔

''تم اس آدمی کے پیچھے نہیں آئے تھے جو تم سے پہلے اندر داخل ہوا تھا''...... باس نے قدرے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کس آدمی کے پیچھے۔ وہاں دکان میں تو کافی آدمی موجود تھے''۔ صفدر نے اطمینان سے جواب دیا۔

''اچھا چلو تسلیم کر لیا کہ تم اس آدمی کے پیچھے نہیں آئے تھے لیکن اگر کسی بھی عام آدمی سے یہ سلوک کیا جاتا تو ہوش میں آتے ہی یقیناً اس نے چیخ و پکار اور اودھم مچانا شروع کر دینا تھا جبکہ تم انتہائی اطمینان اور سکون سے بیٹھے ہو''...... باس نے نفسیاتی نکتہ نکالتے ہوئے کہا۔

''اگر تمہیں شور شرابا پسند ہے تو میں ابھی سے اودھم مچانا شروع کر دیتا ہوں۔ لوگو مجھے مارا گیا۔ مجھے پیٹا گیا''...... اچانک صفدر نے کرسی سے کھڑے ہو کر چیخنا شروع کر دیا تو باس اور مشین گن بردار دونوں کے لئے صفدر کی یہ اچانک حرکت حیران کن ثابت ہوئی۔ چنانچہ دو تین لمحوں کے لئے تو وہ ششدر رہ گئے اور انہی لمحات سے صفدر نے فائدہ اٹھایا۔ اچانک وہ بندر کی طرح اچھلا اور پھر وہ مشین گن بردار کو لیتا ہوا دیوار سے جا ٹکرایا۔ صفدر نے واقعی حیرت انگیز پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیا تھا۔ ایک لمحے میں سچویشن ہی بدل گئی۔ صفدر کی پشت اب دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی

اور مشین گن بردار والے کی گردن اس کے مضبوط بازو میں جکڑی ہوئی تھی جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ مشین گن کے دستے پر تھا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر باس نے اچانک جیب سے ریوالور نکال لیا مگر دوسرا لمحہ پھر اس کے لئے حیرت انگیز ثابت ہوا۔ صفدر نے اپنی پوری طاقت لگا کر مشین گن بردار کو باس پر اچھال دیا تھا۔ زور دار جھٹکے سے مشین گن نیچے گر گئی تھی مگر باس گولی چلا چکا تھا لیکن صفدر کی قسمت اچھی تھی کہ وہ اسی لمحے مشین گن اٹھانے کے لئے جھکا تھا کہ گولی اور اس کے اوپر سے گزر گئی ورنہ صفدر کے سر کے اتنے ٹکڑے ضرور ہو جاتے کہ اچھے سے اچھا سرجن بھی انہیں دوبارہ نہ جوڑ سکتا تھا۔ مشین گن بردار باس کو لئے نیچے جا پڑا اور دوسرے لمحے صفدر کی زور دار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

”ہینڈز اپ۔ خبردار۔ اگر حرکت کی تو جسم میں اتنے سوراخ ہو جائیں گے کہ کمپیوٹر بھی نہ گن سکے گا“...... صفدر نے غراتے ہوئے کہا لیکن اس کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ صفدر کا حکم سنتے ہی وہ دونوں خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو گئے۔ باس کے چہرے پر درندگی اور ناگواری کے تاثرات ابھی تک نمایاں تھی۔

”ہاں۔ اب بتاؤ قصہ کیا تھا“...... صفدر نے آہستہ سے ایک کونے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا کیونکہ وہ ہر طرف سے چوکنا رہنا چاہتا تھا۔

”تم پچھتاؤ گے“...... باس نے غراتے ہوئے کہا۔

”تم فکر نہ کرو۔ پچھتانا میری سرشت میں شامل ہے۔ تم اپنے متعلق بتاؤ“...... صفدر نے بدستور غراتے ہوئے کہا۔

”اگر واقعی تم غیر متعلق آدمی ہو تو تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ مشین گن نیچے پھینک دو اور یہاں سے چلے جاؤ“...... باس نے اس کے لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔

”اب تم مجھے متعلقہ آدمی ہی سمجھ لو“...... صفدر نے جواب دیا۔

”ہونہہ“...... باس ہنکارہ بھرتے ہوئے خاموش ہو گیا۔ شاید وہ کچھ سوچ رہا تھا جبکہ صفدر بغور باس کی طرف دیکھنے لگا جیسے اندازہ لگا رہا ہو کہ وہ کیا سوچ رہا ہے مگر یہی لمحہ اس پر بھاری پڑا۔ اس کی توجہ اسی ایک لمحے کے لئے دوسرے آدمی کی طرف سے ہٹ گئی اور نتیجتاً اچانک ہی وہ برق کی طرح اچھلا اور پلک جھپکتے ہی وہ صفدر پر آن پڑا۔ صفدر نے بچنے کی بے حد کوشش کی مگر حملہ اتنا اچانک اور تیز تھا کہ صفدر کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ اس کے ساتھ ٹکراتا ہوا نیچے فرش پر گرا پڑا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔

باس نے اچھل کر قریب پڑا ہوا ریوالور اٹھا لیا لیکن اس نے ان کو علیحدہ ہونے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ صفدر نے نیچے گرتے ہی اپنا پیر اس شخص کے پیٹ پر رکھ کر زور سے اسے دوسری طرف اچھال دیا لیکن اس کا ہاتھ صفدر کی گردن کو گرفت میں لے چکا تھا اس لئے صفدر بھی اس کے ساتھ ہی دوسری طرف جا گرا اور پھر وہ دونوں ہی

جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ایک طرف ہٹ جاؤ جونی''...... باس نے غراتے ہوئے کہا اور جونی جو صفدر پر جھپٹنے کے لئے پر تول رہا تھا غراتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

''تم اپنے ہاتھ اٹھا لو''...... باس نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا تو صفدر نے ہاتھ اٹھا لئے۔

''جونی۔ مشین گن اٹھا لو''...... باس نے جونی کو حکم دیتے ہوئے کہا تو جونی مشین گن اٹھانے کے لئے آگے بڑھا جو صفدر کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔ صفدر خاموش کھڑا تھا۔ پھر جونی جیسے ہی مشین گن اٹھانے کے لئے جھکا صفدر نے بھی پھرتی دکھائی اور دوسرے لمحے اس کے بوٹ کی ایک زور دار ٹھوکر جونی کے چہرے پر پڑی اور وہ ڈکراتا ہوا الٹ گیا۔ باس نے صفدر پر فائر کھول دیا مگر صفدر پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا جبکہ مشین گن اس نے جھپٹ لی تھی۔

مگر دوسرے ہی لمحے جونی کی دونوں ٹانگیں اس کی گردن کے گرد کس گئیں اور ایک جھٹکے سے صفدر الٹ گیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی۔ اٹھتے ہی اس کے پاؤں بڑے زور سے باس کی ٹانگوں سے ٹکرائے اور پھر باس بھی نیچے آ رہا۔ تینوں ہی یکساں پھرتی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

کمرے میں ایک زور دار جنگ چھڑ گئی۔ صفدر انہیں مشین گن یا

ریوالور اٹھانے کا موقع نہں دینا چاہتا تھا۔ پھر اچانک کمرے میں موجود لائٹ بجھ گئی۔ دوسرے لمحے صفدر بے بس ہو چکا تھا۔ ایک لمحے کا وقفہ ہوا اور دوسرے لمحے ایک شعلہ سا چمکا اور صفدر کے بازو میں جیسے گرم سلاخ گھستی چلی گئی۔ صفدر کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی اور پھر کمرے میں ایک اور بھیانک چیخ گونج اٹھی لیکن یہ چیخ صفدر کی نہیں تھی۔

کار تیزی سے دانش منزل کی طرف دوڑ رہی تھی اور عمران بے حد چوکنا بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے تعاقب کا بھی اندازہ لگانا چاہا لیکن یا تو تعاقب کرنے والے بے حد ذہانت سے تعاقب کر رہے تھے یا واقعی اس کا تعاقب نہیں ہو رہا تھا۔

مائیکل خاموشی سے بیٹھا کار چلا رہا تھا۔ عمران اسے جیسے حکم دیتا وہ اسی طرف چل دیتا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس کا کوئی ارادہ یا خواہش نہ ہو اور اس کے اعصاب کی ڈور عمران کے ہاتھ میں ہو۔ پھر اچانک ایک موڑ مڑتے ہی بائیں طرف سے ایک ٹرک انتہائی تیز رفتاری سے کار کی طرف بڑھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ عمران کی کار کو ٹکر مارنا چاہتا تھا۔

”دائیں طرف کاٹو“...... عمران نے تیزی سے چیختے ہوئے کہا تو مائیکل نے بھی انتہائی پھرتی سے اسٹیئرنگ دائیں طرف کاٹ دیا

لیکن دوسرے لمحے عمران نے جو دروازے کے بالکل قریب بیٹھا تھا خطرے کا مکمل احساس کر لیا کیونکہ دوسری طرف سے بھی ایک ٹرک سڑک بلاک کئے کھڑا تھا۔ مجرموں نے عمران کی کار کا مکمل گھیراؤ کر لیا تھا۔ اب ایک آدھ لمحے کی دیر تھی کہ کار دونوں ٹرکوں کے درمیان کچل کر رہ جاتی اور پھر ساتھ ساتھ ان کے جسموں کے بھی سینکڑوں ٹکڑے ہو جاتے۔

عمران نے برق رفتاری سے دروازہ کھولا اور پھر اس نے کار سے نیچے چھلانگ لگا دی لیکن جلدی میں اس سے اندازے کی غلطی ہو گئی تھی۔ وہ عین سڑک پر گرا تھا اور چند فٹ دور دیوہیکل ٹرک سڑک کو روندتا ہوا انتہائی تیزی سے چلا آ رہا تھا۔ اگر عمران ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہیں سڑک پر پڑا رہتا تو ٹرک اسے کچل کر نکل جاتا۔ عمران گرتے ہی اس طرح اچھلا جیسے سڑک سپرنگ کی بنی ہوئی ہو۔ وہ اچھل کر سڑک سے تھوڑی دور جا گرا اور اسی لمحے ٹرک اس جگہ سے دندناتا ہوا گزر گیا جہاں ابھی چند سیکنڈ پہلے عمران موجود تھا۔

ٹرک ڈرائیور نے شاید عمران کو گرتے اور اچھلتے دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ اچانک ٹرک میں سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ عمران بھی صورت حال کو سمجھ چکا تھا اس لئے وہ بھی سانپ کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے وہ فٹ پاتھ کے قریب پڑے ہوئے ایک کوڑے کے ڈرم کی اوٹ میں ہو گیا۔

مائیکل نے شاید کار روک لی تھی۔ ادھر ٹرک بھی بریکوں کی زور دار چیخیں بلند کرتا ہوا کار کے قریب جا کر رک گیا۔ دوسرے لمحے ٹرک کے اندر سے دو تین آدمی ہاتھوں میں ریوالور لئے نیچے اتر آئے۔ عمران نے نظریں دوڑا کر ماحول کا جائزہ لیا تو اس کی پشت پر ایک چھوٹی سی دیوار تھی۔ اردگرد ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں سے وہ اوٹ لے سکتا۔ سڑک سنسان ہونے کی وجہ سے مجرموں کا اس پر مکمل طور پر قبضہ تھا۔

اب ٹرک سے اترنے والے تمام افراد اس کوڑے کے ڈرم کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے جس کے پیچھے عمران چھپا ہوا تھا۔ ان کے ریوالوروں کے رخ عمران کی طرف تھے۔ وہ تمام محتاط انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے اس کوڑے کے ڈرم کی طرف آ رہے تھے۔

عمران نے آہستہ سے جیب سے ریوالور نکالا اور پھر اس کا رخ حملہ آوروں کی طرف کر دیا۔ ایک عجیب مگر انتہائی خطرناک پوزیشن ہو گئی تھی۔ مجرم تعداد میں کافی تھے اگر وہ اچھل کر اس دیوار کو پھلانگنے کی کوشش کرتا تو شاید اس کی پشت میں پانچ چھ نہیں تو ایک دو سوراخ تو ضرور ہو جاتے اور اگر وہ اسی طرح کوڑے کے ڈرم کے پیچھے بدستور چھپا رہتا تو حملہ آوروں کے ہاتھوں بزدل چوہے کی مانند پکڑا جاتا۔

اردگرد ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں وہ چھپ سکتا یا اس کی اوٹ لے کر سچوئیشن کو تبدیل کر سکتا۔ کوڑے کے ڈرم کی طرف آنے

والوں کی تعداد تقریباً دس تھی۔ وہ ایک دائرے کی صورت میں آگے بڑھ رہے تھے۔ عمران کی آنکھیں سانپ کی طرح اپنے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کے ریوالور میں صرف چھ گولیاں تھیں اور وہ زیادہ سے زیادہ چھ آدمیوں کو گرا سکتا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ ریوالور لوڈ کرتا اسے آسانی سے مارا جا سکتا تھا۔

اب حملہ آور ڈرم کے کافی قریب پہنچ چکے تھے۔ عمران نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے اچانک ریوالور کا ٹریگر دبا دیا اور پھر ایک زور دار چیخ بلند ہوئی اور سب سے آگے آنے والا آدمی گھومتا ہوا زمین پر آ گرا۔ اپنے ساتھی کو گرتا دیکھ کر حملہ آوروں کے قدم رک گئے تھے۔ ان کی پوزیشن واقعی خطرناک تھی۔ وہ کھلی جگہ میں تھے جبکہ عمران اوٹ میں تھا۔

عمران نے ان کو سوچنے کا کوئی موقعہ دیئے بغیر ایک بار پھر فائر کھول دیا اور ایک اور آدمی لہراتا ہوا نیچے گر پڑا۔ پھر اس پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو گئی اور حملہ آور زمین پر لیٹ کر گولیاں چلانے لگے۔ دوسرے ٹرک سے اترنے والے لوگ بھی ادھر بھاگنے لگے جبکہ عمران ڈرم کی سیدھ میں پیچھے ہٹنے لگا۔

دیوار ڈرم سے تقریباً چار پانچ گز دور تھی۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا چلا گیا اور پھر اچانک اس نے پلٹ کر ایک زور دار جمپ لگایا۔ اس کے جمپ لگاتے ہی گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنائی دی لیکن زمین پر لیٹے ہوئے حملہ آور سچوئیشن کا صحیح اندازہ نہ کر سکے اور نہ ہی وہ

عمران کو پیچھے ہٹتا محسوس کر سکتے تھے اس لئے اس بار بھی ان کا نشانہ زیادہ تر ڈرم ہی رہا اور عمران ہائی جمپ کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے دیوار پار کر گیا۔

ایک آدھ گولی اس کے قریب دیوار پر بھی لگی لیکن وہ صحیح سلامت دوسری طرف جا گرا تھا۔ دیوار کے دوسری طرف شاید کوئی کوٹھی زیر تعمیر تھی اور اس کی بنیادیں کھدی ہوئی تھیں اور اس کی تعمیر جاری تھی۔ عمران نیچے گرتے ہی تیزی سے آگے بھاگتا چلا گیا۔ پھر جب تک حملہ آور دیوار کے قریب پہنچتے عمران ایک دوسری گلی میں داخل ہو چکا تھا۔

مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا وہ سڑک پر پہنچ گیا اور پھر جلد ہی ایک خالی ٹیکسی اسے لئے فلیٹ کی طرف دوڑ رہی تھی اور عمران خاموشی سے بیٹھا صورتحال پر غور کر رہا تھا۔ ایک اہم سراغ مائیکل کے روپ میں اچانک ہاتھ لگا تھا مگر وہ بھی ضائع ہو گیا اور اب پھر وہ مکمل اندھیرے میں تھا۔

صدیقی، جولیا کا ٹیلی فون سنتے ہی سیدھا بازار میں اس دکان پر پہنچ گیا۔ دکان حسب معمول گاہکوں سے بھری ہوئی تھی اور وہاں ایسے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے جس سے صدیقی سمجھتا کہ صفدر کی پراسرار گمشدگی کا راز اس دکان سے متعلق ہے۔ وہ کافی دیر تک مختلف کپڑوں کے ڈیزائن دیکھتا رہا۔

''آپ کو کون سا کپڑا چاہئے''...... سیلز مین نے جب صدیقی کو کوئی فیصلہ نہ کر پاتے دیکھا تو آخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

''ہونہہ''...... صدیقی ایک لمحے کے لئے اس اچانک سوال پر گھبرا گیا اور پھر اس نے جلدی ہی اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

''وولف ہیئر سوٹنگ''...... صدیقی نے جواب دیا۔

''وولف ہیئر سوٹنگ''...... سیلز مین نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"جی ہاں۔ بھیڑیئے کے بالوں سے بنا ہوا کپڑا"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیکن بھیڑیئے کے بالوں سے تو آج تک کوئی کپڑا نہیں بنایا گیا"...... سیلز مین نے شاید اسے مذاق سمجھتے ہوئے ناگوار لہجے میں جواب دیا۔

"نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کی دکان پر ایسا کپڑا موجود ہے۔ یہ جدید ترین فیشن ہے۔ آپ کا منیجر کون ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں"...... صدیقی نے کہا۔ اس نے اس قسم کے کپڑے کا نام ہی اس لئے بتایا تھا تاکہ منیجر سے ملنے کا موقع پیدا کیا جا سکے۔

"لیکن منیجر صاحب اس وقت ایک اہم کاروباری میٹنگ میں مصروف ہیں اس لئے آپ ان سے ملاقات نہیں کر سکتے"...... سیلز مین نے کہا۔ اس کے چہرے پر قدرے پریشانی کے آثار ابھر آئے تھے۔

"اوکے۔ کوئی بات نہیں۔ میں اور کوئی کپڑا لے لیتا ہوں"۔ صدیقی نے کہا۔ وہ سیلز مین کی اس گھبراہٹ پر قدرے مشکوک ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ اس کاؤنٹر کو چھوڑ کر منیجر کے آفس کے نزدیکی کاؤنٹر پر چلا گیا جہاں سوتی کپڑے کا سٹاک موجود تھا۔ سیلز مین ایک لمحے کے لئے گہری نظروں سے ادھر دیکھتا رہا لیکن پھر شاید صدیقی کی لاپرواہی اور بے تعلقی دیکھ کر وہ مطمئن ہو گیا اور دوسرے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

صدیقی چند منٹ تک سوتی کپڑوں کے ڈیزائن اور کوالٹی دیکھتا رہا پھر اچانک وہ آگے بڑھا اور دوسرے لمحے وہ منیجر کے آفس کے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر گھس گیا۔ لیکن اندر گھستے ہی اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ کمرہ قطعی خالی تھا۔ صدیقی حیران تھا کیونکہ ابھی سیلز مین تو کہہ رہا تھا کہ منیجر اہم کاروباری میٹنگ میں مصروف ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ معاملہ واقعی کچھ مشکوک ہے۔

اس نے پہلا کام تو یہ کیا کہ آہستہ سے دروازہ کی اندر سے چٹخنی چڑھا دی اور پھر جیب سے ریوالور نکال کر وہ آگے بڑھا۔ اس نے بغور ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کمرے کا کسی تہہ خانے سے تعلق ہے۔ تب ہی منیجر اندر سے غائب ہو گیا ہے۔ صدیقی ادھر ادھر دیکھتا ہوا ایک بڑی سی الماری کے قریب پہنچ گیا اور اسے بغور دیکھنے لگا۔ صدیقی نے الماری کو ہلا جلا کر بھی دیکھا لیکن الماری اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمی ہوئی تھی۔

صدیقی مزید آگے بڑھ گیا۔ اسے جلدی بھی تھی اور ڈر بھی کہ کہیں کوئی اور شخص کمرے کے اندر داخل نہ ہو جائے یا اس سیلز مین کو ہی شک نہ پڑ جائے لیکن کمرے میں اسے ایسی کوئی جگہ یا بٹن نظر نہ آیا جس سے وہ سمجھتا کہ ادھر سے تہہ خانے کا راستہ ہو گا۔ پھر اسے ایک خیال آیا کہ شاید منیجر کسی جگہ گیا ہو۔ میٹنگ کسی اور جگہ بھی تو ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے باہر نکلنے کا ارادہ کیا اور پھر جیسے ہی وہ دروازے کی طرف مڑا ایک ہلکی سی آواز اس کے کانوں

سے ٹکرائی اور وہ تیزی سے مڑا اور دوسرے لمحے حیرت سے اس کی آنکھیں چوڑی ہو گئیں۔ سامنے والی الماری جسے وہ ہلا جلا کر دیکھ چکا تھا آہستہ آہستہ گھوم رہی تھی۔ وہ تیزی لیکن احتیاط سے ایک پردے کے پیچھے ہو گیا۔

الماری پوری طرح گھوم گئی اور پھر ایک ادھیڑ عمر آدمی جس کے چہرے پر خشونت برس رہی تھی باہر آ گیا۔ الماری دوبارہ واپس اپنی جگہ پر پہنچ کر رک گئی۔ ادھیڑ عمر آدمی نے تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف قدم بڑھائے لیکن صدیقی پردے کے پیچھے سے نکل آیا۔

''خاموشی سے ہاتھ اوپر اٹھا لو دوست''...... صدیقی نے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا تو وہ ادھیڑ عمر آدمی تیزی سے مڑا اور پھر صدیقی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اس نے قدرے بے بسی سے ہاتھ اٹھا لئے۔

''دوسری طرف منہ کرو''...... صدیقی نے کرخت لہجے میں حکم دیا۔

''تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو''...... ادھیڑ عمر نے سخت لہجے میں پوچھا۔ شاید اب وہ حیرت کے اچانک دھچکے سے سنبھل گیا تھا۔

''خاموشی سے مڑ جاؤ ورنہ میرے ریوالور پر سائیلنسر لگا ہوا ہے اور اس کی خاموش گولی تمہاری موت بن جائے گی''...... صدیقی نے لہجے میں مزید کرختگی پیدا کرتے ہوئے کہا تو ادھیڑ عمر ایک لمحے تک خاموشی سے صدیقی کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنا رخ دوسری طرف

موڑ لیا۔ اس کے مڑتے ہی صدیقی احتیاط سے اس کے قریب گیا اور پھر اس نے ریوالور کی نال اس کی کمر سے لگائی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگا۔ ایک جیب میں موجود ریوالور اس نے باہر نکال لیا۔

اسی لمحے اچانک اس آدمی نے نجانے کیسا داؤ کھیلا کہ صدیقی کو یوں محسوس ہوا جیسے اچانک اس کے پیروں نے زمین چھوڑ دی ہو اور دوسرے لمحے وہ اس آدمی کے سر سے ہوتا ہوا سامنے والی دیوار سے ٹکرا گیا۔ دونوں ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئے تھے اور صدیقی دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے اٹھنے میں بے حد پھرتی دکھائی لیکن وہ آدمی ریوالور ہاتھ میں لئے مسکرا رہا تھا۔

''اب تم شرافت سے ہاتھ اٹھا لو ورنہ''...... ادھیڑ عمر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ صدیقی نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کا اپنا ریوالور اس سے کافی دور گرا ہوا تھا اور اگر وہ اسے اٹھانے کے لئے چھلانگ لگاتا تو یقیناً اس آدمی کو گولی چلانے کا موقع مل جاتا۔ چنانچہ اس نے ہاتھ اٹھا لئے۔

''اس کونے میں ہو جاؤ''...... ادھیڑ عمر نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو صدیقی خاموشی سے بائیں کونے میں چلا گیا اور اس آدمی نے ایک سائیڈ پر ہو کر صدیقی کا ریوالور بھی اٹھا لیا۔

''اب بتاؤ تم کون ہو''...... ادھیڑ عمر نے سخت اور انتہائی ترش لہجے میں پوچھا۔

"میرا ساتھی کہاں ہے"...... صدیقی نے براہ راست مطلب کی بات کرتے ہوئے پوچھا۔

"ساتھی۔ کون سا ساتھی"...... ادھیڑ عمر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"جو اس دکان میں آ کر گم ہو گیا ہے"...... صدیقی نے جواب دیا۔

"دکان میں آ کر گم ہو گیا ہے۔ کیا مطلب ہے تمہارا۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا"...... ادھیڑ عمر نے حیرت زدہ لہجے میں جواب دیا لیکن صدیقی کو اس کے لہجے سے اندازہ ہو گیا کہ اس کی حیرت مصنوعی ہے۔ ویسے اسے اتنا اندازہ ہو گیا تھا کہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے ورنہ اس کے گرنے کے شور سے کوئی نہ کوئی ضرور اندر آ کر دیکھتا کہ اندر کیا اودھم مچا ہوا ہے۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہوا۔ تم حیران ہونے کی ایکٹنگ چھوڑ کر سیدھی طرح بتا دو کہ میرا ساتھی کہاں ہے ورنہ"...... صدیقی نے سخت لہجے میں جواب دیا۔

"اور اگر نہ بتاؤں تو"...... ادھیڑ عمر نے طنزیہ لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم صرف اس ریوالور کے بل پر ایسا کہہ رہے ہو"...... صدیقی نے زہرخند لہجے میں کہا۔

"چلو ایسا ہی سمجھ لو"...... ادھیڑ عمر نے جواب دیا۔

"تو کر لو جو کرنا ہے"...... صدیقی نے یکدم ہاتھ نیچے کرتے ہوئے کہا۔ ادھیڑ عمر کو شاید خواب میں بھی یہ توقع نہیں تھی کہ صدیقی اتنی جرأت کر لے گا اس لئے وہ قدرے سراسیمہ ہو گیا جیسے اس کی سمجھ میں نہ آ رہا ہو کہ وہ فوری طور پر کیا ردعمل ظاہر کرے۔

صدیقی نے زبردست نفسیاتی وار کیا تھا۔ اس کا مقصد بھی اسے سراسیمہ کرنا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی سراسیمگی اور تذبذب کے آثار اس آدمی کے چہرے پر ظاہر ہوئے صدیقی نے پہلی فرصت میں اس پر چھلانگ لگا دی۔ ایک زبردست لیکن محتاط چھلانگ۔ اس ادھیڑ عمر نے صدیقی کو چھلانگ لگاتے دیکھ کر ٹریگر دبا دیا مگر وہ ایک لمحے کی تاخیر کر چکا تھا۔ جس وقت ٹریگر دبا اس وقت صدیقی کی لات اس کے ہاتھ پر پڑی۔ گولی چلی ضرور مگر ریوالور نیچے ہو جانے کی وجہ سے گولی فرش پر جا لگی اور صدیقی اور ادھیڑ عمر دونوں پیچھے جا گرے۔

دوسرے لمحے صدیقی نے ادھیڑ عمر کے پیٹ پر لات رکھ کر جو جھٹکا دیا تو ادھیڑ عمر جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا الٹ کر دوسری طرف جا گرا۔ اب صدیقی کو اس سے پہلے اٹھنے کا موقع مل گیا اور وہ اس طرح اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اس کے جسم میں سپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ پھر دوسرے لمحے اس نے اس آدمی پر جو اٹھنے کی دوبارہ کوشش کر رہا تھا ٹھوکروں کی بارش کر دی۔ اس نے ان ٹھوکروں سے بچنے کی بے حد کوشش کی لیکن صدیقی کے سر پر جنون سوار ہو

چکا تھا۔ وہ کوئی لفظ بولے بغیر اس پر ٹھوکریں برساتا چلا گیا۔

چند ہی لمحوں بعد اس آدمی کا چہرہ زخموں سے اٹ گیا اور اس کی چیخیں بلند ہونے لگیں لیکن صدیقی کو علم تھا کہ اس کی چیخیں اسی کمرے میں دفن ہو جائیں گی۔ چنانچہ چیخوں کا خیال کئے بغیر وہ اپنے کام میں لگا رہا۔

''بب۔ بب۔ بس۔ بس۔ بس کرو''...... ادھیڑ عمر نے ہکلاتے ہوئے کہا تو صدیقی نے مشین کی مانند چلنے والی ٹانگیں روک دیں اور پھر لپک کر اس نے وہ ریوالور بھی اٹھا لیا اور اپنا بھی جو دور کونے میں پڑا ہوا تھا۔ ادھیڑ عمر سر پکڑے فرش پر بیٹھا تھا اور اس کے چہرے پر موجود زخموں سے خون نکل رہا تھا اور اس کے منہ سے لگاتار کراہیں نکل رہی تھیں۔

''اب جلدی سے بتاؤ ورنہ میں دوبارہ شروع ہو جاؤں گا''۔ صدیقی نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

''بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ خدا کے لئے پہلے الماری سے وہسکی کی بوتل نکال کر مجھے دو''...... ادھیڑ عمر نے کراہتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے بسی نمایاں تھی۔

صدیقی نے ایک لمحے کے لئے بغور اسے دیکھا اور پھر کونے والی الماری کی طرف بڑھ گیا۔ ویسے وہ پوری طرح چوکنا تھا۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس میں رکھی ہوئی وہسکی کی بوتل اٹھا لی اور دوسرے لمحے وہ کچھ ہو گیا جس کا اسے تصور بھی نہیں تھا۔ بوتل

اٹھاتے ہی الماری کے اوپر موجود خانے سے ایک راڈ جس کا سرا کافی موٹا تھا تیزی سے نکلا اور صدیق کے ماتھے پر زور سے لگا اور صدیقی الٹ کر پیچھے جا گرا۔ اس کے ماتھے پر اچھا خاصا گومڑ بن گیا تھا۔ ضرب کافی زور دار تھی۔ اس کے دماغ میں تاریکیاں چھانے لگیں۔ اس نے ان تاریکیوں کو جھٹکنے کی کافی کوشش کی لیکن بے سود۔ چند ہی لمحوں بعد وہ تقریباً نیم بے ہوش ہو چکا تھا۔

ادھیڑ عمر جو بغور یہ تمام حرکات دیکھ رہا تھا صدیقی کو بے ہوش سمجھ کر قدرے زخمی مسکراہٹ سے اٹھا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر پہلے تو صدیقی کے جسم کو نفرت سے ٹھوکر ماری جیسے اس کی بے بسی پر طنز کر رہا ہو پھر اس نے آگے بڑھ کر الماری بند کی لیکن الماری بند کرنے سے پہلے اس نے اس کی سائیڈ میں لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا تھا ورنہ ہو سکتا تھا اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو صدیقی کا ہوا تھا۔ الماری بند کر کے اس نے میز کی دراز کھول کر اندر ہاتھ ڈال کر کوئی بٹن دبایا اور دوسرے لمحے وہی الماری دوبارہ گھومنے لگی جس کے گھومنے سے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ صدیقی نے پوری طرح ہوش میں آنے کی کوشش کی لیکن اس کا جسم بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔

الماری پوری طرح گھوم گئی تو آگے ایک تنگ سا راستہ تھا۔ ادھیڑ عمر نے مڑ کر نیم بے ہوش صدیقی کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور پھر اس راستے میں داخل ہو گیا۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی الماری دوبارہ اپنی جگہ پر آ گئی۔ راستہ تاریک تھا مگر وہ شخص آگے

بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی ایک اور دروازہ آ گیا تو اس نے ہاتھ مار کر وہ دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے وہ ایک تاریک سی گلی میں تھا۔ یہ گلی دونوں اطراف سے بلڈنگوں میں گھری ہوئی تھی۔ دروازے کے قریب ہی ایک کار موجود تھی۔ اس نے کار کا عقبی دروازہ کھولا اور پھر صدیقی کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور خود آگے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر زخموں سے نکلنے والا خون صاف کیا اور دوسرے لمحے کار سٹارٹ کر دی۔ جلد ہی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی گلی سے باہر نکلی اور پھر مختلف سڑکوں پر دوڑنے لگی۔

کیپٹن شکیل اور تنویر، عمران اور غیر ملکی جوڑے کے جانے کے بعد کافی دیر تک وہیں بیٹھے رہے۔ وہ دونوں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ شاید وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

''چلیں تنویر''...... کیپٹن شکیل نے یکدم چونک کر کہا۔

''ہاں''...... تنویر نے بھی چونکتے ہوئے کہا۔ شاید وہ بھی خیالات کی دنیا سے واپس آ گیا تھا اور پھر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ویٹر بل لے آیا تھا۔ کیپٹن شکیل نے بل ادا کیا اور پھر وہ دونوں قدم بہ قدم چلتے ہوئے ہوٹل سے باہر نکل آئے۔

''اب کہاں کا پروگرام ہے''...... تنویر نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''میں تو اپنے فلیٹ پر جاؤں گا''...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

''او کے۔ پھر مجھے اجازت''...... تنویر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ کیپٹن شکیل سے ہاتھ ملا کر پارکنگ کی طرف بڑھ گیا جہاں اس کی کار موجود تھی۔ کیپٹن شکیل چند لمحے وہیں کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا اور پھر وہ بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمپاؤنڈ سے باہر آ گیا۔ اس نے گیٹ کے باہر کھڑی ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اندر بیٹھ گیا۔

''کہاں چلنا ہے صاحب''...... ٹیکسی ڈرائیور نے پیچھے مڑ کر پوچھا۔

''مارک روڈ چلو''...... کیپٹن شکیل نے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے میٹر ڈاؤن کر کے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ چند لمحوں بعد ٹیکسی معروف سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل خاموشی سے بیٹھا اس تصویر کے متعلق سوچ رہا تھا کہ کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے۔ اس نے سوچا فلیٹ جا کر ایکسٹو سے اس کیس پر بات کرے گا تا کہ اسے پتہ چل سکے کہ کیس کی نوعیت کیا ہے کہ اچانک ٹیکسی ایک جھٹکے سے رک گئی اور بریکوں کی چیخوں نے اسے چونکا دیا۔

''کیا ہوا''...... کیپٹن شکیل کے منہ سے نکلا اور پھر اسے سب کچھ سمجھ آ گیا تھا۔ آگے ایک کار نے سڑک روکی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کہ کیپٹن شکیل کچھ کرتا دو آدمی ریوالور لئے اس کے سر ہو گئے۔ ایک آدمی نے ڈرائیور کی کنپٹی پر ریوالور رکھا ہوا تھا۔

''خاموشی سے باہر نکل آؤ''...... ریوالور بردار نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور دوسرے آدمی نے کار کا دروازہ کھول دیا

اور کیپٹن شکیل باہر نکل آیا۔

''ہاتھ اٹھا کر سامنے کار کی طرف چلو''...... ریوالور بردار نے کہا۔

''تم بھی باہر نکلو''...... ریوالور بردار نے ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا اور ٹیکسی ڈرائیور جس کا رنگ خوف سے زرد ہو رہا تھا، خاموشی سے باہر نکل آیا۔ دوسرے لمحے ریوالور کے دستے کا ایک زور دار وار ٹیکسی ڈرائیور کے سر پر پڑا اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی مانند زمین پر گر پڑا۔ کیپٹن شکیل کے پیچھے اب دو آدمی ریوالور لئے چل رہے تھے۔ انہوں نے اس کی جیب سے ریوالور بھی نکال لیا تھا جبکہ تیسرے آدمی نے ٹیکسی ڈرائیور کو بے ہوش کر دیا تھا۔ اس نے ڈرائیور کو ٹیکسی کے اندر ڈالا اور ٹیکسی کو سٹارٹ کر کے ایک سائیڈ پر لگا دیا اور پھر دروازہ بند کر کے وہ تقریباً بھاگتا ہوا اپنی کار کی طرف آیا۔

''اسے اندر بٹھاؤ۔ کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو''...... تیسرے ریوالور بردار نے انتہائی تلخ لہجے میں اپنے آدمیوں سے کہا۔ وہ شاید ان دونوں کا انچارج تھا۔

''چلو اندر بیٹھو''...... ایک شخص نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل خاموشی سے اندر بیٹھ گیا۔ اس کے دونوں طرف وہ دونوں آدمی بیٹھ گئے جبکہ انچارج نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور پھر گاڑی نے سٹارٹ ہو کر ایک ٹرن لیا اور تیز رفتاری سے

دوڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

کیپٹن شکیل بڑے مطمئن انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان تین آدمیوں سے نپٹنے کے بہت سے مواقع آئے تھے مگر وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں کا پروگرام کیا ہے اور وہ اسے کہاں لے کر جانا چاہتے ہیں۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے ان کے ساتھ جانے سے کوئی نیا سراغ ہاتھ لگ جائے۔ چنانچہ وہ اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ کار مختلف سڑکوں سے ہوتی ہوئی ایک سنسان سڑک پر پہنچی تو ڈرائیور نے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔

”اس کی آنکھوں پر پٹی باندھو“...... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے شخص نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ کیپٹن شکیل کی طرف کر دیا۔ کیپٹن شکیل کے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمیوں میں سے ایک نے جیب سے سیاہ رنگ پٹی نکالی اور پھر کیپٹن شکیل کی آنکھوں پر مضبوطی سے باندھ دی۔ کیپٹن شکیل نے پٹی بندھنے سے پہلے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لی تھیں۔

چنانچہ جب اس آدمی نے پٹی باندھ لی اور کار دوبارہ چل پڑی تو اس نے آنکھیں کھولنے کے لئے زور لگایا۔ آنکھیں سختی سے بند ہونے کی وجہ سے آنکھ کے ارد گرد کی کھال سکڑ گئی تھی اور پھر اس پر پٹی بھی انتہائی کس کر باندھی گئی تھی اس لئے جب کیپٹن شکیل نے آنکھ کھولنے کے لئے زور لگایا تو وہ کھال اپنی جگہ واپس پہنچ گئی اور پٹی بھی اس کے ساتھ ہی تھوڑی سی اوپر کھسک گئی۔ اب ایک معمولی

سی درز پیدا ہو گئی تھی اور تھوڑی سی کوشش سے وہ با آسانی ادھر ادھر دیکھ سکتا تھا۔

یہ شعبدہ بازوں والا کرتب تھا جو آنکھوں پر پٹی باندھ کر ٹیڑھی لکیر پر چلنا اور کتاب پڑھنا اور پٹی بندھی ہونے کے باوجود سب کچھ دیکھ لینے کا شعبدہ کرتے تھے۔ کیپٹن شکیل نے بھی وہی شعبدہ استعمال کیا تھا۔ چنانچہ اب وہ لوگ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر مطمئن ہو گئے تھے لیکن مقابل میں کیپٹن شکیل تھا اس لئے وہ بھی اطمینان سے پٹی باندھے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

گاڑی اب مختلف سڑکوں سے گزر رہی تھی اور پھر شباب کالونی کی ایک کوٹھی میں داخل ہو گئی۔ کوٹھی کا نمبر کیپٹن شکیل کے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔ کار کو پورچ میں روک کر انہوں نے دروازے کھولے اور پھر کیپٹن شکیل کو بازو سے پکڑ کر باہر نکالا اور پھر وہ اسے لئے ہوئے اندر چل دیئے۔ مختلف کمروں سے گزرتے ہوئے وہ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچ گئے۔

”اب اس کی پٹی اتار دو“...... انچارج نے کہا اور پھر کیپٹن شکیل کی آنکھوں سے پٹی اتار دی گئی۔ اس نے دو تین بار آنکھوں کو یوں جھپکا جیسے اب تک اس کی آنکھیں بند رہی ہوں۔ ہال میں انتہائی تیز روشنی تھی۔ یہ روشنی چھت کے مرکزی حصے سے نکل رہی تھی اور پھر کیپٹن شکیل نے جب ادھر ادھر دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ہال قطعی طور پر فرنیچر سے خالی تھا۔

کیپٹن شکیل کمرے کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک سامنے والی دیوار میں ایک دروازہ کھلا اور ایک نقاب پوش جس کا نقاب سنہرے رنگ کا تھا اور نقاب پر بچھو کی تصویر بنی ہوئی تھی اندر داخل ہوا۔ کیپٹن شکیل اسے بغور دیکھنے لگا۔ اس کے جسم کے ارد گرد نامعلوم شعاعوں کا ہالہ موجود تھا۔ یہ بنفشی رنگ کی شعاعیں تھیں جو اس کے جسم کے ارد گرد کراس بناتی ہوئی گھوم رہی تھیں۔

"یہ کون ہے"...... نقاب پوش نے کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے آواز کسی مشین سے نکل رہی ہو۔

"باس۔ یہ اس آدمی کا ساتھی ہے جو مائیکل کو اغوا کر کے لے جا رہا تھا"...... انچارج نے مؤدبانہ لہجے میں کہا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

"کیسے معلوم ہوا"...... نقاب پوش نے بدستور کھڑکھڑاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"باس۔ نمبر الیون نے رپورٹ دی تھی کہ اس آدمی نے ٹیلی فون کر کے اسے بلایا تھا اور پھر جاتے جاتے وہ انہیں اشارہ بھی کر گیا تھا"...... انچارج نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ تعداد میں زیادہ تھے"...... نقاب پوش نے چونک کر پوچھا۔

"یس باس۔ اس کا ایک ساتھی بھی ہے جس پر گینگ نمبر سکس متعین تھا"...... انچارج نے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ نقاب

پوش کچھ کہتا اچانک کمرے میں ایک ہلکی سی سیٹی کی آواز سنائی دی تو نقاب پوش تیزی سے ایک ستون کی طرف بڑھا اور پھر ستون پر لگے ہوئے کافی بڑے سوئچ بورڈ پر ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ سیٹی کی آواز آنا اب بند ہو گئی تھی۔ دوسرے لمحے سائیڈ کا ایک دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ کیپٹن شکیل یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ان میں سے ایک آدمی کے کاندھے پر تنویر لدا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ تنویر بے ہوشی کی حالت میں ہے۔ اس آدمی نے تنویر کو لا کر کیپٹن شکیل کے پاس لٹا دیا اور پھر کھڑے ہو کر مؤدبانہ انداز میں سر جھکا دیا۔

"کیا یہ اس کا ساتھی ہے"...... نقاب پوش نے پوچھا۔

"یس باس"...... آنے والوں میں سے ایک نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اب سوائے نمبر ٹونٹی کے باقی سب جاؤ"۔ نقاب پوش نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر وہی انچارج جو کیپٹن شکیل کی کار کا ڈرائیور تھا وہیں رہ گیا اور باقی سب لوگ واپس چلے گئے۔

"نمبر ٹونٹی"...... ان لوگوں کے جانے کے بعد نقاب پوش نے انچارج سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یس باس"...... نمبر ٹونٹی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تم اس سے پوچھ گچھ کرو اور مجھے رپورٹ دو۔ اگر یہ کچھ بتانے سے انکار کرے تو بلاتکلف گولی مار دینا"...... نقاب پوش نے سرد لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے باس"...... نمبر ٹوئنٹی نے جواب دیا اور نقاب پوش واپس مڑ گیا۔ اس کے دیوار کے قریب پہنچتے ہی دیوار میں دروازہ کھلا اور نقاب پوش کے گزرنے کے بعد وہ دروازہ بند ہو گیا۔ اب وہاں سپاٹ دیوار نظر آ رہی تھی۔

"ہاں دوست۔ اب شرافت سے اپنے متعلق سب کچھ بتا دو"۔ نقاب پوش کے جانے کے بعد نمبر ٹوئنٹی نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور موجود تھا۔

"کیا بتاؤں"...... کیپٹن شکیل نے کہا جو اب تک خاموشی سے کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"اپنے ساتھیوں کے متعلق سب کچھ تفصیل سے بتا دو"...... نمبر ٹوئنٹی نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"تم تو مجھ سے ایسے پوچھ رہے ہو جیسے ماسٹر بچوں سے کہتا ہے ہاں بیٹے محمود غزنوی کے حملوں کا حال بیان کرو"...... کیپٹن شکیل نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"یو شٹ اپ۔ بلڈی فول۔ میں شرافت سے پوچھ رہا ہوں اور تم مذاق کر رہے ہو"...... نمبر ٹوئنٹی نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کا پارہ یکدم چڑھ گیا تھا۔

"اچھا۔ تم شرافت کی بجائے بدمعاشی سے پوچھ لو لیکن کم از کم پوچھنے کا سلیقہ تو سیکھ لو"...... کیپٹن شکیل نے کہا۔ شاید وہ وقت گزارنا چاہتا تھا تا کہ تنویر کو ہوش آ جائے۔ مگر دوسرے لمحے نمبر ٹوئنٹی کا چہرہ

غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اب وہ ایک ستون کے قریب تھا۔ کیپٹن شکیل اسے یوں اچانک پیچھے ہٹتے دیکھ کر چونک پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی ردعمل ظاہر کرتا نمبر ٹوئنٹی نے ستون پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور پھر وہ کچھ ہو گیا جو کیپٹن شکیل کے تصور میں بھی نہیں تھا۔

جس جگہ کیپٹن شکیل کھڑا تھا فرش کے اس ٹکڑے نے تیزی سے حرکت کی اور یہ سب کچھ ایک سیکنڈ میں ہو گیا اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل الٹا لٹکا ہوا تھا۔ وہ ٹکڑا ہی دیوار سے ہوتا ہوا چھت کی طرف چلا گیا تھا۔ ادھر اونچی چھت سے ایک لمبی سلاخ نیچے آ گئی جس کے سرے پر ایسا ہی ایک ٹکڑا لگا ہوا تھا اور فرش والا ٹکڑا اس ٹکڑے سے کھٹاک کی آواز سے چپک گیا۔ اب ظاہر ہے کیپٹن شکیل کے قدم اس ٹکڑے سے چپکے ہوئے تھے ورنہ وہ تو کم از کم الٹا نہ ہوتا۔

کیپٹن شکیل کو اس جادوگری کی امید نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ نمبر ٹوئنٹی ریوالور کے بل بوتے پر اس سے پوچھ گچھ کرے گا۔ اسے یہ تو خبر نہ تھی کہ یہاں ایسے ایسے طلسم موجود ہیں جو ایک سیکنڈ میں آدمی کو الٹا کر دیتے ہیں۔

"اب بولو۔ کیا کہتے ہو"...... نمبر ٹوئنٹی نے کہا۔ اس کے چہرے پر حقارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

"صرف ایک فرق ہوا ہے کہ تم مجھے الٹے نظر آ رہے ہو۔ باقی

سب ٹھیک ہے‘‘...... کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو نمبر ٹونٹی کا پارہ مزید چڑھ گیا اور دوسرے لمحے اس نے آگے بڑھ کر کیپٹن شکیل کے چہرے پر زوردار تھپڑ جڑ دیا۔ تھپڑ خاصا زوردار تھا مگر کیپٹن شکیل کے ہاتھ تو آزاد تھے اور اس کا خیال شاید نمبر ٹونٹی کو نہ رہا تھا۔ اس نے تھپڑ مار کر پیچھے ہٹنا چاہا مگر اب وہ کیپٹن شکیل کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں تھا۔ کیپٹن شکیل کا ایک ہاتھ اس کے بازو پر جما ہوا تھا جس میں اس نے ریوالور پکڑا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ اس نے بڑی پھرتی سے نمبر ٹونٹی کی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔

نمبر ٹونٹی نے بازو اور گردن چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن کیپٹن شکیل جو شاید اس موقع کے لئے ہی نمبر ٹونٹی کو زچ کر رہا تھا یوں آسانی سے اسے کیسے نکلنے دیتا۔ چنانچہ کیپٹن شکیل نے بھی اپنا پورا زور لگا دیا۔ ویسے اس کا زیادہ زور اس بات پر تھا کہ کسی طرح نمبر ٹونٹی کا وہ بازو اونچا کرے جس میں اس نے ریوالور پکڑا ہوا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں کی جان توڑ کوشش کے بعد وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ ہاتھ اونچا ہوتے ہی کیپٹن شکیل نے بازو یکدم چھوڑ کر ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا اور پھر ایک جھٹکے سے ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔

نمبر ٹونٹی نے اس دوران ہاتھ چھڑانے کے لئے اس کے چہرے پر ٹکریں مارنی شروع کر دیں۔ کیپٹن شکیل کی ناک سے خون

بہہ رہا تھا مگر اس نے پرواہ نہ کی اور اب ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے یکدم اس کی گردن چھوڑی اور نمبر ٹونٹی دھکا کھا کر نیچے جا گرا۔

’’اب سیدھی طرح وہ بٹن آف کر دو ورنہ میں گولی مار دوں گا‘‘...... کیپٹن شکیل نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا تو نمبر ٹونٹی اٹھ کھڑا ہوا۔

’’جلدی کرو۔ میں صرف تین تک گنوں گا‘‘...... کیپٹن شکیل نے غراتے ہوئے کہا اور نمبر ٹونٹی آہستہ آہستہ اس ستون کی طرف بڑھا۔

’’خبردار۔ اگر اور کوئی بٹن دبانے کی کوشش کی تو‘‘...... کیپٹن شکیل نے اسے وارننگ دیتے ہوئے کہا تو نمبر ٹونٹی نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور پھر دوسرے لمحے بٹن آف کر دیا۔ ایک جھٹکا لگا اور کیپٹن شکیل دوبارہ اپنی جگہ پر موجود تھا لیکن اس مرتبہ چونکہ فرش کے اس ٹکڑے نے اس کے قدم چھوڑ دیئے تھے اس لئے وہ کھڑا نہ رہ سکا اور نیچے گر پڑا مگر ریوالور اس نے ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

کیپٹن شکیل کے گرتے ہی نمبر ٹونٹی نے اس پر چھلانگ لگا دی مگر کیپٹن شکیل پھرتی سے کروٹ بدل گیا اور نمبر ٹونٹی پورے زور سے فرش سے جا ٹکرایا۔ دوسرے لمحے کیپٹن شکیل پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

’’کھڑے ہو جاؤ نمبر ٹونٹی‘‘...... کیپٹن شکیل نے غراتے ہوئے کہا

تو نمبر ٹونٹی بے بسی سے کھڑا ہو گیا۔

''ہاتھ اٹھا لو'' ...... کیپٹن شکیل نے تلخ لہجے میں کہا تو نمبر ٹونٹی نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اب اس کے پاس اس کے علاوہ چارہ ہی کیا تھا۔

''چلو آگے بڑھے اور اسی ٹکڑے پر کھڑے ہو جاؤ'' ...... کیپٹن شکیل نے تحکمانہ لہجے میں کہا لیکن نمبر ٹونٹی تذبذب کے آثار چہرے پر لئے وہاں کھڑا رہا۔

''جلدی کرو ورنہ'' ...... کیپٹن شکیل نے غراتے ہوئے کہا اور نمبر ٹونٹی دو قدم آگے بڑھ آیا مگر کیپٹن شکیل کے ذہن میں وہ جگہ محفوظ تھی اس لئے وہ نمبر ٹونٹی کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ ابھی اس ٹکڑے سے ایک دو قدم پیچھے تھا۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اسے کیا خیال رہا ہو گا۔

''ایک قدم اور آگے بڑھو'' ...... کیپٹن شکیل نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر امر مجبوری وہ ایک قدم اور آگے بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل جو اس دوران اس ستون کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے تیزی سے وہ بٹن آن کر دیا۔ پلک جھپکنے میں اب نمبر ٹونٹی الٹا لٹکا ہوا تھا۔

''تم انتہائی بے وقوف ہو نمبر ٹونٹی۔ ... وقت میں تمہارا بازو اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا تو تم ریوالو ... ظاہر ہے میں فرش پر سے تو ریوالور نہیں اٹھا سکتا تھا'' ... شکیل نے طنزیہ لہجے میں کہا تو نمبر ٹونٹی بے بسی سے ہونٹ ...

''تم ٹھیک کہتے ہو نوجوان۔ نمبر ٹونٹی قطعی بے وقوف اور بزدل ثابت ہوا ہے'' ...... اچانک ہال میں نقاب پوش کی آواز گونجی اور پھر کیپٹن شکیل کے ساتھ ساتھ نمبر ٹونٹی بھی چونک پڑا۔ اس کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو گیا تھا۔

''باس۔ میں معافی چاہتا ہوں'' ...... نمبر ٹونٹی کے حلق سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔

''مجھے بے وقوف آدمیوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اس لئے تمہارا نمبر خالی ہونا چاہئے'' ...... نقاب پوش نے کہا جبکہ کیپٹن شکیل ہونقوں کی طرح چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ نقاب پوش کی آواز کمرے کے ہر کونے سے نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور پھر وہ یکدم چونک کر اچھل پڑا کیونکہ اچانک چھت سے ایک پھوار سی نکلی اور اس کا ٹارگٹ نمبر ٹونٹی ہی تھا۔ دوسرے لمحے نمبر ٹونٹی کے کپڑوں میں آگ بھڑک اٹھی اور وہ جلنے لگا۔ کیپٹن شکیل ۔سے یہ منظر دیکھا نہ گیا اور اس نے بٹن آف کر دیا۔

''اب کچھ نہیں ہو سکتا نوجوان۔ اس کی یہی سزا ہے'' ...... نقاب پوش کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔ واقعی بٹن بند کرنے کا بھی کوئی اثر نہ ہوا اور نمبر ٹونٹی ویسے ہی الٹا لٹکا ہوا زندہ جل رہا تھا۔ اس کی چیخیں بڑی بھیانک تھیں۔ کیپٹن شکیل نے اسے گولی مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس عذاب سے نمبر ٹونٹی جلد چھوٹ جائے مگر دوسرے لمحے ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور ایک مشینی ہاتھ

نجانے کہاں سے نکلا اور کیپٹن شکیل کے ہاتھ سے ریوالور چھین کر واپس چھت کی طرف چلا گیا۔

نقاب پوش کے شیطانی قہقہوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ اب نمبر ٹونٹی کی چیخیں مدھم پڑ رہی تھیں۔ اس کا پورا جسم شعلہ بنا ہوا تھا اور وہ بری طرح تڑپ رہا تھا اور پھر اس کی نزاعی چیخوں کے ساتھ نقاب پوش کے شیطانی قہقہوں نے مل کر ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ کیپٹن شکیل جیسے آدمی کو بھی جھرجھری سی آ گئی۔

چند لمحوں بعد نمبر ٹونٹی کی چیخیں ختم ہو گئیں۔ وہ مر چکا تھا۔ پھر اچانک ایک کھٹکا ہوا اور جس جگہ نمبر ٹونٹی کھڑا تھا وہاں کا فرش ہٹ گیا اور دوسرے لمحے اس ٹکڑے سے نمبر ٹونٹی کے قدم چھوٹ گئے اور وہ فرش میں بنے ہوئے خلاء میں گم ہو گیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ایک شعلہ تھا جو زمین میں اترتا چلا گیا تھا۔

کیپٹن شکیل کو اس کے گرنے کی آواز سنائی نہ دی۔ اس نے محسوس کیا جیسے نیچے کوئی گہرا کنواں ہے اور پھر فرش برابر ہو گیا تھا اور پھر ایک کھٹکے سے وہ ٹکڑا بھی اپنی جگہ پر دوبارہ چسپاں ہو گیا۔

تنویر اس دوران ہوش میں آ چکا تھا۔ وہ خاموشی اور خوف سے اس تمام منظر کو دیکھ رہا تھا۔

''تم بھی کھڑے ہو جاؤ نوجوان۔ تمہیں بھی یہ منظر دیکھ کر ہوش آیا ہے شاید''...... نقاب پوش نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس وقت کیپٹن شکیل کو احساس ہوا کہ تنویر بھی ہوش میں آ چکا ہے۔ اس

نے چونک کر تنویر کی طرف دیکھا تو تنویر خاموشی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''ہاں تو دوست۔ تم دونوں اب جلدی سے بتلا دو کہ تم لوگ کون ہو۔ اپنے بارے میں تمام تفصیلات جلد از جلد بتا دو ورنہ ہو سکتا ہے کہ تمہارا انجام نمبر ٹونٹی سے بھی عبرتناک ہو''...... نقاب پوش کی آواز میں نرمی اور سختی کا عجیب سا امتزاج تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی بھیڑیا پیار کی باتیں کر رہا ہو۔

''کیا تفصیل چاہتے ہو''...... کیپٹن شکیل نے اطمینان سے جواب دیا کیونکہ اب وہ کافی سنبھل چکا تھا۔

''اپنے متعلق ہر تفصیل''...... نقاب پوش کی کرخت آواز گونجی۔

''میرا نام شکیل ہے اور میں ایک تجارتی فرم میں ملازم ہوں''...... کیپٹن شکیل نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم مائیکل کے پیچھے کیوں لگے تھے''...... نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

''مائیکل۔ کون مائیکل۔ میں کسی مائیکل کو نہیں جانتا اور نہ ہی کسی آدمی کے پیچھے لگا ہوں''...... کیپٹن شکیل نے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم نے ہوٹل سے باہر آ کر ایک آدمی کو فون کیا تھا اور پھر جب وہ آدمی ہوٹل کے ہال میں داخل ہوا تو تم نے اسے اشارے سے بتلایا کہ مطلوبہ آدمی کون ہے''...... نقاب پوش نے تفصیل

بتلاتے ہوئے کہا۔

”جہاں تک فون کا تعلق ہے تو میں نے فون اپنے ملازم کو کیا تھا، کھانے کی ہدایات دینے کے لئے اور رہی کسی کو اشارہ کرنے کی بات تو میں نہیں جانتا کہ تمہیں یہ غلط فہمی کیسے ہوگئی کہ میں نے کسی کو اشارہ کیا تھا“...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے ڈاج دینے کی کوشش کر رہے ہو“...... نقاب پوش نے گرجتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”جیسا تم سمجھ لو“...... کیپٹن شکیل نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”ہونہہ۔ اچھا یہ بتلاؤ یہ تمہارا ساتھی کون ہے اور کیا کرتا ہے“۔ نقاب پوش نے تنویر کے متعلق پوچھتے ہوئے کہا۔

”میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ وہیں ہوٹل میں ملاقات ہوئی تھی اور وہیں ختم ہوگئی“...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تمہیں ابھی عبرت نہیں ہوئی۔ جب میں اپنے آدمی کا یہ حشر کرسکتا ہوں تو تمہارا حشر تو اس سے بھی زیادہ عبرتناک ہوگا۔ ابھی تم سب کچھ اپنی زبان سے بتلا دو گے“...... نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر یکدم وہاں خاموشی سی چھا گئی جیسے چلتی ہوئی مشین رک جاتی ہے۔

کیپٹن شکیل نے تنویر کی طرف دیکھا۔ دونوں کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات تھے کہ نجانے اب نقاب پوش ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا مگر وہ دونوں چوکنے تھے۔ تقریباً پانچ منٹ اسی

طرح خاموشی سے گزر گئے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ خاموشی اب ان کے اعصاب پر چھانے لگی تھی۔ کیپٹن شکیل نے تنویر کو آنکھ سے مخصوص اشارہ کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہاں سے اب بھاگ جانے کی کوشش کرنی چاہئے اور تنویر نے اثبات میں جواب دیا۔

کیپٹن شکیل نے بغور ادھر ادھر دیکھا لیکن ہال چاروں طرف سے بند تھا۔ کوئی دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر ستون پر لگے ہوئے مختلف بٹنوں کی طرف دیکھا اور پھر اسے خیال آیا کہ تمام بٹن دبا کر دیکھنا چاہئے لیکن اسے علم تھا اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ یہ ہال طلسم کدہ ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی غلط بٹن دب جانے سے وہ پھنس جائے اس لئے اس نے رسک لینے کا ارادہ فی الحال ملتوی کر دیا۔

پھر اچانک اسے ایک خیال آیا کہ نقاب پوش جس ستون کے قریب کھڑا تھا وہاں اس نے ایک بٹن دبا کر وہ دروازہ نمودار کیا تھا جس سے اس کے آدمی تنویر کو لے کر اندر داخل ہوئے تھے۔ وہ محتاط قدم اٹھاتا ہوا اس ستون کے قریب پہنچا اور پھر اس نے اندازے سے ڈرتے ڈرتے ایک بٹن دبا دیا جس کا ردعمل اس کے خیال کے مطابق ہوا۔ سامنے والی دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہو گیا تھا۔ دروازہ نمودار ہوتے ہی کیپٹن شکیل اور تنویر جھپٹ کر دروازے کی طرف بڑھے اور پھر جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچے ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور دروازہ دوبارہ غائب ہو گیا اور وہ

دونوں دیوار سے ٹکرا کر رہ گئے اور پھر ہال زور دار قہقہوں سے گونج اٹھا۔ نقاب پوش ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا تھا۔

''ایک مرتبہ پھر کوشش کرو''...... نقاب پوش نے طنزیہ لہجے میں کہا مگر کیپٹن شکیل خاموش رہا جبکہ تنویر سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے نقاب پوش کو کوسنا شروع کر دیا اور پھر وہ کچھ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور پھر چھت سے کیپٹن شکیل اور تنویر پر ایک پھوار سی پڑی اور دونوں کے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔ وہ دونوں بے اختیار فرش پر لیٹ کر لوٹنے لگے تاکہ کسی طرح آگ بجھ سکے لیکن آگ نجانے کیسی تھی کہ بجھنے کی بجائے اور زیادہ بھڑکتی چلی گئی۔ اب بے اختیار ان دونوں کے منہ سے چیخیں نکلنی شروع ہو گئیں۔ وہ سارے ہال میں ناچتے پھر رہے تھے اور دونوں شعلہ بنے ہوئے تھے۔ ان کی چیخوں سے سارا ہال گونج رہا تھا۔ پھر دونوں کی چیخوں کے ساتھ ساتھ نقاب پوش کے شیطانی قہقہوں نے اس ہال کو بھوتوں کا نشیمن بنا دیا تھا۔ اب دونوں میں بھاگنے کی بھی سکت نہ رہی اور وہ فرش پر گر پڑے۔ وہ مسلسل تڑپ رہے تھے اور پھر ان کی چیخیں خود بخود مدھم پڑتی چلی گئی۔ بھیانک موت آہستہ آہستہ ان پر اپنا پنجہ مضبوط کرتی چلی جا رہی تھی اور وہ بے بس تھے۔

جولیا صفدر کے لئے بے حد پریشان تھی۔ اس نے ایکسٹو کے کہنے پر صدیقی کو صفدر کا پتہ چلانے کے لئے فون کر دیا تھا لیکن اس کے بعد وہ کئی بار صدیقی اور صفدر کے فلیٹ پر فون کر چکی تھی لیکن اب صفدر کے ساتھ ساتھ صدیقی بھی غائب تھا۔ بہرحال صدیقی کے غائب ہو جانے سے یہ بات تو پایہ ثبوت تک پہنچ گئی تھی کہ صفدر کسی مصیبت میں پھنس گیا ہے لیکن وہ کس مصیبت میں پھنسا ہے اور کہاں ہے اس کے متعلق کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا اور نفسیاتی طور پر وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اس کی وجہ سے مصیبت میں پھنسا ہے۔ اگر وہ اسے شاپنگ کے لئے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرتی تو ایسا نہ ہوتا۔ اس خیال نے اس کی پریشانی بڑھا دی تھی۔ آخر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود صفدر کا پتہ لگانے کی کوشش کرے گی۔ چنانچہ اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر فلیٹ کو تالا لگا کر وہ باہر

آ گئی۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

''نیو مارکیٹ چلو''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ جولیا اب بھی صفدر اور صدیقی کے متعلق ہی سوچ رہی تھی۔ ٹیکسی مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی مارٹن کنگ روڈ پر مڑی ایک کار اس کے قریب سے گزری اور اس نے کار میں بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کو دیکھ لیا۔ کیپٹن شکیل پچھلی سیٹ پر دو آدمیوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور دونوں آدمیوں کے منہ کیپٹن شکیل کی طرف ہی تھے۔ جس سے صاف ظاہر تھا کہ کیپٹن شکیل کو زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اس نے سب کچھ بھول کر کیپٹن شکیل کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا۔

''گاڑی موڑو ڈرائیور''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور کو سخت لہجے میں حکم دیا تو ڈرائیور نے اس اچانک حکم پر بوکھلا کر بریک لگا دی۔

''گاڑی موڑو واپس اور اس کار کے پیچھے چلو۔ جلدی''...... جولیا نے چیخ کر کہا۔

''مگر میڈم''...... ڈرائیور واقعی اس اچانک افتاد پر گھبرا گیا تھا۔

''خفیہ پولیس۔ جلدی کرو''...... جولیا نے چیخ کر کہا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں اس بحث میں وہ کار نہ نکل جائے۔ گو سڑک آگے دو تین میل تک سیدھی چلی جاتی تھی لیکن پھر بھی اگر وہ کسی کوٹھی میں چلے جاتے تو اس کے لئے کیپٹن شکیل کا پتہ لگانا مشکل ہو جاتا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے جب خفیہ پولیس کا نام سنا تو اس کے تمام اعصاب حرکت میں آ گئے۔ اس نے انتہائی تیزی اور مہارت سے گاڑی واپس موڑی اور پھر اس نے فل ایکسیلیٹر دبا دیا۔ سامنے کار نظر نہیں آ رہی تھی لیکن ٹیکسی جس رفتار سے دوڑی چلی جا رہی تھی اس سے یہ بات ممکن نظر آتی تھی کہ جلد ہی اس کار کو پا لے گی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ تقریباً دس منٹ کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ کار جاتی ہوئی نظر آنے لگی اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ بائیں سائیڈ پر مڑ گئی۔ جس سڑک پر وہ کار مڑی تھی وہ شباب کالونی کو جاتی تھی۔ جولیا کی گاڑی بھی جلد ہی اس سڑک پر مڑ گئی۔ اب کیپٹن شکیل والی کار صاف نظر آ رہی تھی۔

''رفتار کم کرو''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور کو گائیڈ کرتے ہوئے کہا تو ڈرائیور نے ایکسیلیٹر پر دباؤ کم کر دیا اور پھر آگے والی کار ایک عظیم الشان کوٹھی کے پھاٹک کی سمت مڑ گئی۔

''اسی رفتار سے سیدھے چلتے رہو''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا اور پھر جلد ہی ٹیکسی اس کوٹھی کے سامنے سے گزر گئی۔ کوٹھی کا پھاٹک بند تھا مگر اس کا نمبر جولیا کے ذہن میں محفوظ ہو چکا تھا۔

''اب واپس نیو مارکیٹ چلو''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

''آگے سے ٹرن لوں یا یہیں سے واپس ہو جاؤں''۔ ڈرائیور نے وضاحت طلب لہجے میں پوچھا۔

"اگلے چوک سے واپس مڑو"...... جولیا نے جھلا کر کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اگلے چوک سے مڑ کر اور مختلف سڑکیں کراس کرتی ہوئی ٹیکسی نیو مارکیٹ پہنچ گئی۔ ایک سائیڈ پر جولیا نے ٹیکسی رکوائی اور میٹر کے مطابق کرایہ ادا کر کے اس نے کچھ ٹپ بھی دے دی۔ ٹیکسی ڈرائیور ٹپ لے کر خوش ہو گیا۔ شاید اسے کسی خفیہ پولیس کی عورت سے کرایہ کی بھی امید نہیں تھی اور کہاں کرایہ کے ساتھ انعام بھی مل گیا تو اس نے دانت نکال دیئے مگر جولیا نے اس کے سرخ رنگ کے لتھڑے ہوئے دانتوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

جلد ہی اسے نیو مارکیٹ کے درمیان ایک ریسٹورنٹ کے باہر پبلک فون بوتھ نظر آ گیا۔ بوتھ خالی تھا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا اور پھر سکہ ڈال کر اس نے ہک سے رسیور اٹھایا اور ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"ہیلو۔ جولیا سپیکنگ"...... رابطہ ملتے ہی جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"ایکسٹو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو کی سپاٹ آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"چیف۔ میں صفدر کا پتہ کرنے کے لئے فلیٹ سے نکلی تھی کہ راستے میں، میں نے ایک کار کو چیک کیا جس میں کیپٹن شکیل کو اغوا

کر کے لے جایا جا رہا تھا"...... جولیا نے ایک ہی سانس میں پوری تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اغوا کر کے"...... ایکسٹو کے لہجے میں حیرت جھلک رہی تھی۔

"جی ہاں۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی"...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او کے۔ رپورٹ مکمل کرو"...... ایکسٹو نے دوبارہ سپاٹ لہجے میں حکم دیا۔

"چیف۔ میں نے اس کا تعاقب کیا تو وہ کار شباب کالونی کی کوٹھی نمبر تین سو چودہ میں چلی گئی"...... جولیا نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"تم اب کہاں سے فون کر رہی ہو"...... دوسری طرف سے ایکسٹو نے پوچھا۔

"میں نیو مارکیٹ کے ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہی ہوں چیف۔ تعاقب کے بعد میں سیدھی نیو مارکیٹ آ گئی تھی"...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"او کے۔ میں ابھی عمران کو کیپٹن شکیل کا پتہ کرنے کے لئے بھیجتا ہوں۔ صفدر یا صدیقی کا کوئی فون آیا ہے"...... ایکسٹو نے پوچھا۔

"نہیں چیف۔ اسی لئے تو تشویش ہوئی تو میں خود پتہ کرنے کے لئے نکل پڑی"...... جولیا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ تم ان کے متعلق کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرو اور اگر کوئی کلیومل جائے تو مجھے فوراً فون کر دینا''...... ایکسٹو نے کہا۔

''اوکے چیف''...... جولیا نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا تو جولیا نے رسیور ہک سے لٹکایا اور پھر دروازہ کھول کر وہ بوتھ سے باہر نکل آئی۔ اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر اس دکان کی طرف چل پڑی جہاں صفدر گم ہوا تھا۔ اس نے دکان میں داخل ہونے کی کوشش نہ کی اور سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ دکان میں حسب دستور کافی سے زیادہ رش تھا۔

ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ اندر جا کر پوچھ گچھ کرے لیکن پھر اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ سامنے سے ہو کر اس بلڈنگ کے ختم ہونے تک بڑھتی چلی گئی اور پھر بلڈنگ کے اختتام پر ایک چھوٹی سی گلی کے اندر داخل ہو کر بلڈنگ کی پشت پر آ گئی اور پھر اس کا اندازہ صحیح نکلا۔ یہ گلی کافی چوڑی تھی اور اس کے اندازے کے عین مطابق اس دکان کے عقب میں ایک چھوٹا سا دروازہ تھا اور اس دروازے کے سامنے ایک سفید رنگ کی کار موجود تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر سب سے پہلے احتیاطاً اس نے کار کا نمبر نوٹ کر لیا۔

نمبر ذہن نشین کر کے جولیا آگے بڑھی تو دکان کا عقبی دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھتی چلی گئی اور پھر جب وہ دروازے کے اندر داخل ہوئی تو یہ ایک لمبی لیکن قطعی تاریک راہداری

تھی۔ راہداری میں اتنی تاریکی تھی کہ کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ راہداری کتنی طویل ہے۔ جولیا دروازے میں کھڑی یہ سوچ رہی تھی کہ وہ آگے بڑھے یا نہیں کیونکہ کھلے دروازے سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ جو شخص اندر داخل ہوا ہے وہ ابھی واپس آئے گا ورنہ وہ دروازہ کھلا نہ چھوڑ جاتا اور ایسا نہ ہو کہ وہ ابھی راستے میں ہی ہو اور وہ آ جائے اور اس طرح وہ پھنس کر رہ جاتی اور پھر نجانے کیا چکر ہو۔ آیا یہ لوگ صفدر کے معاملے سے متعلق ہیں بھی یا نہیں۔ اسے کچھ اندازہ نہیں تھا۔

آخرکار اس نے فیصلہ کیا کہ یہ رسک نہیں لینا چاہئے۔ چنانچہ وہ دروازے کے قریب راہداری کے اندر ہی ایک کونے میں چھپ کر کھڑی ہو گئی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد اچانک راہداری کے دوسرے سرے پر روشنی کا دھبہ نمودار ہوا۔ اس روشنی کے نمودار ہونے سے جولیا کو اندازہ ہوا کہ راہداری کتنی طویل ہے۔ یہ شاید دوسرے سرے کا دروازہ کھلنے سے ہلکی سی روشنی پیدا ہوئی تھی۔ اس ہلکی سی روشنی میں اسے ایک سایہ راہداری میں داخل ہوتا نظر آیا اور پھر یہ روشنی دوبارہ تاریکی میں مدغم ہو گئی اور دوسرے سرے کا دروازہ بند ہو گیا۔

اب جولیا کو فکر ہو گئی کہ اس آدمی کی نظروں میں آئے بغیر وہ کس طرح راہداری سے باہر نکل سکتی ہے تاکہ کار کا تعاقب کر سکے مگر اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر وہ دروازے سے باہر نکلتی تو دروازے کی

طرف بڑھتا ہوا آدمی اسے فوراً دیکھ لیتا۔ اب قدموں کی آوازیں بھی گونجنا شروع ہو گئی تھیں۔ چنانچہ جولیا نے اس آدمی سے پہلے باہر نکلنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہیں کونے میں مزید سکڑ گئی۔

قدموں کی تیز آوازیں اب لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتی جا رہی تھیں اور پھر راہداری میں چلنے والے آدمی کا سایہ اسے نظر آنے لگ گیا۔ وہ ایک چھریرے جسم کا اوسط قد کا آدمی تھا اور وہ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا دروازے کی طرف آ رہا تھا۔ جولیا دروازے کے قریب ہی اندھیرے میں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ وہ آدمی آہستہ آہستہ نزدیک آتا چلا جا رہا تھا۔ قدم بہ قدم اور لمحہ بہ لمحہ اور پھر وہ اس کے سامنے سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اسے جولیا کی وہاں موجودگی کا احساس تک نہ ہوا اور پھر وہ دروازے سے باہر نکل کر گلی میں چلا گیا۔

اس شخص کے باہر نکلتے ہی اچانک کھٹاک سے دروازہ بند ہو گیا۔ اب راہداری مکمل طور پر تاریک تھی۔ جولیا لپک کر آگے بڑھی اور پھر اس نے دروازہ کھولنے کی بے حد کوشش کی لیکن دروازہ مضبوطی سے بند تھا۔ پھر اس کے کانوں میں کار سٹارٹ ہونے کی ہلکی سی آواز سنائی دی اور پھر آہستہ آہستہ یہ آواز معدوم ہوتی چلی گئی۔

اب جولیا اس تاریک سرنگ نما راہداری میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ اس نے دروازہ کھولنے کی بے حد کوشش کی لیکن اسے ایسا کوئی

ذریعہ نہ مل سکا جس سے دروازہ کھل سکتا۔ پھر وہاں اندھیرا اتنا زیادہ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ جولیا اس دروازے سے مایوس ہو کر پلٹ گئی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ راہداری پار کر کے وہ دوسرا دروازہ کھول کر دکان میں داخل ہو جائے۔ وہاں سے باہر نکلنے کا راستہ باآسانی نکالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں کھاتی ہوئی وہ دوسرے دروازے کی طرف چل پڑی اور پھر وہ تھوڑی سی کوشش کے بعد دوسرے دروازے کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ دروازہ کافی اونچائی پر موجود تھا اور راہداری کے فرش سے اس دروازے تک سیڑھیاں موجود تھیں۔

جولیا آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتی ہوئی دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحہ کے لئے خاموشی سے کھڑی رہی لیکن جب کوئی آواز اس کے کانوں میں دروازے کی دوسری طرف سے نہ پہنچی تو اس نے دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اس کا ہاتھ لگتے ہی دروازہ کھٹاک سے کھلا اور جولیا بے اختیار چونک کر رہ گئی کیونکہ دروازہ خود نہیں کھلا تھا بلکہ اسے کھولا گیا تھا۔

دروازے میں ایک ادھیڑ عمر کا آدمی کھڑا بڑی حیرت سے جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ شاید راہداری میں جانے کے لئے دروازہ کھولنا چاہتا تھا کہ سامنے جولیا کھڑی نظر آ گئی۔ جولیا صرف ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی مگر دوسرے لمحے اس نے بجلی کی سی تیزی سے

اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

”ہینڈز اپ“...... جولیا نے سنبھل کر کرخت لہجے میں کہا۔

”تم کون ہو“...... ادھیڑ عمر آدمی نے کہا جس کے چہرے پر روئی کے پھائے لگے ہوئے تھے جیسے زخموں پر لگائے جاتے ہیں۔

”ہاتھ اوپر اٹھا لو“...... جولیا نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا تو ادھیڑ عمر آدمی نے ہاتھ اوپر کر لئے اور ایک طرف ہٹ گیا۔ جولیا ریوالور لئے کمرے کے اندر داخل ہو گئی۔ یہ آفس نما کمرہ تھا۔ شاید اسی دکان کا جہاں صفدر گم ہوا تھا۔

”منہ دیوار کی طرف کر لو“...... جولیا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

”تم پچھتاؤ گی لڑکی“...... ادھیڑ عمر آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔

”میرے پچھتانے سے تمہاری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لئے تم سے جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو“...... جولیا نے غراتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو ادھیڑ عمر آدمی نے منہ دیوار کی طرف کر لیا۔ جولیا اطمینان سے اس کی طرف بڑھی۔ شاید وہ اس کی تلاشی لینا چاہتی تھی مگر جیسے ہی جولیا اس کے قریب پہنچی وہ ادھیڑ عمر آدمی پھرکی کی طرح گھوم گیا اور دوسرے لمحے جولیا کا ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا۔ اس آدمی کا زور دار ہاتھ اس کے ہاتھ پر اچانک پڑا تھا۔

”اب خاموشی سے کھڑی ہو جاؤ“...... ادھیڑ عمر آدمی نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے کہا جبکہ جولیا دو قدم پیچھے ہٹ

گئی تھی۔

”تم کون ہو اور یہاں کیسے پہنچی ہو۔ جلدی بتاؤ کیونکہ میں عورتوں پر رحم کھانے کا عادی نہیں ہوں“...... ادھیڑ عمر آدمی نے غراتے ہوئے کہا مگر اس کے لہجے میں بے پناہ سختی تھی۔

”مجھے جانے دو ورنہ میں شور مچا دوں گی کہ تم مجھے اغوا کر کے لائے ہو“...... جولیا نے عورتوں والا مخصوص حربہ استعمال کرتے ہوئے کہا۔

”بہت خوب۔ جواب نہیں مگر محترمہ تمہارا یہ حربہ یہاں کام نہیں آ سکتا کیونکہ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے میری اجازت کے بغیر کوئی آدمی اندر نہیں آ سکتا“...... ادھیڑ عمر آدمی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جو کہ اس دکان کا منیجر تھا جبکہ جولیا بے بسی سے ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

”جلدی بتاؤ۔ اب وقت ضائع مت کرو“...... ادھیڑ عمر آدمی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”کیا بتاؤں“...... جولیا نے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”اپنے متعلق تمام تفصیل بتاؤ“...... ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔ اب جولیا اس مخمصے میں تھی کہ وہ اسے کیا بتائے کیونکہ یہ بوڑھا تو آسانی سے جان چھوڑتا ہوا نظر نہیں آ رہا تھا۔

”میں ویسے ہی گلی سے گزری تھی کہ یہ راہداری نظر آئی اور میں

تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اندر آ گئی“...... جولیا نے بات بناتے ہوئے کہا۔

”کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتی ہو“...... ادھیڑ عمر آدمی جولیا کی بات سن کر چراغ پا ہو گیا۔

”مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم“...... جولیا نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں اور ادھیڑ عمر آدمی کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اس نے ٹریگر پر دباؤ سخت کر دیا اور دوسرے لمحے کمرہ ایک زور دار چیخ سے گونج اٹھا۔

پہلی چیخ تو صفدر کے منہ سے نکلی تھی مگر دوسری چیخ جونی کی تھی کیونکہ ریوالور سے نکلنے والے شعلے سے صفدر جونی کی پوزیشن کو دیکھ چکا تھا۔ ادھر گولی بازو میں لگی ادھر اس نے جونی کے سینے پر فلائنگ کک لگا دی تھی۔ زور دار فلائنگ کک نے جونی کے سینے کی ہڈیاں توڑ دی تھیں۔ چنانچہ دوسری چیخ جونی کے حلق سے نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔

صفدر بھی فرش پر گر پڑا تھا مگر گرتے ہی اس نے کروٹیں بدلنا شروع کر دی تھیں۔ اس طرح وہ باس کو اپنی پوزیشن نہیں بتلانا چاہتا تھا۔ اب وہ ایک کونے میں موجود تھا۔ دوسری چیخ کے بعد کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔ باس نجانے کیا کر رہا تھا۔ آخر چند لمحوں بعد جب صفدر کی آنکھیں اندھیرے میں بخوبی کام کرنے لگیں تو اس نے غور سے دیکھا تو کمرہ خالی ہی محسوس ہو رہا تھا اور باس

غائب تھا۔

صفدر حیرت سے بت بنا رہ گیا کہ یہ باس نجانے کہاں اور کیسے غائب ہو گیا۔ وہ آہستہ سے دیوار کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے لمحے کمرہ دوبارہ روشن ہو گیا۔ شاید بجلی فیل ہو گئی تھی۔ صفدر نے عجیب نظروں سے جلتے ہوئے بلب کی طرف دیکھا جیسے اسے بجلی فیل ہونے کی وجہ سمجھ نہ آ رہی ہو۔ پھر اس نے کمرے میں نظر دوڑائی۔ باس واقعی غائب تھا جبکہ جونی ایک طرف مردہ پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ سے خون نکل کر فرش پر جم چکا تھا۔ اس کی آنکھیں تکلیف کی شدت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ ضرب کافی شدید پڑی تھی اس لئے ایک ہی چیخ میں معاملہ ختم ہو گیا تھا۔ صفدر نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر جھک کر مشین گن اٹھا لی۔

اب وہ دروازے کی طرف بڑھا تو دروازہ بند تھا۔ اس نے مشین گن سیدھی کی اور آٹومیٹک لاک پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور وہ جھپٹ کر باہر آ گیا۔ یہ وہی راہداری تھی جس سے وہ لایا گیا تھا۔ صفدر مشین گن اٹھائے محتاط قدم اٹھاتا ہوا راہداری پار کرتا ہوا ان سیڑھیوں تک آ پہنچا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ دروازے کے قریب ہی ایک سرخ رنگ کا بٹن موجود تھا۔ اس نے بٹن دبایا اور دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا۔ اب وہ اس کمرے میں تھا جہاں اسے ہوش آیا تھا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور

باہر نکل آیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی۔

یہ ایک طویل سی راہداری تھی جس میں کمروں کے دروازے تھے۔ بیشتر دروازوں پر تالے لگے ہوئے تھے۔ ایک لمحے کے لئے اس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل بھاگے مگر پھر اس نے سر جھٹک کر یہ خیال ذہن سے نکال دیا۔ مشین گن اس کے ہاتھ میں تھی اس لئے اسے زیادہ فکر نہ تھی۔ اب وہ چاہتا تھا کہ پوری سن گن لے کر ہی یہاں سے جائے کہ یہ سارا چکر آخر ہے کیا۔

اسے تو قطعی علم نہیں تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ وہ تو بس اپنے ذہنی اپچ کے تحت پھنس گیا تھا۔ مشین گن لئے وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔ ایک دروازے سے روشنی کی پتلی سی لکیر باہر نکل رہی تھی۔ وہ اس دروازے کے قریب آ کر رک گیا۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگا کر دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔ جب اس نے آہستہ سے دروازے کو دبایا تو دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا اور صفدر مشین گن لئے اندر داخل ہو گیا۔ کمرہ واقعی خالی تھا۔

صفدر نے دروازہ بند کیا اور کمرے میں آگے بڑھ آیا۔ سامنے ایک اور دروازہ موجود تھا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کے قریب پہنچا اور پھر اس کے کانوں میں کسی کے بولنے کی ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ اس نے دروازے کو دبایا مگر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے یہاں بھی کی ہول والا حربہ آزمایا لیکن کی

ہول سے دیکھنے پر سوائے ایک رنگین پردے کے کچھ نظر نہ آیا۔
دروازے کے سامنے سرخ رنگ کا پردہ تھا۔ اس نے اب کی ہول سے اپنے کان لگا دیئے۔ اب آوازیں قدرے واضح ہوگئیں لیکن پوری بات کا مطلب اب بھی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آواز البتہ اس نے پہچان لی تھی یہ باس کی آواز تھی اور وہ شاید ٹرانسمیٹر پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

''کاؤنٹر۔ یہ دوسری پارٹی کہاں سے ٹپک پڑی۔ اوور''۔ باس کی آواز سنائی دی۔

''معلوم ...... باس ...... تصویر ...... احمق۔ اوور اینڈ آل''...... کی آوازیں سنائی دیں اور پھر بات چیت ختم ہوگئی۔ دوسرے لمحے ایک ہلکے سے کھٹکے کی آواز سنائی دی اور پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔
صفدر نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی اور پھر مشین گن لے کر سیدھا ہوگیا۔

''کم ان''...... ایک لمحے کی خاموشی کے بعد باس کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی تو صفدر نے مشین گن کی نال سے دروازے پر دباؤ ڈالا اور اس بار دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازے کا لاک شاید الیکٹرک سسٹم پر بنایا گیا تھا۔ صفدر مشین گن لئے اندر داخل ہوگیا۔ وہی باس سامنے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔

''ہینڈز اپ''...... صفدر نے مشین گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں مگر باس جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا مسکرا

دیا۔

''مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں تک ضرور آؤ گے''...... باس نے مسکراتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو''...... صفدر نے اس کے اطمینان کو دیکھ کر قدرے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''تم مشین گن چلا کر دیکھ لو۔ اگر ایک بھی گولی مجھے چھو جائے تو میں تمہیں یہاں سے جانے کی بخوشی اجازت دے دوں گا''۔ باس نے بدستور مضحکہ خیز لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے صفدر نے باس پر فائر کھول دیا لیکن صفدر کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ گولیوں کی بوچھاڑ باس کے قریب جا کر جھٹکا کھا کر مڑ جاتی اور پچھلی دیوار چھلنی ہوگئی لیکن باس کو ایک گولی بھی نہ چھو سکی۔ یہ دیکھ کر صفدر نے فائر بند کر دیا۔

''بس۔ اسی کے بھروسے مجھے حکم دے رہے تھے''...... باس نے طنزیہ لہجے میں کہا تو صفدر سمجھ گیا کہ کرسی کے گرد میگنا ریز حصار موجود ہے اس لئے وہ خاموش رہا۔

''اب تم مشین گن پھینک کر اپنے ہاتھ اٹھا لو ورنہ تمہارے جسم میں سینکڑوں سوراخ ہو جائیں گے''...... اس بار باس نے سخت لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔

''اگر میں ایسا کرنے سے انکار کر دوں تو پھر''...... صفدر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

’’انکار کرنے سے پہلے ذرا ارد گرد ضرور دیکھ لو‘‘...... باس نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر کرسی کے بازو پر جس پر اس نے ہاتھ رکھا ہوا تھا ذرا سا دبا دیا اور پھر صفدر کو یہ نظارہ دیکھ کر مشین گن پھینکنی ہی پڑی کیونکہ کمرے کی دیواروں میں چاروں طرف مشین گنوں کی نالیں باہر نکلی ہوئی تھیں جن کا رخ صفدر کی طرف تھا۔

صفدر نے مشین گن پھینک کر ہاتھ اٹھا دیئے۔ دوسرے ہی لمحے دروازہ دوبارہ کھلا اور پھر تین تنومند آدمی اندر داخل ہوئے اور انہوں نے صفدر کو اچھی طرح رسیوں سے کس کر ایک ستون سے باندھ دیا۔ صفدر نے بہت چاہا کہ وہ ان سے الجھ جائے اور شاید اس طرح اسے یہاں سے بچ نکلنے کا موقع مل جائے مگر وہ آدمی انتہائی محتاط واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے صفدر کو ذرا سا بھی موقع نہ دیا اور صفدر کو ستون سے اچھی طرح باندھ کر واپس چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد دروازہ بند ہو گیا تھا اور باس اب کرسی سے اٹھ کر آگے بڑھ آیا۔

’’تمہاری موت میں اب صرف چند لمحے باقی رہ گئے ہیں۔ اگر تم اپنے متعلق سب کچھ بتلا دو تو شاید میں تمہیں معاف کر دوں‘‘۔ باس نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

’’میں تمہیں سب کچھ بتلانے کو تیار ہوں کیونکہ مجھے اب اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ تم کتنے ترقی یافتہ اور کتنے طاقتور ہو۔ میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں‘‘...... صفدر نے کہا۔ اس کا لہجہ

انتہائی شکست خوردہ تھا جیسے وہ اس گروہ اور خصوصاً باس سے انتہائی مرعوب ہو گیا ہو۔

’’اب تم نے حقیقت پسندی سے کام لیا ہے‘‘...... باس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ دنیا کے ہر انسان کی طرح شاید وہ بھی خوشامد پسند واقع ہوا تھا۔

’’لیکن میری ایک شرط ہے کہ تم مجھے اپنے گروپ میں شامل کر لو۔ میں تمہاری سرکردگی میں کام کرنا فخر سمجھوں گا‘‘...... صفدر نے مسکین سے لہجے میں کہا۔

’’اس بات کا بعد میں فیصلہ کیا جائے گا کہ تمہیں گروپ میں شامل کرنا چاہئے یا نہیں‘‘...... باس نے بڑے تفاخر سے جواب دیا۔

’’ٹھیک ہے۔ بہرحال یہ میری درخواست تھی۔ تمہاری مرضی اسے قبول کرو یا نہ کرو بہرحال میں تمہیں سب کچھ بتا دیتا ہوں‘‘۔ صفدر نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

’’جلدی بتلاؤ۔ مجھے اور بھی بہت سے کام ہیں۔ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرتا‘‘...... باس نے بڑے رعب دار لہجے میں کہا۔

’’میرا نام صفدر سعید ہے اور میں کنکسن روڈ کے فلیٹ نمبر ایک سو چار میں رہتا ہوں۔ بلیک میلنگ میرا پیشہ ہے اور میں ادھر ادھر سے مختلف لوگوں کے سیکرٹس چوری کر کے انہیں بلیک میل کرتا رہتا ہوں۔ اکیلا کام کرتا ہوں کیونکہ مجھے ایسا کوئی گروپ اب تک نظر

نہیں آیا تھا جسے میں اپنے سے اونچا سمجھ سکوں۔ میں دکان میں کھڑا شاپنگ کر رہا تھا کہ ایک نوجوان جس کے چہرے سے انتہائی پریشانی ظاہر ہو رہی تھی مجھے منیجر کے آفس میں جاتا ہوا نظر آیا۔ چونکہ میرا پیشہ ایسا ہے کہ مجھے فیس ریڈنگ میں مہارت حاصل ہے اس لئے نوجوان کے چہرے پر نظر پڑتے ہی میں کھٹک گیا کہ بات کچھ مشکوک ہے۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ چنانچہ صورت حال کا اندازہ کرنے کے لئے میں منیجر کے آفس میں داخل ہوا مگر ابھی میں کچھ دیکھ بھی نہ سکا تھا کہ میرے سر پر چوٹ لگا کر مجھے بے ہوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ہوش آیا تو میں یہاں موجود تھا اور اب تک کی صورت حال تمہارے سامنے ہے"۔ صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ"...... باس جو بڑی دلچسپی سے یہ تفصیل سن رہا تھا چند لمحے خاموش رہا اور پھر اس نے ٹہلنا شروع کر دیا۔ جیسے وہ کچھ سوچ رہا ہو۔

"اگر تمہاری کہانی غلط ثابت ہوئی تو"...... باس نے رک کر قدرے کرخت لہجے میں کہا۔

"تو بے شک مجھے گولی مار دینا"...... صفدر نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ باس چند لمحے بغور صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں سے تیز روشنی نکل رہی تھی۔ صفدر کو اپنے ذہن میں کوئی چیز سرسراتی ہوئی محسوس ہوئی جیسے کوئی کیڑا چل رہا ہو۔ اس نے

بلیک میلنگ والے آئیڈیئے کو ذہن میں جما کر نگاہیں باس کی آنکھوں میں ڈالے رکھیں۔ چند لمحوں بعد سرسراہٹ رک گئی اور باس نے ایک جھٹکے سے نظریں ہٹا لیں۔

"تم سچے معلوم ہو رہے ہو"...... باس نے آہستہ سے کہا جیسے وہ خود سے باتیں کر رہا ہو جبکہ صفدر خاموش رہا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں اپنی ذہنی قوت پر خوش ہو رہا تھا جس کے ذریعے وہ باس کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"تم میرے گروپ میں کیوں شامل ہونا چاہتے ہو"...... باس نے اچانک صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"اس لئے کہ تم میرے معیار سے کہیں زیادہ اونچے اور ترقی یافتہ ہو۔ میں اکیلا ہوں اور مجھے ہر وقت گرفتاری کا خطرہ رہتا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ کسی طاقتور گروپ میں شامل ہو جاؤں جو میری حفاظت کر سکے"...... صفدر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"مگر تم ہمارے کس کام آ سکتے ہو"...... باس نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"جو کام تم کہو میں کرنے کو تیار ہوں۔ تم غیر ملکی اور میں مقامی ہوں اور پھر بلیک میلر ہونے کی حیثیت سے مجھے یہاں کی ہر اہم شخصیت اور ہر آدمی کے متعلق اچھی طرح علم ہے کہ کون کیا ہے اور کس کی کیا سرگرمیاں ہیں"...... صفدر نے آئیڈیا پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ“...... باس نے ہنکارہ بھرا اور پھر گہری سوچ میں ڈوب گیا جیسے وہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ وہ صفدر کے متعلق کیا فیصلہ کرے۔

”اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم ہمارے گروپ کے وفادار رہو گے“۔ باس نے صفدر سے پوچھا۔

”اس کے لئے تم جس قسم کا بھی اطمینان کرنا چاہو کر سکتے ہو“۔ صفدر نے جواب دیا۔ اس سے پہلے کہ باس کوئی جواب دیتا کمرے میں ہلکی سی سیٹی بجنے لگی اور باس دوبارہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اس نے کرسی کے بازو پر دباؤ ڈالا تو سامنے کی دیوار روشن ہو گئی اور وہاں ایک آدمی جس کا تمام چہرہ زخموں سے پر تھا اپنے کاندھے پر ایک آدمی کو اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔ لدے ہوئے آدمی کا منہ پشت کی طرف تھا اس لئے صفدر یہ نہ دیکھ سکا کہ وہ کون ہے۔ باس نے دوبارہ دباؤ ڈال کر سکرین بند کر دی اور پھر اس کی آواز گونجی۔

”کم ان“...... باس نے کہا تو صفدر سمجھ گیا کہ سسٹم کیا ہے۔ صفدر کو بھی وہ اسی طرح سکرین پر پہلے دیکھ چکا تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے سے ہی اپنی حفاظت کا انتظام کر لیا تھا۔ پھر چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور وہ آدمی اندر داخل ہوا۔

”وائٹ لائن“...... اس آدمی نے اندر داخل ہو کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”نمبر الیون۔ یہ کون ہے“...... باس نے حیرت سے پوچھا اور

پھر نمبر الیون نے اپنے کاندھے پر لدے ہوئے بے ہوش آدمی کو باس کے سامنے فرش پر لٹا دیا۔ صفدر یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ یہ صدیقی تھا اور اس کے ماتھے پر بڑا سا گومڑ ابھرا ہوا تھا۔

”باس۔ یہ آدمی اس کے متعلق پوچھتا ہوا آیا تھا۔ بڑی مشکل سے اسے ترکیب نمبر بارہ کے تحت بے ہوش کیا گیا ہے“...... نمبر الیون نے صفدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو باس چونک پڑا۔

”اس کے متعلق پوچھتا ہوا۔ تو کیا یہ اس کا ساتھی ہے“۔ باس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے باس“...... نمبر الیون نے جواب دیا تو صفدر سوچنے لگا کہ یہ برا ہوا۔ اب باس اس کے متعلق مشکوک ہو جائے گا۔

”تم تو کہہ رہے تھے کہ تمہارا کوئی ساتھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہاں سے پیدا ہو گیا“...... باس نے طنزیہ لہجے میں صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”یہ میرا ساتھی نہیں ہے بلکہ میرا مخبر ہے۔ مجھے معلومات فروخت کرتا ہے“...... صفدر نے ایک اور حربہ استعمال کرتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ نمبر الیون تم جاؤ اور سنو۔ آپریشن کے متعلق کوئی رپورٹ آتے ہی مجھے اطلاع کرنا“...... باس نے نمبر الیون کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”او کے باس“...... نمبر الیون نے جواب دیا اور پھر وہ واپس مڑ

گیا۔ اس کے باہر جاتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔

"تمہاری شخصیت مشکوک ہو گئی ہے"...... باس نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔ جو کچھ حقیقت تھی وہ میں نے آپ کو بتا دی ہے"...... صفدر نے اس بار مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اس آدمی کو کیا سزا دی جائے"...... باس نے صفدر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ شاید صفدر کا ردعمل معلوم کرنا چاہتا تھا۔

"بلاتکلف گولی مار دو۔ مجھے کیا پرواہ ہو سکتی ہے"...... صفدر نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم خود ہی اسے گولی مارو گے۔ یہ تمہاری وفاداری کا امتحان بھی ہے اور اگر تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تو میں تمہیں اپنے گروپ میں شامل کر لوں گا ورنہ تمہارا انجام تو ظاہر ہی ہے"...... باس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا مگر صفدر خاموش رہا۔ وہ عجیب سچوئیشن میں پھنس گیا تھا۔ وہ صدیقی کو گولی نہیں مار سکتا تھا لیکن باس کے گروپ میں بھی شامل ہونا چاہتا تھا۔ باس نے کرسی پر مخصوص دباؤ ڈالا تو چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور دو آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے اندر داخل ہوئے۔

"اسے کھول دو"...... باس نے ان میں سے ایک کو حکم دیتے ہوئے کہا اور وہ مشین گن دیوار کے سہارے رکھ کر صفدر کی طرف بڑھا۔ اس نے رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔ چند لمحوں بعد صفدر آزاد

ہو گیا۔

"اسے ایک مشین گن دے دو"...... باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو وہ شخص ایک لمحے کے لئے اس اچانک حکم پر حیرت زدہ رہ گیا۔ پھر اس نے دیوار کے سہارے رکھی ہوئی مشین گن اٹھا کر صفدر کی طرف بڑھا دی۔ صفدر نے مشین گن لی اور پھر اس کا میگزین چیک کرنا شروع کر دیا۔ دراصل وہ متواتر سوچ رہا تھا کہ اس سچوئیشن سے کس طرح نمٹا جائے۔ وہ دونوں آدمی پیچھے ہٹ کر دیوار کے قریب کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بدستور مشین گن کا رخ صفدر کی طرف کر رکھا تھا۔

"اپنے ساتھی کو گولی مار دو۔ فوراً"...... باس نے طنزیہ لہجے میں کہا تو صفدر نے مشین گن سیدھی کر لی۔ اس کا رخ بے ہوش صدیقی کی طرف تھا۔ کمرے میں پراسرار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صفدر ایک لمحے کے لئے بے ہوش صدیقی کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ٹریگر پر انگلی کی گرفت مضبوط کر دی۔ بس اب ذرا سے دباؤ کی ضرورت تھی اور بے ہوش صدیقی کے جسم میں سینکڑوں گولیاں اتر جاتیں۔

جولیا کا فون عمران نے ہی بطور ایکسٹو اٹنڈ کیا تھا۔ اس نے نعمانی کو فوری طور پر حکم دیا کہ وہ اس دکان پر پہنچ کر جولیا کا تعاقب کرے تاکہ جولیا کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بلیک زیرو کو کار کا نمبر دے کر اس کی رجسٹریشن چیک کرنے کا حکم دے دیا اور پھر جولیا کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق کیپٹن شکیل کے پیچھے چل دیا۔

اس کیس نے اس کے دماغ کی چولیں ڈھیلی کر دی تھیں۔ ایک چھوٹی سی تصویر نے اسے اتنے چکر دیئے تھے کہ وہ خود گھن چکر بن کر رہ گیا تھا۔ ادھر وہ تصویر بھی غائب ہو گئی تھی اور ساتھ ہی ایک ایک کر کے تمام ممبر بھی غائب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ کیپٹن شکیل، صفدر اور صدیقی تین افراد تو غائب ہو چکے تھے اور آگے نجانے کیا ہونے والا تھا۔ اس تصویر کا بھی کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا

کہ وہ کہاں ہے اور کس کے پاس ہے۔ انہی خیالات میں گم وہ ٹیکسی میں بیٹھا ہوا تھا کہ ڈرائیور نے اسے خیالات سے چونکا دیا۔

”جناب شباب کالونی شروع ہو گئی ہے“...... ٹیکسی ڈرائیور نے کہا۔

”اچھا۔ ٹھیک ہے۔ اگلے چوک پر روک دو گاڑی“...... عمران نے چونک کر جواب دیا تو ڈرائیور نے اگلے چوک پر ٹیکسی روک دی۔ عمران نیچے اتر آیا۔ اس نے میٹر دیکھ کر کرایہ ادا کیا اور پھر اس وقت تک وہیں رکا رہا جب تک ٹیکسی اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔ اس کے بعد وہ آگے بڑھا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی موجودگی کا اطمینان کیا اور پھر کوٹھیوں کے نمبر بغور پڑھنے لگا۔ وہ میک اپ میں تھا اس لئے اس کے پہچان لئے جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

عمران کوٹھیوں کے نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی کوٹھی نمبر تین سو چودہ نظر آ گئی۔ یہ ایک عظیم الشان کوٹھی تھی اور پھاٹک پر ایک چوکیدار موجود تھا۔ کوٹھی پر ایک نظر ڈال کر وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ کوٹھی کے گیٹ پر کوئی نیم پلیٹ موجود نہیں تھی جس سے وہ مالک کا اندازہ لگاتا۔

اگلے چوک پر جا کر وہ مڑا اور پھر کوٹھیوں کے پیچھے ہوتا ہوا اس کوٹھی کی بیک پر آ گیا۔ یہ ایک سنسان سی سڑک تھی۔ اس طرف کوٹھیوں کی عقبی دیواریں تھیں۔ اس کوٹھی کی پشت پر آ کر وہ رک

گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے محتاط نظروں سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہاں کسی کو موجود نہ پا کر وہ دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ دیوار کی اونچائی مناسب تھی۔ اس نے اپنے جسم کو تولا اور دوسرے لمحے دو قدم پیچھے ہٹ کر اس نے جمپ لگایا۔ اس کے دونوں ہاتھ دیوار کے کناروں پر جم گئے۔ پھر انہی ہاتھوں کے سہارے وہ اوپر اٹھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ دیوار پر لیٹا ہوا تھا۔

کوٹھی کی اصل عمارت اس دیوار سے کافی دور تھی اور پیچھے پائیں باغ تھا۔ کوٹھی میں کوئی ہلچل نہیں تھی۔ دوسرے لمحے ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور عمران اندر کود گیا اور وہیں دیوار کے ساتھ لگی ہوئی جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا تاکہ دھماکے کا ردعمل دیکھ سکے۔ چند لمحوں تک وہ انتظار کرتا رہا لیکن کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا۔ وہ اٹھنے ہی لگا تھا کہ اسے برآمدے سے ایک آدمی ہاتھ میں مشین گن لئے نکلتا نظر آیا۔ عمران دوبارہ دبک گیا۔ وہ آدمی پرتشویش نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا ہوا عقبی دیوار کی طرف آ رہا تھا جہاں عمران موجود تھا۔

جھاڑیوں کی اوٹ سے عمران کی تیز نظریں اس آدمی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس آدمی کے منہ پر نقاب تھا اس لئے وہ اس کی قومیت کا اندازہ نہ لگا سکا تھا۔ مشین گن سیدھی کئے وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ لمحہ بہ لمحہ وہ عمران کے قریب آ رہا تھا۔ کوٹھی کے مکین شاید حد درجہ احتیاط پسند واقع ہوئے تھے اس لئے اتنے ہلکے سے دھماکے سے وہ ہوشیار ہو گئے تھے۔ اب وہ آدمی بظاہر کچھ نہ دیکھتے ہوئے

بھی بڑے محتاط طریقے سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ جلد ہی وہ آدمی ٹھیک اس جھاڑی کے قریب پہنچ گیا جس کے پیچھے عمران موجود تھا۔

عمران کی پشت دیوار سے لگی ہوئی تھی۔ اس نقاب پوش کی نظر پڑنے کی دیر تھی اور عمران کو چیک کر لیا جاتا۔ چنانچہ عمران نے خود ہی پیش قدمی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فیصلہ کرتے ہی عمران نے برق رفتاری سے اس نقاب پوش پر حملہ کر دیا۔ اس اچانک افتاد سے وہ نقاب پوش گھبرا گیا اور مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر گھاس پر گر پڑی۔ عمران نے اسے پوری طرح جکڑ لیا تھا۔ عمران نے دراصل اس کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لی تھیں۔ دوسرے لمحے عمران اس کے سینے پر سوار تھا اور پھر نقاب پوش کو کوئی موقع دیئے بغیر ایک زوردار مکا اس کی کنپٹی پر جڑ دیا۔ دو چار مکوں کے بعد نقاب پوش نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے اور وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے پھرتی سے اسے جھاڑی کے پیچھے گھسیٹ لیا اور پھر اس کا نقاب اتارا تو وہ آدمی غیر ملکی تھا۔ عمران نے تیزی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا اور پھر جلد ہی وہ اس کا لباس پہنچ چکا تھا اور اپنا لباس اس نے غیر ملکی کو پہنا دیا اور منہ پر نقاب پہن لی۔ نقاب پر بچھو کی چھوٹی سی تصویر بنی ہوئی تھی اور نیچے بارہ کا ہندسہ تھا۔ عمران کا چونکہ قدوقامت تقریباً اس غیر ملکی کے برابر تھا اس لئے بظاہر پہچان لئے جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

جاتے جاتے عمران نے ریوالور نکالا جس پر سائیلنسر فٹ تھا۔ اس نے ریوالور کی نال اس غیر ملکی کی کھوپڑی پر رکھی اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ سٹک کی ہلکی سی آواز ابھری اور بے ہوش آدمی ہل بھی نہ سکا اور اس کی کھوپڑی کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ عمران نے پوری درندگی سے بے ہوش غیر ملکی کو ختم کر دیا تھا۔ اسے غیر ملکی مجرموں سے ہمیشہ نفرت رہی تھی اور وہ انہیں چھوٹ دینے کا قطعی قائل نہیں تھا۔

غیر ملکی کو ختم کر کے وہ جھاڑیوں کی اوٹ سے باہر نکلا۔ ریوالور اس نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ اس نے گھاس پر پڑی ہوئی مشین اٹھائی اور پھر اطمینان سے چلتا ہوا کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔ برآمدے میں پہنچتے ہی اسے دو اور نقاب پوش نظر آئے۔

''کیا بات تھی نمبر بارہ''...... ان میں سے ایک نقاب پوش نے پوچھا۔ اس کا لہجہ ایکریمین تھا۔

''کچھ نہیں''...... عمران نے بھی اجنبی لہجے میں جواب دیا تو دونوں نقاب پوش واپس مڑ گئے۔ عمران کو جو فوری خطرہ درپیش تھا وہ ٹل گیا تھا۔ عمران نے چونکہ نقاب پوش کی آواز نہیں سنی تھی اس لئے اسے خطرہ تھا کہ کہیں لہجہ بدلا ہوا پا کر وہ چونک نہ جائیں مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ ان کے شاید تصور میں بھی نہیں تھا کہ نمبر بارہ کے نقاب میں کوئی اور شخصیت ہے۔

وہ دونوں نقاب پوش برآمدے میں کھلنے والے ایک دروازے

میں داخل ہوئے تھے۔ عمران بھی ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ ویسے وہ ہر صورتحال سے نپٹنے کے لئے تیار تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تو وہ دونوں نقاب پوش پلٹ پڑے۔

''تم ادھر کیوں آ رہے ہو۔ روم نمبر تین میں جاؤ۔ باس کے پاس''...... ان میں سے ایک نقاب پوش نے کہا۔ ویسے اس کے لہجے سے حیرت صاف ظاہر تھی۔ عمران نروس ہو گیا۔ اب بھلا اسے کیا معلوم تھا کہ روم نمبر تین کہاں ہے۔ اس نے پلٹ کر فوراً باہر نکلنے میں ہی عافیت سمجھی۔ چنانچہ بغیر کوئی جواب دیئے وہ واپس پلٹ گیا اور پھر دوبارہ برآمدے میں پہنچ گیا۔ اب مسئلہ تھا روم نمبر تین معلوم کرنے کا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ تھا جس کا حل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایک خیال آتے ہی اس نے دروازہ کو بغور دیکھا تو اس پر چھوٹا سا نمبر فور لکھا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر عمران آگے بڑھ گیا۔ برآمدے کے کونے میں جو کمرہ تھا اس کے دروازے پر نمبر سکس لکھا ہوا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں۔ عمران تن بہ تقدیر اوپر چڑھتا گیا۔ جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں وہاں ایک لمبی سی راہداری تھی۔ اس میں صرف دو دروازے تھے۔ ایک پر نمبر سیون اور دوسرے پر نمبر ایٹ لکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اور دوسرے کونے میں اوپر مزید سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ وہ ان سیڑھیوں کی طرف لپکا اور

پھر وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا تیسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہ بھی ایک راہداری تھی۔ راہداری کے دروازے پر ایک نقاب پوش مشین گن لئے کھڑا تھا۔ عمران جیسے ہی وہاں پہنچا اس نقاب پوش نے مشین گن کی نال اس کے سینے سے لگا دی۔

''کوڈ''...... نقاب پوش کی سرد آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی۔

''وائٹ سکارپین''...... عمران نے اندازے سے کوڈ بتایا تو مشین گن ہٹا لی گئی اور اسے راستہ دے دیا گیا۔ عمران اطمینان سے آگے بڑھ گیا۔ اس کی ریڈ میڈ کھوپڑی نے بالکل صحیح کام کیا تھا۔ عمران کے لاشعور میں بھی کوڈ موجود نہیں تھا۔ اس نے تو صرف ایک اندازہ لگایا تھا۔ نقاب پر بچھو کی تصویر تھی اور یہ تصویر اس نے ہر نقاب پر دیکھی تھی۔ پھر سیاہ نقاب پر سفید دھاگوں سے یہ تصویر کاڑھی گئی تھی اس لئے اس نے وائٹ سکارپین کہہ دیا یعنی سفید بچھو اور اس کا اندازہ بالکل صحیح ثابت ہوا۔ راہداری میں داخل ہوتے ہی آخری کونے پر ایک بڑا سا دروازہ اسے نظر آ گیا جس پر نمبر تین لکھا ہوا تھا۔

عمران اس دروازے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ دروازہ بند تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس پر دستک دے یا نہیں۔ ویسے اسے قطعی علم نہیں تھا کہ آیا دستک دینے کا کوئی مخصوص انداز ہے۔ قدم قدم پر الجھنیں پڑ رہی تھیں۔ کسی بھی لمحے معمولی سی غفلت سے اس کا

راز آشکار ہو سکتا تھا۔

''کم ان نمبر بارہ''...... ابھی وہ کوئی فیصلہ بھی نہ کر پایا تھا کہ اندر سے غراتی ہوئی آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلتا چلا گیا۔

عمران اپنی حیرت پر قابو پاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ اب وہ ایک کافی بڑے ہال میں موجود تھا جس کے درمیان ایک بہت بڑی مشین تھی جس پر بے شمار ڈائل اور بٹن موجود تھے۔ مشین کے قریب ایک آرام دہ ریوالونگ چیئر پر ایک نقاب پوش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نقاب پر بڑا سا بچھو بنا ہوا تھا اور بچھو نے ڈنک اٹھایا ہوا تھا۔

''اتنی دیر کہاں رہے نمبر بارہ''...... اس نقاب پوش نے جو یقیناً اس گروپ کا باس تھا، نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''ایک شک مٹانے گیا تھا باس۔ میں نیچے گیا تو ایسے محسوس ہوا جیسے کوئی دھماکہ ہوا ہے مگر''...... عمران کہتے کہتے رک گیا کیونکہ باس اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ مشین چل رہی تھی اور پھر مشین پر موجود ایک بڑی سی سکرین پر اس کی نظر پڑی۔ باس بھی اس سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مشین پر نظر پڑتے ہی عمران چونک پڑا کیونکہ ایک بڑا سا ہال اس پر نظر آ رہا تھا جہاں تنویر بے ہوش پڑا ہوا تھا اور کیپٹن شکیل الٹا لٹکا ہوا تھا جبکہ ایک آدمی ریوالور لئے ایک ستون کے قریب کھڑا تھا۔ شاید یہ ابھی ابھی ہوا تھا اس لئے باس عمران کی بات سننے کی بجائے سکرین کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ عمران حیرت

سے سکرین کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں کیپٹن شکیل کی حالت دیکھ کر غصے سے سرخ ہو گئی تھیں۔

"بیٹھو"...... باس نے سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے عمران کو ہاتھ سے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا جو باس کے قریب ہی پڑی ہوئی تھی۔ نمبر بارہ شاید اس کا اسسٹنٹ تھا یا مشین آپریٹر تھا جو باس کی عدم موجودگی میں مشین آپریٹ کرتا ہو گا اس لئے باس نے اسے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ عمران آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور اس نے مشین گن کرسی کے پائے سے ٹکا دی اور پھر بغور مشین کی طرف دیکھنے لگا۔ جلد ہی وہ مشین کی ماہیت کو کافی حد تک سمجھ گیا۔ اب وہ خاموشی سے سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس کے ساتھ ساتھ وہ کافی سے زیادہ حد تک چوکنا بھی تھا تاکہ اگر کیپٹن شکیل کو نازک صورت حال پیش آئے تو وہ اس کی مدد کر سکے۔

مشین پر ہال میں موجود افراد کی گفتگو بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ پھر اس نے اس آدمی اور الٹے لٹکے ہوئے کیپٹن شکیل کو آپس میں الجھتے دیکھا اور پھر جلد ہی کیپٹن شکیل نے ریوالور کے بل پر اس آدمی کو مجبور کر دیا کہ وہ اسے اس الٹے پن سے نجات دلائے۔ عمران دل ہی دل میں کیپٹن شکیل کی ذہانت کی داد دینے لگا جس نے اس خوبصورت انداز سے دوسرے آدمی کو ڈاج دیا تھا۔

باس قطعی خاموش تھا اور گہری نظروں سے سکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے عمران کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ باس کو ختم کر دے لیکن پھر اس نے اپنی خواہش کا گلا دبا دیا۔ وہ مکمل حالات جاننا چاہتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ کیپٹن شکیل نے ستون پر ایک بٹن دبا کر اب اس آدمی کو الٹا لٹکا دیا تھا اور پھر دوسرے لمحے باس نے ایک بٹن آن کر دیا۔

"تم بالکل ٹھیک کہتے ہو نوجوان۔ نمبر ٹونٹی قطعی بے وقوف اور بزدل ثابت ہوا ہے"...... باس نے بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

عمران نے الٹے لٹکے ہوئے آدمی کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل کو بھی چونکتے دیکھا۔ اس کی آواز سکرین پر نظر آنے والے ہال میں پہنچ رہی تھی۔

چند لمحوں تک باس نے گفتگو کر کے مشین پر لگی ہوئی ایک ناب گھما کر ایک ہندسے پر فٹ کی اور پھر ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ وہ ہندسہ سرخ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی عمران نے الٹے لٹکے ہوئے آدمی پر ایک پھوار پڑتی دیکھی۔ دوسرے لمحے اس آدمی کے جسم میں آگ لگ گئی جس کا نمبر ٹونٹی تھا۔

عمران خاموشی سے یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا۔ پھر باس نے قہقہے لگانے شروع کر دیئے اور پھر اس نے ایک بٹن دبایا تو جلتا ہوا نمبر ٹونٹی فرش پر کھلنے والے ایک خلاء میں گم ہو گیا۔ اس نے تنویر کو بھی ہلتے دیکھا۔ باس نے تنویر کو اٹھنے کی ہدایت کی۔ اب وہ کیپٹن

شکیل سے بات کر رہا تھا اور پھر وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے بات چیت کرنے والا بٹن آف کر دیا اور اب وہ خاموشی سے سکرین کو دیکھ رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ گزر گئے۔ کیپٹن شکیل اور تنویر کی ہر حرکت سکرین پر صاف نظر آ رہی تھی۔ کیپٹن شکیل نے ایک ستون کے قریب پہنچ کر بٹن دبایا اور پھر وہاں ایک دیوار میں دروازہ نمودار ہو گیا۔ کیپٹن شکیل اور تنویر اس دروازے کی طرف بھاگے مگر باس نے ایک بٹن دبا دیا اور دروازہ غائب ہو گیا۔

باس نے ایک بار پھر ناب گھمائی اور اس سے پہلے کہ عمران کچھ سمجھتا باس نے سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا اور پھر عمران کی آنکھیں غصے کی شدت سے پھیل گئیں جب اس نے تنویر اور کیپٹن شکیل کو مجسم شعلہ بنے دیکھا۔ باس شیطانی قہقہے لگا رہا تھا جیسے ان کی بے بسی پر ہنس رہا ہو۔ کیپٹن شکیل اور تنویر فرش پر لیٹ گئے تھے۔ ہال میں بے بسی سی ناچ رہی تھی۔ اب عمران کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ اب وہ تھوڑی سی بھی دیر کرتا تو یقیناً وہ دونوں ختم ہو جاتے اور پھر اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور باس کی کنپٹی سے لگا دیا۔

''ان کی آگ بجھاؤ ورنہ گولی مار دوں گا''...... عمران نے کرخت لہجے میں کہا تو باس حیرت سے اچھل پڑا۔ عمران کی آواز شاید ہال میں بھی گونجی تھی کیونکہ اس نے کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں کو چونکتے دیکھا تھا۔

''جلدی کرو ورنہ گولی مار دوں گا''...... عمران نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔ اس کا لہجہ اتنا بھیانک تھا کہ باس نے گھبرا کر ایک بٹن دبا دیا اور ہال میں ایک زرد رنگ کی گیس چکراتی ہوئی نظر آئی اور پھر ان دونوں کی آگ بجھ گئی۔ کیپٹن شکیل اور تنویر نقاہت سے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ ان کے کپڑے اور جسم جھلسا ہوا تھا۔

''ان کو فوراً ٹھیک کرو''...... عمران نے اسی لہجے میں کہا۔

''مگر تم''...... باس نے کچھ کہنا چاہا۔

''جلدی کرو''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ریوالور کا دباؤ بڑھا دیا۔

''یہ ٹھیک نہیں ہو سکتے''...... باس نے کہا جو اب قدرے سنبھل چکا تھا۔

''تو پھر تم بھی راہ عدم کو سدھارو''...... عمران نے درندگی سے بھرپور لہجے میں جواب دیا اور ٹریگر پر انگلی کی گرفت مضبوط کر دی۔

''ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ میں ابھی انہیں ٹھیک کرتا ہوں''...... باس نے عمران کے لہجے سے گھبرا کر کہا اور اس نے جلدی سے ایک ناب گھمانا شروع کر دی اور پھر دو بٹن پریس کر دیئے۔ ان دونوں پر ایک سیال کی پھوار پڑنی شروع ہو گئی اور اس پھوار کا حیرت انگیز ردعمل ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے انہوں نے آب حیات پی لیا ہو۔ ان کا جسم حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو گیا تھا۔ جھلسنے تک کے آثار ختم ہو

گئے البتہ کپڑے ابھی تک جلے ہوئے تھے اور پھر وہ دونوں تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

عمران دوسرے لمحے باس کی گردن پر کراٹے کا بھرپور وار کر چکا تھا۔ وار چونکہ اچانک اور بھرپور پڑا تھا اس لئے ایک ہی وار نے اسے بے ہوش کر دیا۔ عمران نے اسے گھسیٹ کر کرسی سے علیحدہ کیا اور اسے فرش پر لٹا کر خود کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب وہ مشین کو آپریٹ کرنا مکمل طور پر جان گیا تھا۔ چنانچہ اس نے وہ بٹن دبایا جس سے باس نے دروازہ غائب کیا تھا۔ بٹن دبتے ہی دروازہ دوبارہ نمودار ہو گیا۔

"کیپٹن شکیل اور تنویر تم دونوں ہال سے باہر نکلو اور پھر برآمدے میں پہنچو۔ وہاں کونے میں سیڑھیاں اوپر جا رہی ہیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے تم تیسری منزل پر آؤ کمرہ نمبر دس میں۔ فوراً"...... عمران نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا اور وہ دونوں ہال سے باہر نکل آئے۔ عمران نے ان کے نکلنے کے بعد دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔ اب اس نے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ سکرین پر منظر تبدیل ہونے لگے۔ پھر اس نے کیپٹن شکیل اور تنویر کو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ساتھ ساتھ سکرین کا ڈائل گھما رہا تھا اور پھر وہ دونوں تیسری منزل پر پہنچ گئے۔ یہاں وہ نقاب پوش موجود تھا۔ اس نے کیپٹن شکیل اور تنویر کو دیکھتے ہی مشین گن سیدھی کر لی۔

"نمبر تھری۔ ان کو آنے دو"...... عمران نے باس کے لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔ عمران اس نقاب پوش کا نمبر آتے ہوئے دیکھ چکا تھا اور اس کی آواز سنتے ہی نمبر تھری نے مشین گن ہٹا لی اور انہیں راستہ دے دیا۔ وہ دونوں آگے بڑھ آئے۔ پھر جیسے ہی انہوں نے روم نمبر ٹین کے باہر بچھے ہوئے قالین پر قدم رکھے ایک سائیڈ سکرین پر ان کا عکس نظر آنے لگا۔ عمران نے ایک بٹن جس پر ڈور کا لفظ لکھا ہوا تھا دبا دیا اور دروازہ کھل گیا۔ وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

"ادھر مشین کے پاس آ جاؤ"...... عمران نے ایک بٹن دبا کر انہیں کہا۔ اب اس کی آواز دوسری جگہ نہیں سنائی دے سکتی تھی۔ وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے مشین کے قریب پہنچ گئے۔

"عمران صاحب آپ"...... کیپٹن شکیل نے قریب پہنچ کر حیرت سے اس نقاب پوش کو دیکھا جو کرسی پر بیٹھا تھا۔

"ہاں۔ مجھے بھی ایکسٹو بننے کا شوق ہوا ہے اس لئے اب میں نے بھی نقاب لگا لیا ہے"...... عمران نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ تنویر خاموش تھا۔ عمران نے جس طرح عین موقعے پر دخل اندازی کر کے ان کی جان بچائی تھی وہ اس کے لئے حقیقتاً عمران کے ممنون تھے۔

"کیپٹن شکیل۔ اب اس باس کو یہاں سے باہر لے جانا ہے"۔

عمران نے کرسی سے اٹھتے ہوئے فرش پر پڑے باس کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

’’یہی ہے وہ درندہ‘‘...... کیپٹن شکیل نے نفرت سے بے ہوش باس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

’’ہاں۔ یہی وہ مہربان ہیں جو تم دونوں کو زندہ جلا رہے تھے۔ اگر تنویر جل جاتا تو جولیا بے چاری کنواری بیوہ ہو جاتی‘‘...... عمران نے تنویر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عمران یہاں بھی مذاق کرنے سے باز نہ رہا تھا۔

’’عمران صاحب مذاق چھوڑیئے‘‘...... کیپٹن شکیل نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران، کیپٹن شکیل اور تنویر کی موجودہ حالت پر ہنس پڑا۔

’’تنویر۔ تمہاری جسامت باس سے ملتی جلتی ہے۔ تم اس کا لباس خود پہن لو اور اسے اپنا لباس پہنا دو‘‘...... عمران نے تنویر سے مخاطب ہو کر کہا۔

’’میرا لباس‘‘...... تنویر نے اپنے جھلسے ہوئے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔

’’جلدی کرو تنویر۔ ہم شدید خطرے میں ہیں‘‘...... کیپٹن شکیل نے تنویر سے کہا اور تنویر نے جھک کر بے ہوش باس کو اٹھایا اور پھر اسے لے کر ایک کونے میں لگے ہوئے پردے کے پیچھے چلا گیا۔

’’آپ یہاں کیسے پہنچے‘‘...... کیپٹن شکیل نے عمران سے پوچھا۔ اسے عمران کے یہاں پہنچنے پر حیرت ہو رہی تھی۔

’’یہ سب تمہاری جولیا کی مہربانی ہے ورنہ آج تم دونوں کے

انتقال کا دن تھا‘‘...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل مسکرا کر خاموش ہو گیا کیونکہ یہ تفصیل پوچھنے کا وقت نہیں تھا۔ چند لمحوں بعد تنویر باس کا لباس اور اس کا نقاب باندھے پردے سے باہر آ گیا۔

’’ویری گڈ۔ اب کیپٹن شکیل تم ایسا کرو کہ باس کو اٹھا کر باہر لے آؤ‘‘...... عمران نے کیپٹن شکیل سے کہا۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر باس کو اٹھا کر پردے سے باہر لا ڈالا۔

وہ ایک غیر ملکی تھا۔ عمران نے اس کے چہرے کو بغور دیکھا اور پھر وہ سمجھ گیا کہ وہ میک اپ میں ہے۔ عمران نے آگے بڑھ کر کمرے میں موجود الماری کھولی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ الماری میں نقاب موجود تھے۔ اس نے ایک نقاب نکال کر تنویر کی طرف بڑھا دیا۔

’’تنویر۔ یہ نقاب باس کے چہرے پر چڑھا دو‘‘...... عمران نے نقاب تنویر کی طرف اچھالتے ہوئے کہا تو تنویر نے باس کے چہرے پر وہ نقاب چڑھا دیا۔

’’اب اس کے لباس کا مسئلہ ہے‘‘...... عمران نے پرتشویش نظروں سے جلے ہوئے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ادھر ادھر نگاہیں دوڑائیں لیکن وہاں کوئی اور الماری نہیں تھی۔

’’کیا پردے کے پیچھے کوئی الماری ہے‘‘...... عمران نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

''ہاں ہے''...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

''وہاں دیکھو شاید کوئی لباس مل جائے''...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل نے وہاں جا کر دیکھا تو وہاں مختلف لباس مل گئے۔ کیپٹن شکیل نے ایک سوٹ اٹھایا اور باہر لے آیا۔

''اسے پہنا دو''...... عمران نے کہا تو کیپٹن شکیل نے اس جلے ہوئے لباس کے اوپر ہی وہ سوٹ بے ہوش باس کو پہنا دیا۔

''تنویر۔ تم اپنا نقاب اتار کر مجھے دو اور یہ نقاب پہن لو''۔ عمران نے اپنا نقاب اتار کر تنویر کو دیتے ہوئے کہا اور پھر انہوں نے نقاب آپس میں تبدیل کر لئے۔

''کیپٹن شکیل۔ تم بھی لباس تبدیل کر لو''...... عمران نے کیپٹن شکل کے لباس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو کیپٹن شکیل پردے کی طرف بڑھنے لگا۔

''اچھا ٹھہرو۔ ایک اور ترکیب کرتے ہیں''...... عمران نے ایک خیال کے تحت اسے روکتے ہوئے کہا تو وہ رک گیا۔

''میں نمبر تین کو بلاتا ہوں۔ تم اسے بے ہوش کر لینا''۔ عمران نے کہا اور پھر اس نے کرسی پر بیٹھ کر مشین کو دوبارہ آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ مختلف بٹن دبانے کے بعد سکرین پر نقاب پوش نمبر تین کو لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے آواز والا بٹن پریس کر دیا۔

''نمبر تین۔ روم نمبر ٹین میں آؤ۔ فوراً''...... عمران نے باس

کے لہجے میں نمبر تین کو حکم دیا اور نمبر تین آواز سن کر مڑا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دروازے کے سامنے موجود تھا۔ عمران نے دروازہ کھولا اور نمبر تین اندر آ گیا۔ اس کے اندر آتے ہی کیپٹن شکیل جو دروازے کے قریب کھڑا تھا، نے اس کے سر پر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے مار دیا اور نمبر تین کٹے ہوئے شہتیر کی مانند فرش پر گر پڑا۔ اس کے لئے ایک ہی وار کافی ثابت ہوا تھا۔

''اس کا لباس تم پہن لو''...... عمران نے کیپٹن شکیل سے کہا تو کیپٹن شکیل اسے اٹھا کر پردے کے پیچھے لے گیا۔ چند لمحوں بعد وہ نمبر تین کا لباس پہنے باہر نکل آیا۔ اس نے نقاب بھی لگا رکھا تھا۔

''اب تم باس کو اٹھاؤ اور کوٹھی سے باہر نکل جاؤ۔ کمپاؤنڈ میں ایک کار موجود ہے۔ اسے دانش منزل پہنچا دو۔ دیکھو احتیاط سے جانا''...... عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر اس نے جھک کر بے ہوش باس کو کاندھے پر لاد لیا۔

عمران نے دروازہ کھولنے والا بٹن دبایا اور وہ دونوں باس کو لئے باہر نکل گئے۔ عمران نے دروازہ بند کر کے مشین پر انہیں دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ منظر پر منظر تبدیل ہوتا چلا گیا اور پھر یہ دیکھ کر اسے اطمینان ہوا کہ وہ دونوں بغیر کسی مداخلت کے کار کے ذریعے کوٹھی سے باہر نکل گئے۔ عمران نے مشین

بند کر دی۔

اب وہ قدرے مطمئن تھا۔ ایک بڑا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور اس گروپ کا سربراہ قبضے میں آ چکا تھا اور اس سے تمام معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں۔ چنانچہ اب اس نے خود بھی وہاں سے نکل جانے کا پروگرام بنایا کہ اچانک مشین سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی اور ایک ڈائل پر چھ کا ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ عمران ایک لمحہ بغور مشین کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے اسی ڈائل کے نیچے لگا ہوا چھ نمبر پریس کر دیا۔ سیٹی کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ وائٹ سکارپین۔ اوور"...... ایک آواز مشین سے نکلنے لگی۔ عمران سمجھ گیا کہ یہاں ٹرانسمیٹر فٹ ہے۔

"یس۔ وائٹ سکارپین سپیکنگ۔ اوور"...... عمران نے باس کے لہجے میں جواب دیا۔

"نمبر سکس سپیکنگ۔ باس۔ اوور"...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"یس نمبر سکس۔ رپورٹ دو۔ اوور"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ غضب ہو گیا۔ وائٹ لائن والے تصویر لے جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اوور"...... نمبر سکس نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔ تصویر اور وائٹ لائن کا سن کر عمران بری طرح چونک پڑا۔

"تفصیل بتاؤ۔ اوور"...... عمران نے کرخت لہجے میں پوچھا۔

"باس۔ پوائنٹ نمبر فور پر جہاں ہمارے ماہرین اس تصویر کا جائزہ لے رہے تھے وائٹ لائن نے اچانک ریڈ کر دیا اور وہ وہاں سے تصویر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ اوور"...... نمبر سکس کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ جیسے وہ باس کے غصے سے خوفزدہ ہو۔ عمران ایک لمحے کے لئے خاموش ہو گیا کہ اب وہ کیا جواب دے لیکن پھر اس نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"اور تم منہ دیکھتے رہے۔ اوور"...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"باس۔ ان کا ریڈ اتنا اچانک اور بھرپور تھا کہ کوئی سنبھل ہی نہ سکا۔ ہم نے مقابلہ کیا مگر ہمارے سب آدمی ختم ہو گئے۔ اوور"۔ نمبر سکس کی خوف سے بھرپور آواز سنائی دی۔

"ان کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اوور"...... عمران نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"یس باس۔ نمبر تھری ان کے تعاقب میں ہے۔ اوور"...... نمبر سکس نے جواب دیا۔

"اوکے۔ تم وہیں رہو اور اگر کوئی مزید بات معلوم ہو تو مجھے فوراً رپورٹ دینا۔ اوور اینڈ آل"...... عمران نے اسے حکم دیا اور پھر بٹن آف کر دیا۔

اب وہ حیران تھا کہ یہ وائٹ لائن گروپ کون ہے۔ اس کا

مطلب ہے کہ تصویر کے لئے دو گروپ کام کر رہے ہیں۔ وائٹ لائن اور وائٹ سکارپین یہ ایک نیا انکشاف تھا۔ اب پوائنٹ نمبر فور کہاں ہے یہ اسے معلوم نہیں تھا اور وائٹ لائن کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے اس کا بھی اسے علم نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ فوراً وہاں سے نکل کر دانش منزل جائے اور باس سے تمام تفصیل معلوم کرے کیونکہ اسے یقیناً علم ہو گا۔ چنانچہ اس نے نقاب ٹھیک کیا اور پھر دروازہ کھول کر وہ باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ اسے ایک خیال آ گیا اور وہ واپس اندر آ گیا۔ اس نے تمام کمرے کی الماریوں کی تلاشی لی اور پھر اسے ایک الماری سے مطلوبہ چیز مل گئی۔

یہ طاقتور ٹائم بم تھے۔ اس نے دو بم اٹھائے اور پھر ان پر آدھے گھنٹے کا وقت سیٹ کر کے ان دونوں بموں کو مشین کے اندر ایک خالی کونے میں رکھ دیا۔ اب وہ مطمئن تھا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ سیڑھیاں اترتا ہوا وہ کوٹھی کے لان میں پہنچا۔ اسے یوں نیچے آتے دیکھ کر گیٹ پر موجود چوکیدار بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کی طرف بھاگ پڑا۔

''باس۔ کار نکالوں''...... چوکیدار نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ جلدی کرو''...... عمران نے کہا۔ اس کی ایک مشکل خودبخود حل ہو گئی اور پھر وہ چوکیدار برآمدے کی طرف بھاگا۔ برآمدے کے ایک ستون پر لگا ہوا بٹن دباتے ہی برآمدے کے نیچے تہہ خانے کا راستہ کھل گیا۔ یہ شاید خفیہ گیراج تھا۔

عمران حیران تھا کہ مجرموں نے کتنا وسیع انتظام کر رکھا ہے اور پھر گیراج سے ایک سرخ رنگ کی کار باہر آ گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر وہی چوکیدار تھا۔ کار قریب کھڑی کر کے وہ نیچے اتر آیا۔ عمران ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چوکیدار نے بھاگ کر پھاٹک کھولا اور پھر عمران کی کار تیزی سے پھاٹک سے نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔ اسے علم تھا کہ آدھے گھنٹے بعد اس مشین اور کم از کم آدھی بلڈنگ کے ٹکڑے اڑ جائیں گے۔

ایکسٹو کا فون ملتے ہی وقت ضائع کئے بغیر نعمانی سیدھا نیو مارکیٹ پہنچا۔ جب وہ ٹیکسی سے اترا تو اس نے دور سے جولیا کو ایک گلی میں مڑتے دیکھا۔ وہ آہستہ آہستہ جولیا کے پیچھے چل دیا۔ ریڈی میڈ میک اپ سے اس کی صورت میں کافی تبدیلی آ گئی تھی۔ گلی میں مڑ کر جب وہ بلڈنگ کی پچھلی سڑک پر پہنچا تو اس نے جولیا کو ایک دروازے میں داخل ہوتے دیکھا۔ دروازے کے سامنے ایک کار کھڑی تھی۔ نعمانی حیران تھا کہ جولیا اس دروازے میں کیوں داخل ہو گئی ہے۔ وہ آگے بڑھا اور پھر جب وہ قریب پہنچا تو اس نے ایک آدمی کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھا تو وہ پھرتی سے ایک کھمبے کی آڑ میں ہو گیا۔ اس آدمی کے نکلنے کے بعد دروازہ بند ہو گیا جس کا مطلب تھا کہ جولیا اندر رہ گئی ہے۔

وہ آدمی جو دروازے سے باہر نکلا تھا شاید بہت تیزی میں تھا۔

اس نے بغیر ادھر ادھر دیکھے گاڑی کا دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ کار کا نمبر نعمانی کے ذہن میں محفوظ ہو چکا تھا۔ سڑک کے اختتام پر کار جب مین روڈ پر مڑ گئی تو نعمانی آگے بڑھا۔ اب وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ اسے حیرت اس بات کی تھی کہ جولیا جو اس دروازے میں داخل ہوئی تھی وہ کہاں گئی۔ نعمانی نے دروازہ کھولنے کے لئے زور لگایا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ نعمانی حیران تھا کہ اب کیا کرے۔ ویسے اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ جولیا خطرے میں ہے۔

چنانچہ اس نے ایک لمحے کے لئے وہاں کھڑے ہو کر سوچا کہ اب وہ کیا کرے پھر اسے خیال آیا کہ یہ عقبی دروازہ ہے وہ سامنے والے دروازے سے داخل ہو کر صورت حال معلوم کرے۔ اس نے بلڈنگ کا اندازہ لگایا اور پھر واپس گلی سے ہوتا ہوا دوبارہ مین روڈ پر آ گیا۔ اندازے کے تحت وہ آگے بڑھتا گیا۔ پھر کپڑے کی ایک بڑی دکان کے سامنے جا کر وہ رک گیا۔ اس کے اندازے کے مطابق اسی دکان کا وہ عقبی دروازہ تھا۔ چند لمحے اندازہ لگا کر وہ دکان میں داخل ہو گیا۔ دکان میں گاہکوں کی تعداد کافی سے زیادہ تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں مینجر کے آفس پر جم گئیں۔

نعمانی نے سوچا ضرور عقبی دروازے کا راستہ مینجر کے آفس سے ہی ہو کر جاتا ہو گا۔ وہ اس کاؤنٹر پر رک گیا جو مینجر کے آفس کے

بالکل قریب تھا۔ اس نے بس یونہی کپڑا دیکھنا شروع کر دیا۔
دراصل وہ مینجر کے آفس سے آنے والی کسی آواز کا منتظر تھا تاکہ صورت حال کا صحیح اندازہ لگا سکے لیکن اندر قطعی سکون تھا۔ ذرہ برابر بھی آواز نہیں آ رہی تھی۔ وہ چکرا گیا کہ مسئلہ کیا ہے۔ آخر تنگ آ کر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ مینجر کے آفس میں داخل ہو کر دیکھے۔ اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو وہ نپٹ لے گا ورنہ مینجر سے کسی کپڑے کے متعلق پوچھ کر واپس آ جائے گا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر مینجر کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ دروازے کے سامنے پردہ تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک کر رک گیا اور دروازہ خودبخود پیچھے بند ہو گیا۔ ایک کرخت آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"تم مجھے بے وقوف سمجھتی ہو"...... ایک آواز سنائی دی تو نعمانی نے ریوالور نکال لیا۔ ویسے اسے خوشی تھی کہ اس کی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوا تھا۔ یہ اتفاق ہی تھا ورنہ دروازہ کھلنے اور اندر داخل ہونے پر ضرور کوئی متوجہ ہو جاتا مگر شاید اندر کچھ ایسے حالات تھے کہ وہ اپنے کام میں مگن تھے۔

"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔ کیا تم کو نہیں معلوم"...... جولیا کی آواز سنائی دی تو نعمانی نے ذرا سا پردہ ہٹا کر دیکھا تو ایک آدمی جولیا پر ریوالور تانے کھڑا تھا۔ اس کا منہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ پھر اس نے اس آدمی کی انگلی ٹریگر کے گرد بڑھتے دیکھی۔

نعمانی سمجھ گیا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ وہ یقیناً جولیا کو گولی مارنا چاہتا تھا۔ نعمانی نے پھرتی سے ریوالور سیدھا کیا اور پھر اس سے پہلے کہ اس آدمی کی انگلی کا ٹریگر پر دباؤ بڑھتا اس نے گولی چلا دی۔ نشانہ وہ ریوالور والا ہاتھ تھا اور نتیجے میں کمرہ ایک زوردار چیخ سے گونج اٹھا۔ نعمانی پردہ ہٹا کر آگے بڑھ آیا۔ اسے خطرہ تھا کہ گولی چلنے کی آواز سن کر کوئی اندر نہ آ جائے۔

"ہاتھ اوپر کر لو"...... نعمانی نے انتہائی سخت لہجے میں اس آدمی کو حکم دیا تو وہ آدمی اپنا ہاتھ پکڑے کینہ توز نظروں سے نعمانی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر روئی کے پھائے لگے ہوئے تھے۔ جولیا نے نعمانی کو دیکھا تو اس نے جھپٹ کر وہ ریوالور اٹھا لیا جو مینجر کے ہاتھ سے گرا تھا جبکہ مینجر نے بے بسی سے ہاتھ اٹھا لئے۔

"اب کیا کرنا ہے جولیا۔ جلدی کرو۔ کوئی اندر نہ آ جائے"۔ نعمانی نے جولیا سے مخاطب ہو کر تیز لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو کوئی اندر نہیں آئے گا۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف ہے"۔ جولیا نے کہا تو نعمانی نے اطمینان کا طویل سانس لیا۔

"دروازے کی چٹخنی لگا دو تاکہ کوئی اتفاقاً اندر نہ آ جائے"۔ جولیا نے نعمانی سے مخاطب ہو کر کہا تو نعمانی نے آگے بڑھ کر دروازہ کی چٹخنی چڑھا دی۔

"ہمارے دو ساتھی کہاں ہیں"...... جولیا نے مینجر سے پوچھا۔

''دو ساتھی''...... مینجر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ ہمارے دو ساتھی جو یہاں آ کر گم ہو گئے ہیں''۔ جولیا نے سخت لہجے میں کہا جبکہ نعمانی حیران تھا کہ کون سے ساتھی غائب ہوئے ہیں۔ اسے چونکہ کیس کے متعلق کچھ علم نہیں تھا اس لئے اس کی حیرت بجا تھی لیکن وہ خاموش رہا۔

''نعمانؔی اسے ہیڈکوارٹر لے چلو۔ وہاں پوچھ گچھ ٹھیک رہے گی''...... جولیا نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''جیسے آپ کی مرضی''...... نعمانؔی نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''منہ دیوار کی طرف کر لو''...... جولیا نے مینجر سے مخاطب ہو کر کہا اور ساتھ ہی نعمانی کو مخصوص اشارہ کر دیا۔

''مگر کیوں''...... مینجر نے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''جلدی کرو۔ کیوں، کیا بعد میں کرنا''...... نعمانی نے غصے سے چیختے ہوئے کہا تو مینجر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ پھر نعمانی نے ریوالور کے دستے کا ایک بھر پور وار اس کی کھوپڑی پر کیا اور مینجر کٹے ہوئے شہتیر کی مانند فرش پر آ گرا۔ ایک ہی وار کافی ثابت ہوا تھا۔ وہ کم از کم دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

جولیا نے آگے بڑھ کر اس الماری کو دیکھنا شروع کر دیا جس کے گھومنے سے دروازہ نمودار ہوتا تھا اور پھر اسے الماری کے ایک خانے کے کونے میں بٹن نظر آ گیا۔ جولیا نے بٹن دبایا تو وہ الماری

گھومنا شروع ہو گئی اور اب وہاں دروازہ تھا۔

''اسے اٹھا کر لے آؤ''...... جولیا نے نعمانی سے کہا تو نعمانی نے بے ہوش مینجر کو کاندھے پر ڈال لیا اور پھر وہ اس سرنگ نما راستے میں چلنے لگے۔ پچھلے دروازے کے قریب پہنچ کر جولیا رک گئی۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ اس دروازے کے کھلنے کا میکنزم اس دروازے کے قریب ہی ہو گا۔ چنانچہ چند لمحوں کی چیکنگ کے بعد دروازے کے قریب دیوار پر ایک ہک مل گیا جس کے دبانے پر دروازہ کھل گیا اور پھر وہ دونوں باہر آ گئے۔

''اسے ٹیکسی پر لے چلتے ہیں''...... جولیا نے کہا۔

''اور چارہ بھی کیا ہے''...... نعمانی نے جواب دیا اور پھر وہ آگے سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ سڑک کے قریب نعمانی رک گیا جبکہ جولیا آگے بڑھی اور پھر جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔ نعمانی نے بے ہوش مینجر کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور پھر خود بھی پچھلی سیٹ پر سکڑ کر بیٹھ گیا جبکہ جولیا آگے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ ٹیکسی ڈرائیور انہیں حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''جلدی کرو ڈرائیور ورنہ مریض کی حالت زیادہ خراب ہو جائے گی''...... جولیا نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو جولیا کی بات پر ڈرائیور مطمئن ہو گیا۔

''ہسپتال چلوں''...... ڈرائیور نے پوچھا۔

''نہیں۔ اسے ایک پرائیویٹ ڈاکٹر کو دکھانا ہے''...... جولیا نے

کہا اور پھر اسے دانش منزل کا ایڈریس بتا دیا۔ ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھی اور پھر جلد ہی وہ دانش منزل پہنچ گئے۔ نعمانی نے مینجر کو اٹھایا اور جولیا نے ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا اور پھر ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

''اسے ڈارک روم میں لے چلو''...... دانش منزل میں داخل ہو کر جولیا نے نعمانی سے کہا اور خود وہ ڈرائینگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ جیسے ہی اس نے ڈرائینگ روم میں قدم رکھا سیٹی کی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ اس نے آگے بڑھ کر الماری کھولی اور پھر اس میں رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا دیا۔

''جولیا۔ یہ کسے لے آئی ہو۔ اوور''...... ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

''چیف۔ یہ اس دکان کا مینجر ہے جس میں صفدر گم ہوا تھا۔ مجھے شک ہے کہ صفدر کی گمشدگی میں اس آدمی کا ہاتھ ہے۔ میں نے وہاں پوچھ گچھ کرنے کی بجائے یہ مناسب سمجھا کہ اسے یہاں لے آیا جائے۔ اوور''...... جولیا نے جواب دیا۔ اس دوران نعمانی بھی مینجر کو ڈارک روم میں چھوڑ کر ڈرائینگ روم میں پہنچ گیا۔

''ٹھیک ہے اب تم دونوں واپس جاؤ۔ اوور''...... ایکسٹو نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا۔

''او کے سر۔ اوور اینڈ آل''...... جولیا نے جواب دیا اور پھر ٹرانسمیٹر کا بٹن بند کر کے اس نے الماری بند کی اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔

''رک کیوں گئے۔ گولی مارو۔ رک کیوں گئے ہو''...... باس نے قدرے طنزیہ لہجے میں صفدر سے کہا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ تم فضول میں میرے ہاتھوں ایک بے گناہ کا خون کراؤ گے''...... صفدر نے جواب دیا۔

''تم فکر نہ کرو اس کا خون میرے ذمہ رہا''...... باس نے جواب دیا تو صفدر سوچ میں پڑ گیا کہ اب وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ باس پر گولی چلانا فضول تھا کیونکہ وہ مخصوص کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کوئی فیصلہ کرتا کمرہ ایک تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔

''ٹھہرو۔ یہ مشین گن واپس کر دو''...... باس نے سیٹی کی آواز سنتے ہی صفدر کو حکم دیا۔

''کیوں''...... صفدر نے اس کی بات کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے

کہا جبکہ سیٹی کی آواز مسلسل گونج رہی تھی۔

"جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو"...... باس نے کہا تو صفدر نے خاموشی سے مشین گن اس آدمی کے حوالے کر دی۔

"اسے ستون سے باندھ دو"...... باس نے حکم دیا اور صفدر کو دوبارہ ستون سے باندھ دیا گیا۔ صفدر کے ستون سے بندھنے کے بعد باس کرسی سے اٹھا اور اس نے ایک الماری کھولی اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر کرسی پر دوبارہ بیٹھ گیا۔ سیٹی کی آواز اس سے نکل رہی تھی۔ صفدر اب سمجھا کہ باس نے مشین گن واپس کرا کر اسے ستون سے کیوں بندھوایا ہے کیونکہ ظاہر ہے کال سننے کے لئے اسے کرسی سے اٹھنا پڑتا اور اس وقت وہ شعاعوں کے اثر سے آزاد ہو جاتا جس کے نتیجے میں صفدر کی مشین گن سے نکلی ہوئی ایک گولی ہی کافی تھی۔

باس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبایا تو سیٹی کی آواز نکلنا بند ہو گئی۔

"ہیلو۔ ہیلو وائٹ لائن۔ اوور"...... دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"یس۔ وائٹ لائن سپیکنگ۔ اوور"...... باس نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

"باس نمبر ٹو سپیکنگ۔ اوور"...... دوسری طرف سے بولنے والے نے اپنا نمبر بتلاتے ہوئے کہا۔

"رپورٹ نمبر ٹو۔ اوور"...... باس نے کہا۔

"باس۔ آپریشن میں کامیابی ہوئی۔ پوائنٹ فور پر چھاپہ کامیاب

رہا۔ ہم وہ تصویر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اوور"۔ نمبر ٹو نے مسرت بھرے لہجے میں رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ نمبر ٹو۔ ویری گڈ۔ تصویر اب کہاں ہے۔ اوور"۔ باس نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔

"باس۔ تصویر میرے پاس ہے اور میں اس وقت پوائنٹ الیون سے بول رہا ہوں۔ اوور"...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"کیوں۔ کیا کوئی خطرہ ہے۔ اوور"...... باس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یس باس۔ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ اوور"...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کیا وائٹ سکارپین والے ہیں۔ اوور"...... باس نے پوچھا۔

"یس باس۔ اوور"...... نمبر ٹو نے مختصر جواب دیا۔

"انہیں ختم کر دو۔ فوراً۔ اوور"...... باس نے سرد لہجے میں حکم دیتے ہوئے کہا۔

"کوشش کر رہے ہیں باس۔ اوور"...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ اسے ختم کر کے سیدھے میرے پاس آ جاؤ۔ اوور"۔ باس نے حکم دیتے ہوئے کہا۔

"او کے باس۔ اوور"...... نمبر ٹو نے جواب دیا تو باس نے اوور اینڈ آل کہہ کر بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر اس نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر الماری میں واپس رکھ دیا۔

''ان دونوں کو لے جا کر روم نمبر سکس میں بند کر دو۔ ان کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا''...... باس نے اپنے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر ان میں سے ایک آدمی نے بے ہوش صدیقی کو اٹھا لیا جبکہ دوسرے آدمی نے مشین گن سے صفدر کو کور کر کے ہاتھ اوپر اٹھا کر آگے آگے چلنے کے لئے کہا۔ کمرے سے باہر نکل کر وہ ایک راہداری میں پہنچے۔ صفدر نے سوچا کہ اب مزید وقت ضائع کرنا فضول ہے اس لئے اب ان سے نپٹ لینا چاہیئے۔

چنانچہ جیسے ہی وہ لوگ ایک موڑ مڑنے لگے صفدر جو ہاتھ اٹھائے آگے آگے چل رہا تھا اچانک رک گیا اور پھر برق رفتاری سے وہ مڑا اور دوسرے لمحے اس نے ایک آدمی کی مشین گن پر ہاتھ ڈال دیا جو اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ وہ آدمی چونکہ اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے کوئی فوری ردعمل نہ کر سکا اور پھر ایک ہی جھٹکے سے مشین گن صفدر کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ دوسرا آدمی جو صدیقی کو اٹھائے ہوئے تھا اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے پھرتی سے صدیقی کو نیچے پھینکا اور مشین گن سنبھالنے لگا۔ ادھر صفدر بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ صدیقی کو پھینک دے تا کہ وہ آسانی سے اس پر گولی چلا سکے۔

چنانچہ اس سے پہلے کہ وہ مشین گن سنبھالتا صفدر نے ٹریگر دبا دیا۔ گولیوں کی ایک بوچھاڑ سی نکلی اور دونوں کی چیخیں فائرنگ کے دھماکوں میں مدغم ہو گئیں۔ صفدر نے وقت ضائع کئے بغیر صدیقی کو

کاندھے پر لادا اور پھر بھاگ پڑا۔ پوری عمارت میں فائرنگ سے شور مچ گیا تھا۔ صفدر کے لئے بے ہوش صدیقی کو سنبھالنا ایک مشکل امر تھا کیونکہ اس طرح وہ پھرتی سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا تھا لیکن اسی لمحے اس نے صدیقی کے جسم میں حرکت محسوس کی تو وہ فوراً ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اس نے صدیقی کو نیچے اتارا اور پھر اسے تیزی سے جھنجھوڑنے لگا۔

''صدیقی۔ صدیقی۔ ہوش میں آؤ۔ ہم خطرے میں ہیں''۔ صفدر نے صدیقی کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا اور پھر سامنے سے گولیوں کی بارش ہونے لگی لیکن چوڑے ستون کی آڑ میں ہونے کی وجہ سے وہ بچ گئے۔ پھر شاید یہ لگاتار دھماکوں کا نتیجہ تھا کہ صدیقی جلد ہی ہوش میں آ گیا۔

''کک۔ کیا بات ہے''...... صدیقی نے ہوش میں آتے ہی گھبرا کر پوچھا۔

''میں صفدر ہو صدیقی۔ ہم خطرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہوش میں آؤ''...... صفدر نے تیز لہجے میں کہا اور پھر صدیقی مکمل طور پر ہوش میں آ گیا۔

''دیکھو۔ اب میں جوابی فائرنگ کرتا ہوں۔ تم بھاگ کر سامنے والی دیوار کی اوٹ میں ہو جاؤ''...... صفدر نے مشین گن کا رخ ادھر کر کے جدھر سے فائرنگ ہو رہی تھی ٹریگر دبا دیا۔ دو تین سیکنڈ فائرنگ کرنے کے بعد اس نے مشین گن صدیقی کے ہاتھ میں

دے دی اور صدیقی مشین گن لے کر تیزی سے بھاگتا ہوا دیوار کی اوٹ میں چلا گیا۔ پھر اس نے وہاں فائر کھول دیا۔ مجرموں نے سمجھا کہ صفدر ادھر چلا گیا ہے اس لئے اب جوابی فائرنگ کا رخ ادھر ہی ہو گیا۔ صفدر نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور پھر تیر کی طرح وہ بھی صدیقی کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے صدیقی کے ہاتھ سے مشین گن لے کر خود فائرنگ شروع کر دی۔

''صدیقی۔ اب پھاٹک قریب ہے۔ میں انہیں اپنی طرف متوجہ کرتا ہوں تم پھاٹک کراس کر جاؤ''...... صفدر نے کہا اور پھر فائرنگ تیز کر دی۔ دوسرے لمحے صدیقی اوٹ سے نکلا اور بھاگتا ہوا پھاٹک سے باہر نکل گیا۔ مجرموں نے اس پر فائرنگ کرنے کی کوشش کی مگر جب تک وہ رخ بدلتے صدیقی باہر پہنچ گیا تھا۔ اب صفدر نے فائرنگ ایک لمحے کے لئے روکی اور پھر اس نے جمپ لگایا۔ اب وہ پھاٹک کے قریب بنی ہوئی چوکیدار کے کیبن کی اوٹ میں پہنچ گیا۔ مقابلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا اور پھر دوسری جست میں صفدر بھی پھاٹک سے باہر تھا۔ اسی لمحے دور سے پولیس کاروں کے سائرن کی آوازیں آنے لگی۔ شاید کسی نے فون پر گولیاں چلنے کی رپورٹ پولیس میں کر دی تھی۔ سائرن کی آوازیں آتے ہی کوٹھی کے اندر سے فائرنگ رک گئی۔ صفدر اور صدیقی بھاگتے ہوئے ایک سائیڈ گلی میں گھس گئے اور پھر مختلف سڑکیں کراس کر کے وہ ایک خالی ٹیکسی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

کیپٹن شکیل اور تنویر بے ہوش باس کو لئے دانش منزل کی طرف جا رہے تھے کہ اچانک ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے ڈائل کا ایک ہندسہ سرخ ہو گیا اور دوسرے لمحے ایک ہلکی ہلکی سیٹی بجنے لگی۔ کیپٹن شکیل جو کار چلا رہا تھا، نے کار کی سپیڈ آہستہ کر دی۔

''یہ ٹرانسمیٹر کی آواز ہے''...... تنویر نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے''...... کیپٹن شکیل نے جواب دیا اور پھر ڈائل کے ساتھ لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ اس بٹن کے دبتے ہی سیٹی کی آواز آنی بند ہو گئی اور پھر وہ ہندسہ بھی جو روشن ہو گیا تھا دوبارہ تاریک ہو گیا۔

''کیا ہوا''...... تنویر نے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔ میں نے تو سوچا تھا کہ اس بٹن کے دبنے سے بات چیت شروع ہو گی لیکن الٹا ٹرانسمیٹر ہی بند ہو گیا ہے''۔ کیپٹن

شکیل نے جواب دیا۔ اس وقت وہ ایک سنسان سڑک پر جا رہے تھے کہ اچانک کیپٹن شکیل کو اپنے پیچھے ایک کار آندھی اور طوفان کی طرح بڑھتی ہوئی نظر آئی۔

''تنویر ہوشیار رہنا۔ میرے خیال میں اس بٹن کے دبنے سے وہ لوگ ہوشیار ہو گئے ہیں''...... کیپٹن شکیل نے کہا تو تنویر چونک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ کیپٹن شکیل نے کار کی رفتاری تیز کر دی مگر پچھلی کار والے شاید پاگل ہو گئے تھے۔ ان کی کار کی رفتار انتہائی حدوں کو چھونی شروع ہو گئی تھی۔ پھر ایک ریوالور کی نال پچھلی کار کی کھڑکی سے باہر نکلی۔

''ہوشیار''...... تنویر نے چیختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ایک دھماکہ ہوا اور کار جو کافی تیز رفتاری سے جا رہی تھی اچانک ڈگمگائی اور کیپٹن شکیل نے اسے سنبھالنے کی بے حد کوشش کی مگر کار نہ سنبھل سکی۔ اس کا ٹائر پھٹ گیا تھا۔ کار ایک سائیڈ پر ہوئی اور پھر الٹ گئی۔

پچھلی کار جو تیز رفتاری سے آ رہی تھی پاس سے گزری اور پھر رک گئی۔ بریکوں کی زوردار چیخیں کافی فاصلے سے بلند ہونے لگیں۔ کار آگے جا کر رکی اور پھر اس نے بیک کیا اور الٹی ہوئی کار کے قریب آ کر رک گئی۔ اس کے رکتے ہی اس میں سے تین آدمی باہر نکلے اور پھر کیپٹن شکیل والی کار کی طرف بڑھے۔ ادھر کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں کار الٹنے کی وجہ سے چوٹیں لگنے سے نیم بے ہوش

سے ہو گئے تھے۔ آنے والوں نے دروازے کھول کر ان دونوں کو گھسیٹ کر باہر نکالا اور پھر بے ہوش باس کو بھی کھینچ کر باہر نکال لیا۔

''یہ تو اپنے ہی آدمی ہیں''...... آنے والوں نے ان کے لباس اور کار میں پڑے ہوئے نقابوں کو دیکھ کر حیرت سے ایک دوسرے سے کہا۔

''معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے''...... دوسرے نے جواب دیا اور پھر انہوں نے باس کا نقاب کھینچا تو وہ چونک پڑے۔

''اوہ۔ یہ تو دونوں مقامی ہیں۔ مگر یہ تو باس کا قریبی ساتھی معلوم ہوتا ہے''...... تینوں نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ باس شاید کبھی بھی بغیر نقاب کے ان کے سامنے نہیں آیا تھا اس لئے وہ پہچان نہ سکے کہ یہ باس ہے یا کوئی اور۔ صرف غیر ملکی ہونے کی وجہ سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ یہ باس کا کوئی قریبی ساتھی ہو گا۔

''پھر خطرے والا بٹن انہوں نے کیوں دبایا تھا''...... ایک آدمی نے کہا۔

''ایسا کرتے ہیں کہ کار کو دھکیل کر سیدھی کر دیتے ہیں تاکہ اگر کوئی کار گزرے تو انہیں شک نہ ہو سکے''...... ایک نے رائے پیش کی تو باقی دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے اور پھر انہوں نے کار کو دھکیل کر بڑی مشکل سے سیدھا کر دیا۔ تینوں زور لگانے سے

ہانپ رہے تھے۔ ویسے یہ بھی ان کی ہمت تھی کہ خاصی بڑی کار کو وہ سیدھا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ قدرے ڈھلوان جگہ نے ان کی مدد کی تھی۔

"انہیں ہوش میں لے آؤ۔ پھر پتہ چلے گا کہ اصل چکر کیا ہے"۔ کارسیدھی کرنے کے بعد ایک نے کہا۔

میرے خیال میں پہلے اس غیر ملکی کو ہوش میں لایا جائے کیونکہ یہ زیادہ اہم ہے"...... دوسرے آدمی نے رائے پیش کی جبکہ باقی دونوں نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ باس کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگے۔ جلد ہی وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ باس نے آنکھیں کھول دیں۔ آنکھیں کھولنے کے چند لمحوں تک وہ خالی الذہن ہو کر ان کی شکلیں دیکھتا رہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک نظر بے ہوش تنویر اور کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا۔

"کیا بات تھی جناب۔ آپ نے خطرے والا بٹن کیوں دبایا تھا"...... باس کے ہوش میں آتے ہی ایک آدمی نے پوچھا۔

"خطرے والا بٹن۔ اوہ دراصل یہ ہمارے آدمی نہیں ہیں۔ یہ مجھے بے ہوش کر کے لے جا رہے تھے۔ یہ دشمن ہیں"...... باس نے گھمبیر لہجے میں کہا تو وہ تینوں باس کی آواز سن کر چونک پڑے۔

"اوہ۔ باس آپ"...... ان سب نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ میں تمہارا باس ہوں۔ انہیں اٹھا کر کار میں ڈالو اور

ہیڈکوارٹر لے چلو"...... باس نے کہا تو وہ سب جھک کر انہیں اٹھانے لگے۔ اسی لمحے دور سے ایک کار آتی ہوئی نظر آئی۔ سب سے پہلے کار پر باس کی نظر پڑی تھی۔ اس نے ایک لمحے کے لئے بغور کار کی طرف دیکھا۔

"جلدی کرو۔ ایک ریوالور مجھے دو"......باس نے تیز لہجے میں کہا تو اس کا حکم سنتے ہی ایک شخص نے ریوالور باس کی طرف بڑھا دی اور پھر پھرتی سے کیپٹن شکیل اور تنویر کو کار میں ڈال دیا۔ باس نے کار کی دوسری طرف سے آڑ لے کر ریوالور کی نال سیدھی کر دی۔ آنے والی کار تیزی سے نزدیک آتی جا رہی تھی۔ جب کار ریوالور کی رینج میں آ گئی تو باس نے ایک لمحہ توقف کر کے گولی چلا دی۔ اس وقت وہ سارے کار میں بیٹھ چکے تھے۔ گولی چلی تو ضرور لیکن کار ڈرائیور کوئی ماہر آدمی تھا۔ اس نے کار کو ہلکا سا لہرایا اور گولی کار کو نقصان پہنچائے بغیر نکل گئی۔ باس پھرتی سے کار میں بیٹھ گیا اور پھر کار ایک جھٹکا کھا کر تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

پچھلی کار میں عمران تھا۔ اس نے دور سے ہی چیک کر لیا تھا کہ یہ وہی کار ہے جس میں کیپٹن شکیل اور تنویر باس کو لے کر جا رہے تھے۔ یہاں رکنے اور دوسرے لوگوں کی نقل و حرکت دیکھتے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہے۔ پھر جب اس کار کی سائیڈ سے ریوالور کی نال جھانکتی ہوئی نظر آ گئی تو اسے گڑبڑ کا مکمل یقین ہو گیا۔

اب وہ کار آگے آ گے تھی اور عمران کی کار اس کے پیچھے تھی۔
اصل کار جس میں عمران نے باس کو بھیجا تھا وہ وہیں رکی ہوئی تھی۔
عمران اس کار کو کراس کرتا ہوا تیزی سے گزر گیا۔ اب زور شور سے تعاقب جاری تھا۔ آگے جانے والی کار زیادہ تر سنسان سڑکوں پر چل رہی تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ وہ کہیں رک کر مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ عمران نے اس کا اندازہ کرتے ہی تیزی سے ایک ہاتھ سٹیئرنگ سے اٹھا کر اپنی رسٹ واچ کا ونڈ بٹن دبا دیا اور پھر جلد ہی رابطہ ہو گیا۔

''ہیلو۔ ایکسٹو۔ اوور''...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

''طاہر۔ میں عمران بول رہا ہوں۔ فوراً کار بمعہ ایمونیشن لے کر نکلو۔ میں ایک کار کا تعاقب کر رہا ہوں۔ اوور''...... عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ میں ایک منٹ میں باہر نکلتا ہوں۔ آپ مجھے گائیڈ کریں۔ اوور''...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر چند لمحے کے توقف کے بعد بلیک زیرو کی دوبارہ آواز سنائی دی۔

''گائیڈ کیجئے۔ اوور''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''مارک روڈ کے دوسرے چوک سے ہم گزر رہے ہیں۔ فلپ روڈ کے تیسرے چوک سے ہوتے ہوئے تم ان کے سامنے آ جاؤ جلدی۔ اوور''...... عمران نے اسے اپنی پوزیشن بتاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اوور''...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔ گاڑیاں ایک دوسرے کے پیچھے مسلسل دوڑ رہی تھیں۔ عمران نے جان بوجھ کر اتنا فاصلہ رکھا تھا کہ اس کی گاڑی ریوالور کی رینج میں نہ آ جائے۔ پھر جیسے ہی ان کی گاڑیاں فلپ روڈ پر پہنچیں اچانک عمران کو ایک نیلے رنگ کی کار ایک چوک سے اپنے پیچھے آتی نظر آئی۔
عمران سمجھ گیا کہ مجرموں نے بھی ٹرانسمیٹر استعمال کر کے ایک کار اور منگوا لی ہے۔ وہ اسے مکمل طور پر گھیرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔
مقابلہ اب مزید دلچسپ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ پھر اسے دور تیسرے چوک سے بلیک زیرو کی گاڑی آتی نظر آئی۔ وہ بروقت پہنچ گیا تھا۔

''میں فلپ روڈ پر آ گیا ہوں عمران صاحب۔ اوور''...... بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

''ٹھیک ہے۔ ایسا کرو سپیڈ آہستہ کر لو اور بم مار کر سڑک توڑ دو اور خود دوسری طرف رک جانا۔ اوور''...... عمران نے اسے حکم دیتے ہوئے کہا۔ اب پچھلی کار اس کے قریب آتی جا رہی تھی۔ عمران نے ایک لمحے کے لئے ڈیش بورڈ کی طرف بغور دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ جو گروپ اپنی کوٹھی میں ایسے سائنسی انتظامات کر سکتا ہے تو پھر چونکہ یہ باس کی اپنی ذاتی کار ہے اس لئے ضرور اس میں بھی اس نے کوئی نہ کوئی چکر سیٹ کیا ہوا ہو گا اور پھر اسے ڈیش بورڈ پر چند مختلف رنگوں کے بٹن لگے ہوئے نظر آ گئے۔
اب ادھر پچھلی گاڑی قریب آ گئی تھی۔ ادھر بلیک زیرو کی گاڑی

مجرموں کی گاڑی کے قریب تھی۔ عمران نے اندازے سے ایک بٹن دبا دیا۔ اسی لمحے دور ایک دھماکہ ہوا۔ عمران چونک پڑا مگر پھر اس نے دیکھا کہ بٹن دبانے سے دھماکہ نہیں ہوا بلکہ بلیک زیرو نے ہدایت کے مطابق بم مار کر سڑک توڑ دی تھی۔ پھر دوسرے لمحے مجرموں کی گاڑی کی بریکوں کی زور دار چیخیں سنائی دیں۔ ادھر عمران حیران تھا کہ بٹن دبانے کا کیا نتیجہ نکلا۔ بظاہر تو کوئی ایسا معاملہ نظر نہیں آ رہا تھا مگر اتنے میں پچھلی کار سے مشین گن سے فائرنگ کی آوازیں آئیں۔ گولیاں عمران کی کار کی باڈی اور شیشوں پر لگیں مگر ٹن کی آواز سے دور جا گریں۔ اب عمران سمجھ گیا کہ بٹن دبنے سے فائر پروف چادر نے گاڑی کو کور کر لیا تھا۔ شیشے شاید پہلے ہی فائر پروف تھے۔

اب عمران مجرموں کی کار کے قریب تھا۔ اس نے دوسرے بٹن بھی دبانے شروع کر دیئے۔ پھر دوسرے بٹن دبتے ہی کار کے آگے اور پیچھے مشین گنوں کی نالیاں نکلیں اور پھر دونوں طرف لگاتار فائرنگ ہونے لگی۔ مجرموں کی کار کے دروازے دھڑا دھڑ کھلے اور پھر چار آدمی اس میں سے نکل کر اطراف میں بھاگنے لگے۔ عمران نے کار روک لی اور پچھلی کار بھی مشین گنوں کی فائرنگ کے خوف سے پیچھے ہی رک گئی تھی۔

عمران نے دروازہ کھولا اور پھر وہ بھی ریوالور سنبھالے باہر کود پڑا۔ اسی لمحے پچھلی کار سے اس پر فائرنگ کی گئی لیکن وہ کروٹیں

بدلتا ہوا ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ مجرم کار سے نکل کر سائیڈوں میں بھاگنے لگے۔ اب انہیں عمران اور بلیک زیرو نے گھیر لیا تھا۔ دو آدمی وہیں سڑک پر چت ہو گئے۔ ادھر پچھلی کار پر بھی چونکہ عمران کی کار سے لگاتار فائرنگ ہو رہی تھی اس لئے وہ کار کو بیک کر کے پیچھے لے جانے کی کوشش کرنے لگے مگر گولیوں نے انجن تباہ کر دیا تھا۔ پھر اس کار میں سے دو آدمی نکل کر اطراف کی طرف بھاگے۔ عمران نے ان میں سے بھی ایک کو گرا لیا تھا۔ پھر عمران نے ونڈ بٹن کھینچا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ بلیک زیرو۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس۔ اوور''...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''فائرنگ بند کر کے دوسری کار سے نکلنے والوں کا پیچھا کرو۔ وہ کہیں دور نکل گئے ہیں۔ ان میں سے ایک غیر ملکی کو ہر حالت میں گرفتار کرنا ہے۔ وہ اس گروپ کا سرغنہ ہے۔ اوور''...... عمران نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا اور پھر بلیک زیرو کی طرف سے ہونے والی فائرنگ بند ہو گئی۔

پچھلی کار میں سے بچ نکلنے والا ایک آدمی بھی سڑک کے کنارے موجود گھنے درختوں میں گم ہو گیا تھا۔ عمران نے احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ بھاگتا ہوا کار کے اندر واپس چلا گیا۔ اس نے مشین گن فائرنگ والا بٹن بند کیا اور بے تحاشا اور لگاتار

ہونے والی فائرنگ بند ہو گئی اور عمران کار کو آگے بڑھا لے گیا۔ مجرموں کی کار کے قریب اس نے کار روکی اور پھر وہ نیچے اتر آیا۔ سڑک پر کافی گہرا کھڈا پڑ چکا تھا۔ کھڈے سے کافی دور بلیک زیرو کی کار موجود تھی۔ بلیک زیرو مجرموں کے پیچھے درختوں میں گم ہو چکا تھا۔ عمران نے آگے بڑھ کر کار کے اندر جھانکا تو کیپٹن شکیل اور تنویر بے ہوش پڑے تھے۔ عمران نے انہیں کار سے باہر نکالا اور پھر اپنی کار میں ڈال دیا۔ پھر اس نے دھکیل کر مجرموں کی کار ایک طرف کی اور پھر اپنی کار بڑھا کر کھڈے کی سائیڈ سے نکال کر بلیک زیرو کی کار کے قریب رک گیا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے کیپٹن شکیل اور تنویر کی بے ہوشی کا اطمینان کیا اور پھر واچ ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کو کال کرنے لگا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد ہی رابطہ ہو گیا۔

''عمران صاحب۔ میں ان مجرموں کے تعاقب میں ہوں۔ ایک آدمی مزید میں نے گرا لیا ہے مگر یہ مقامی ہے۔ غیر ملکی کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ اوور''...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

''یہ درخت کہاں ختم ہو رہے ہیں۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ تو خاصا وسیع جنگل ہے۔ میں سڑک سے کافی دور آ گیا ہوں مگر ابھی تک یہ جنگل ختم ہی نہیں ہو رہا۔ اوور''...... بلیک زیرو

نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو غیر ملکی کا پیچھا چھوڑو۔ اتنے وسیع جنگل میں ایک آدمی کو ڈھونڈنا اور پھر جو گروپ کا باس ہے یقیناً وہ بے حد ذہین اور چالاک بھی ہو گا۔ تم واپس آ جاؤ۔ میں دانش منزل جا رہا ہوں۔ تم وہیں آ جانا۔ اوور''...... عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''او کے۔ میں واپس آ رہا ہوں۔ اوور''...... بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر کار آگے بڑھا دی۔ اب عمران کی کار کا رخ دانش منزل کی طرف تھا۔

لنک روڈ پر سرخ رنگ کی کار تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ اس میں چار آدمی موجود تھے۔ یہ چاروں غیر ملکی تھے۔ ان کے چہروں سے خشونت برس رہی تھی۔ پچھلے دو آدمی برابر پیچھے دیکھ رہے تھے۔ البتہ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا ایک غیر ملکی جو شکل سے خاصا مدبر معلوم ہو رہا تھا کار کے ڈیش بورڈ کے بٹن دبا کر کسی سے بات کر رہا تھا اور پھر وہ بٹن بند کر کے ڈرائیور کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''کیا پوزیشن ہے جیگر''...... غیر ملکی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تعاقب ہو رہا ہے جناب''...... ڈرائیور نے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''فاصلہ کتنا ہے''...... غیر ملکی نے پوچھا۔

''تقریباً اتنا ہی جتنا شروع سے چلا آ رہا ہے''...... ڈرائیور نے

جواب دیا۔

''ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے وہ لوگ صرف تعاقب کرنا چاہتے ہیں۔ الجھنا نہیں چاہتے''...... غیر ملکی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا خیال ہے۔ مقابلہ ہو جائے''...... ڈرائیور نے پوچھا۔ شاید وہ انتہائی بے جگر آدمی واقع ہوا تھا۔

''نہیں۔ اگر بغیر الجھے کام بن جائے تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ تصویر انتہائی قیمتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ اس مقابلے میں ضائع ہو جائے''...... غیر ملکی نے قدرے سخت لہجے میں جواب دیا تو ڈرائیور خاموش ہو گیا۔ شاید جواب دینے والا ان کا انچارج تھا۔ پھر اچانک ڈیش بورڈ پر لگا ہوا ایک چھوٹا سا بلب سپارک کرنے لگا تو انچارج نے پھرتی سے ایک بٹن دبا دیا۔

''ہیلو نمبر ٹو۔ ہیلو نمبر ٹو۔ وائٹ لائن سپیکنگ۔ اوور''...... دوسری طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''نمبر ٹو سپیکنگ باس۔ اوور''...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔

''کیا پوزیشن ہے نمبر ٹو۔ اوور''...... باس نے پوچھا۔

''وہی جناب۔ وائٹ سکارپین بدستور تعاقب میں ہیں۔ ویسے ان کے رویہ سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ الجھنے کی بجائے صرف تعاقب کرنا چاہتے ہیں۔ اوور''...... نمبر ٹو نے کہا۔

''تم اس وقت کہاں ہو۔ اوور''...... باس نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

''ہم پوائنٹ سکسٹی ٹو پر جا رہے ہیں۔ اوور''...... نمبر ٹو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے۔ اب میری ہدایات غور سے سنو۔ پوائنٹ نمبر ون مستقل طور پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب کسی حالت میں فی الحال ادھر کا رخ نہ کرنا۔ وہ دشمنوں کی نظر میں آ چکا ہے۔ اب ہیڈکوارٹر پوائنٹ نمبر ون کی بجائے پوائنٹ نمبر ٹو ہو گا۔ اوور''۔ باس نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''بہتر جناب۔ اوور''...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔ ویسے اس کی آنکھوں سے تشویش کے تاثرات نمایاں تھے۔

''اچھا دیکھو۔ میں پوائنٹ سیونٹی ٹو پر موجود ہوں۔ تم جب کراس کرو تو تصویر سائیڈ میں پھینک دینا۔ یہاں ایک تنگ موڑ ہے اس لئے جب تک پچھلی کار وہاں تک پہنچے گی میں وہ تصویر اٹھا لوں گا۔ اس کے بعد تم ان سے نپٹ کر پوائنٹ نمبر ٹو پر آ جانا۔ اوور''۔ باس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے باس۔ اوور''...... نمبر ٹو نے جواب دیا۔

''اوکے۔ اوور اینڈ آل''...... باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو نمبر ٹو نے بٹن آف کر دیا۔

''پوائنٹ نمبر سیونٹی ٹو پر چلو''...... نمبر ٹو نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اگلے چوک سے ڈرائیور نے گاڑی سرکلر روڈ کی طرف موڑ دی۔ یہ سڑک کافی سے

زیادہ سنسان تھی۔

''تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ پوائنٹ سیونٹی ٹو کے چوک سے آگے جا کر ہم نے وائٹ سکارپین سے نپٹنا ہے''...... نمبر ٹو نے پیچھے بیٹھے ہوئے غیر ملکیوں سے کہا۔

''اوکے سر''...... دونوں نے جواب دیا اور پھر پاؤں کے پاس پڑی ہوئی مشین گن اٹھا لی۔ نمبر ٹو نے کوٹ کی اندرونی جیب سے وہ تصویر نکالی اور پھر ایک لمحے تک اسے غور سے دیکھنے کے بعد اس نے ڈیش بورڈ کا خانہ کھول کر اس میں سے ایک لفافہ نکالا اور تصویر اس لفافے میں ڈال کر وہ تیار ہو کر بیٹھ گیا۔

''پوائنٹ سیونٹی ٹو کتنی دور ہے''...... نمبر ٹو نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''ابھی کافی دور ہے جناب۔ ہمیں تین سڑکیں کراس کر کے وہاں پہنچنا پڑے گا''...... ڈرائیور نے جواب دیا جو شاید دارالحکومت کی تمام سڑکوں کے محل وقوع سے واقف تھا۔

''اس سڑک کی کیا سچویشن ہے''...... نمبر ٹو نے پوچھا۔

''اس سڑک کی بائیں طرف دور تک درختوں کا وسیع اور گھنا ذخیرہ ہے''...... ڈرائیور نے جواب دیا۔

''ویری گڈ۔ باس نے بہت اچھا پوائنٹ تجویز کیا ہے''...... نمبر ٹو نے خوش ہو کر کہا اور پھر اس نے مڑ کر دیکھا تو کافی پیچھے سفید رنگ کی کار آ رہی تھی۔

''اب پوائنٹ سیونٹی ٹو قریب آ رہا جناب''...... ڈرائیور نے غیر

ملکی سے کہا تو وہ سب سنبھل کر بیٹھ گئے۔ کافی دور آگے ایک موڑ آ رہا تھا۔ گاڑی اس موڑ کے قریب ہوتی جا رہی تھی اور پھر موڑ آ گیا تو نمبر ٹو نے لفافہ ہاتھ میں احتیاط سے پکڑ لیا۔ پھر ان کی گاڑی آہستہ رفتار سے وہ تنگ سا موڑ کاٹنے لگی۔ موڑ کاٹتے ہی سامنے ایک نقاب پوش کھڑا تھا۔ اس کے نقاب پر سفید رنگ کے دھاگوں سے شیر کی تصویر کڑھی ہوئی تھی۔ جب گاڑی اس کے قریب سے گزری تو ڈرائیور نے رفتار آہستہ کر دی۔

نمبر ٹو نے لفافہ نقاب پوش کی طرف اچھال دیا اور پھر ڈرائیور نے یکدم سپیڈ تیز کر دی۔ نقاب پوش نے جھپٹ کر وہ لفافہ جو رفتار آہستہ ہونے کی وجہ سے کافی دور جا گرا تھا، اٹھا لیا۔ لفافہ اٹھاتے ہی وہ تیزی سے بھاگتا ہوا دوبارہ درختوں میں گم ہو گیا۔

وائٹ لائن والوں کی گاڑی کافی دور جا چکی تھی کہ سفید رنگ کی کار نے بھی تیز رفتاری سے موڑ کاٹا اور آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب پھر وہ سرخ رنگ کی کار کے پیچھے تھے۔ سفید رنگ کی کار میں صرف ڈرائیور ہی تھا جس کے چہرے سے بیزاری کے آثار نمایاں تھے۔ شاید وہ اس طویل تعاقب سے بری طرح اکتا چکا تھا۔ سرخ رنگ کی کار کافی آگے جا چکی تھی۔

''روکو۔ کار روکو''...... نمبر ٹو نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا تو ڈرائیور نے بوکھلا کر کار روک دی۔ سامنے سڑک پر ایک گہرا کھڈا تھا اور اس کھڈے کے دونوں طرف کاریں کھڑی تھیں اور ادھر کافی دور

ایک اور کار بھی موجود تھی جس کی باڈی گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھی۔

''لگتا ہے یہاں مقابلہ ہوا ہے''...... نمبر ٹو نے کہا۔

''سفید رنگ کی کار کافی نزدیک آ چکی ہے باس''...... پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے نمبر ٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ فائرنگ شروع کر دو''...... نمبر ٹو نے کہا اور پھر انہوں نے کھڑکی سے مشین گن نکال کر کار پر فائرنگ شروع کر دی مگر سفید کار انتہائی تیزی سے پیچھے ہٹی اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے مڑتی ہوئی واپس چلی گئی۔

''اس کا تعاقب کیا جائے''...... ڈرائیور نے پوچھا۔

''چھوڑو۔ جانے دو۔ ہمارا کام ہو چکا ہے''...... نمبر ٹو نے کہا اور پھر وہ کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کی پیروی میں باقی لوگ بھی نیچے اتر آئے۔

''یہ وائٹ سکارپین والوں کی کار ہے''...... نمبر ٹو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''کہیں یہ ہمارے لئے جال نہ بچھایا گیا ہو''...... جیگر نے پریشان کن لہجے میں کہا اور پھر وہ چند لمحے تک ادھر ادھر دیکھتے رہے۔

''کار سائیڈ سے نکال کر آگے چلو''...... نمبر ٹو نے ڈرائیور سے کہا تو ڈرائیور سر ہلا کر کار کی طرف مڑ گیا۔

بلیک زیرو کو جب عمران نے واپسی کا حکم دیا تو وہ جنگل میں کافی دور نکل چکا تھا۔ وہ غیر ملکی نجانے کہاں غائب ہوا تھا کہ اس کی پرچھائیں تک بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے واپسی کا ارادہ تو کر لیا لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ سڑک کس طرف ہو گی۔ تعاقب کرتے وقت اس نے سمتوں کا خیال بھی نہیں رکھا تھا۔ بہرحال اس نے اندازے کے تحت چلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اچانک وہ ٹھٹھک گیا اور پھرتی سے وہ ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ دور اسے ایک سیاہ رنگ کی کار درختوں کے اندر چھپی ہوئی نظر آئی۔ کار کے نزدیک کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا تھا۔

بلیک زیرو درخت کی آڑ سے نکلا اور پھر محتاط قدم اٹھاتا ہوا کار کی طرف بڑھنے لگا۔ ادھر کوئی سڑک نزدیک ہی تھی ورنہ یہ جنگل اتنا گھنا ضرور تھا کہ کار کافی دور تک اندر نہیں آ سکتی تھی۔ جلد ہی وہ

کار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے حتی الامکان احتیاط کی کہ کسی کی نظروں میں نہ آئے۔ کار کے قریب رک کر اس نے دیکھا کہ نزدیک ہی سڑک تھی اور سڑک پر ایک نقاب پوش بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے نقاب پر سفید رنگ کے دھاگوں سے شیر کی تصویر کڑھی ہوئی تھی۔

اب بلیک زیرو حیران تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے۔ یہاں اس مقام پر خفیہ طور پر نقاب پوش کی موجودگی ضرور کوئی اہم مقصد رکھتی تھی اور پھر اسے ایک سرخ رنگ کی کار موڑ کاٹ کر آتی ہوئی نظر آئی۔ سرخ رنگ کی کار نقاب پوش کے قریب آ کر قدرے آہستہ ہوئی اور پھر اس میں بیٹھے ہوئے ایک غیر ملکی نے ایک لفافہ باہر پھینک دیا۔ لفافہ اڑتا ہوا دور جا گرا۔ نقاب پوش نے جھپٹ کر وہ لفافہ اٹھا لیا۔ سرخ رنگ کی کار آگے نکل گئی۔ نقاب پوش لفافہ اٹھا کر سیاہ کار کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ بلیک زیرو کار کے پیچھے ہی چھپ کر بیٹھ گیا۔ بلیک زیرو نہ سمجھ سکا کہ اس میں کیا ہو گا لیکن پھر اس نے سوچا کہ اس لفافے میں ضرور کوئی اہم چیز ہو گی ورنہ اس پراسرار طریقے سے اسے حاصل نہ کیا جاتا۔ اس نے لفافہ حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا اور پھر ایک سفید رنگ کی کار موڑ کاٹتی ہوئی نظر آئی اور آگے بڑھتی چلی گئی۔ نقاب پوش اب کار کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔

"ہینڈز اپ"...... بلیک زیرو نے اچانک کار کی اوٹ سے نکل کر کہا اور تو نقاب پوش ٹھٹھک کر رہ گیا۔

"لفافہ میرے حوالے کر دو"...... بلیک زیرو نے انتہائی سخت لہجے میں کہا مگر نقاب پوش نے لفافہ دینے کی بجائے اچانک کار کی دوسری طرف چھلانگ لگا دی اور اس سے پہلے کہ بلیک زیرو گولی چلاتا نقاب پوش اڑتا ہوا کار کی دوسری طرف چھپ چکا تھا۔ بلیک زیرو بھی جھپٹ کر کار کی اوٹ میں ہو گیا تاکہ نقاب پوش اس پر گولی نہ چلا سکے۔ اب سچویشن کچھ عجیب سی ہو گئی تھی۔ کار کی دونوں سائیڈوں پر دونوں گھات لگائے بیٹھے تھے۔ بلیک زیرو نے جھک کر کار کے آگے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں نقاب پوش مڑتا ہوا پیچھے کی طرف نہ آ جائے۔ کار کے آگے پہنچ کر وہ مڑا اور پھر دوسری طرف سے اس نے ریوالور کی نال نکال کر فائر کر دیا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے دوسرا فائر کیا مگر جواب ندارد۔ بلیک زیرو نے رسک لے کر سر نکالا مگر پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسری طرف سے نقاب پوش غائب ہو چکا تھا۔

"اوہ۔ چوٹ ہو گئی"...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔ نقاب پوش کہیں درختوں میں ہی روپوش ہو گیا تھا۔ کوئی ضروری تو نہیں تھا کہ وہ کار پر چڑھ کر ہی بھاگے۔ بلیک زیرو نے کار کے ارد گرد اچھی طرح جائزہ لیا مگر کوئی فرد نظر نہ آیا۔ اب وہ ادھر ادھر درختوں پر دیکھنے لگا لیکن ہر جگہ خاموشی طاری تھی۔ بلیک زیرو حیران تھا کہ نقاب پوش کو زمین کھا گئی یا آسمان۔ ویسے وہ اپنے آپ کو خطرے میں بھی محسوس کر رہا تھا کیونکہ اسے قطعی علم نہیں تھا کہ نقاب پوش

کہاں ہے اور نقاب پوش اگر کسی درخت کی اوٹ میں ہوا تو وہ باآسانی بلیک زیرو کو نشانہ بنا سکتا ہے۔

آخر تنگ آ کر بلیک زیرو ایک طرف درختوں کی طرف چل دیا۔ چالیس پچاس قدم چلنے کے باوجود بھی وہ نقاب پوش اسے نظر نہ آیا اور دوسرے لمحے کار سٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی تو وہ اچھل کر مڑا۔ نقاب پوش ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ ادھر ادھر جانے کی بجائے کار کے نیچے رینگ گیا تھا اور پھر بلیک زیرو کے ہٹتے ہی وہ باہر نکل کر اندر بیٹھ چکا تھا۔ بلیک زیرو نے فائر کیا مگر کار آگے بڑھ چکی تھی۔ اسی لمحے جنگل فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا۔ یہ مشین گن کی آواز تھی جو کار کی دوسری طرف سے آ رہی تھی۔ پھر کار کے ٹائر دھماکے سے پھٹ گئے۔ بلیک زیرو درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ شاید کوئی اور شخص بھی ان کے درمیان کود پڑا تھا۔

کار کے ٹائر برسٹ ہوتے ہی کار کا دروازہ کھلا اور پھر وہ نقاب پوش باہر نکلا اور بلیک زیرو نے گولی چلا دی۔ گولی نقاب پوش کے ہاتھ پر لگی اور اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور دور جا گرا مگر نقاب پوش چھلانگ لگا کر ایک درخت کی اوٹ میں ہو چکا تھا۔

"ہاتھ اٹھا کر باہر نکل آؤ۔ وائٹ لائن تم بچ کر نہیں جا سکتے"۔ دوسری طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے نقاب پوش جسے وائٹ لائن کہہ کر پکارا گیا تھا، کی طرف سے فائر ہوا۔ اس کے پاس شاید دوسرا ریوالور بھی تھا۔ گولی چلتے ہی ایک ہلکی

سی چیخ ابھری اور پھر دور ایک درخت سے ایک آدمی نیچے آ گرا۔
وائٹ لائن نشانے کا بے حد سچا ثابت ہوا تھا۔ لیکن جو شخص نیچے گرا
تھا وہ بھی بے حد پھرتیلا ثابت ہوا۔ نیچے گرتے ہی وہ اچھل کر اسی
درخت کی اوٹ میں ہو گیا۔ وائٹ لائن نے دوسری گولی چلائی ضرور
مگر وہ اس آدمی کو چھو بھی نہ سکی۔

اب تینوں مختلف سمتوں میں چھپے ہوئے تھے۔ پوزیشن یہ کہ جو
بھی پہلے باہر نکلنے کی کوشش کرتا وہ مارا جاتا اس لئے تینوں ہی
خاموشی سے چھپے ہوئے تھے۔ بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ اب کیا کیا
جائے۔ کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر اس کی گھڑی
کے ہندسے چمکنے لگے تو اس نے ونڈ بٹن کھینچ دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ عمران بول رہا ہوں۔ اوور''...... دوسری طرف سے
عمران کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ بلیک زیرو بول رہا ہوں عمران صاحب۔ اوور''۔ بلیک
زیرو نے سرگوشی کے انداز میں جواب دیا۔

''تم ابھی تک واپس نہیں پہنچے۔ اوور''...... عمران نے پوچھا اور
پھر بلیک زیرو نے جواب میں اپنی تمام موجودہ سچوئیشن تفصیل سے
بتا دی۔

''اوہ۔ وہ لفافہ بہت حد اہم ہے۔ وہ اس کیس کی بنیاد ہے۔
اس لفافے میں ضرور تصویر ہو گی۔ اس نقاب پوش کو کسی بھی طریقے
سے بھی نکلنے نہ دینا۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔ اوور''...... عمران نے

تیز تیز لہجے میں کہا۔

''بہت بہتر۔ اوور''...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''میرے آنے تک ہوشیار رہنا۔ اوور اینڈ آل''...... عمران نے
کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ بلیک زیرو اس دوران دونوں آدمیوں کی
طرف پوری طرح متوجہ تھا لیکن وہ دونوں درختوں کے پیچھے چھپے
ہوئے نجانے کیا سوچ رہے تھے۔ بلیک زیرو کی پوری توجہ اب اس
نقاب پوش کی طرف تھی جس کے پاس وہ اہم لفافہ تھا۔

اچانک بلیک زیرو نے نقاب پوش کو بھاگ کر ایک اور درخت
کے پیچھے چھپتے دیکھا۔ وہ اس طرح اچانک بھاگا تھا کہ وہ دونوں
ہی فائر نہ کر سکے تھے۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ نقاب پوش سڑک کے
قریب پہنچنا چاہتا ہے۔ پھر بلیک زیرو نے دیکھا کہ مشین گن والے
کا سر باہر نکلا تھا۔ وہ شاید نقاب پوش کی نئی پوزیشن کو سمجھنا چاہتا
تھا۔ بلیک زیرو نے اس پر فائر کھول دیا اور فائر کر کے وہ بھاگ کر
ایک درخت کے پیچھے ہو گیا۔ مشین گن والا جلدی سے اوٹ میں
ہو گیا اور پھر دوسرے لمحے اس کی مشین گن نے آگ اگلنی شروع
کر دی مگر بلیک زیرو اور نقاب پوش دونوں ہی محفوظ تھے۔

اب ان کا درمیانی فاصلہ خاصا کم تھا۔ پھر اچانک ایک فائر ہوا
اور بلیک زیرو کے ہاتھ سے ریوالور نکل گیا۔ دراصل اس نے مشین
گن والے کو نشانہ بنانے کے لئے ہاتھ باہر نکالا تھا کہ نقاب پوش
نے فائر کر دیا تھا۔ نشانہ صحیح لگا اور ریوالور اچھل کر درخت سے دور

جا گرا۔ اب ریوالور اٹھانا موت کے منہ میں داخل ہونے کے مترادف تھا۔ پھر اچانک اسے ایک خیال سوجھا اور وہ تیزی سے اس گھنے درخت کے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ اس نے حتیٰ الوسع کوشش کی تھی کہ کوئی آواز پیدا نہ ہوا اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔

دو درختوں کے ٹہنے آپس میں ملے ہوئے تھے۔ بلیک زیرو اس درخت کے ذریعے دوسرے درخت پر پہنچ گیا تھا۔ نقاب پوش شاید اب اس کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ غیر مسلح ہو چکا ہے۔ اس طرح دو تین درختوں سے ہوتا ہوا وہ عین اس درخت کے اوپر پہنچ گیا جس کے نیچے وہ نقاب پوش چھپا ہوا تھا۔ ٹہنیوں کے ہلنے سے اس نقاب پوش نے ایک لمحے کے لئے اوپر دیکھا مگر پھر اس نے توجہ نہ دی۔ وہ سمجھا شاید کوئی جانور ہے۔

اب بلیک زیرو چاہتا تو نقاب پوش کو چھاپ لیتا لیکن اس طرح پوزیشن مشین گن والے کے کنٹرول میں آ جاتی لیکن پھر اس نے سوچا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کم از کم اس بچوں والی آنکھ مچولی سے تو نجات ملے گی اور دوسرا اس طرح عمران کے لئے اس مشین گن والے پر قابو پانا آسان ہو گا۔ اس طرح عمران نادانستگی میں ان لوگوں میں سے کسی کی زد پر نہ آ جائے۔ چنانچہ اس نے وائٹ لائن کو پکڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ فیصلہ کرتے ہی اس نے اس خیال پر فوری عمل بھی کر ڈالا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحے ایک زور دار چھلانگ سے وہ نقاب پوش کو لیتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

نقاب پوش کے ہاتھ سے اس اچانک افتاد سے ریوالور نکل کر دور جا گرا اور پھر ان دونوں نے اٹھنے میں دیر نہ لگائی۔ اس بار بلیک زیرو کا داؤ چل گیا۔ چنانچہ ایک زبردست فلائنگ کک نقاب پوش کے سینے پر پڑ چکی تھی اور پھر نقاب پوش پیچھے درخت سے ٹکرا چکا تھا۔

"خبردار۔ تم دونوں ہاتھ اٹھا لو ورنہ بھون دوں گا"...... مشین گن والے کی کرخت آواز سنائی دی۔ وہی ہوا جس کا خدشہ پہلے سے بلیک زیرو کے ذہن میں تھا لیکن بلیک زیرو مطمئن تھا کہ کم از کم بلی تھیلے سے تو باہر آئی۔ بلیک زیرو اور نقاب پوش دونوں نے ہاتھ اٹھا لئے۔ سامنے ایک غیر ملکی ہاتھ میں مشین گن لئے کھڑا تھا۔ اس کی پنڈلی اور بازو سے خون رس رہا تھا۔

"میرے خیال میں تم وہی ہو جو تھوڑی دیر پہلے کار سے نکل کر فرار ہوا تھا"...... بلیک زیرو نے کہا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ تم سے تو میں بعد میں نپٹتا ہوں۔ پہلے وائٹ لائن سے بات کر لوں"...... غیر ملکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وائٹ لائن اب تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم شرافت سے ہر چیز میرے حوالے کر دو"...... غیر ملکی نے غراتے ہوئے نقاب پوش سے کہا۔ وہ شاید دیر سے وہاں پہنچا تھا۔ اسے لفافے کے متعلق علم نہیں تھا۔

"تم کون ہو"...... نقاب پوش نے غراہٹ بھرے لہجے میں کہا۔

"ارے۔ تم مجھے نہیں پہچانتے مسٹر وائٹ لائن۔ مجھے وائٹ

سکارپین کہتے ہیں''...... غیر ملکی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔تم وائٹ سکارپین ہو''...... نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا۔ ادھر بلیک زیرو سوچ رہا تھا کہ وہ ڈبل وائٹ کے درمیان اکیلا پھنس گیا ہے۔

''ہاں میرے دوست۔ میں وائٹ سکارپین ہوں۔ اب وقت ضائع مت کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔تمہاری بھلائی اسی میں ہے''...... وائٹ سکارپین نے کرخت لہجے میں کہا۔

''میرے پاس کچھ نہیں ہے''...... وائٹ لائن نے اطمینان بھرے لہجے جواب دیا۔

''بہرحال کچھ نہ کچھ تو ضرور ہو گا۔تم بغیر کسی ضروری مقصد کے اس جنگل میں نہیں آ سکتے''...... وائٹ سکارپین نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

''تو پھر خواہ مخواہ وقت ضائع کیوں کر رہے ہو۔ مجھے گولی مار دو اور جو کچھ میری جیبوں سے نکلے حاصل کر لو''...... وائٹ لائن نے جواب دیا۔

''خبردار''...... اچانک بلیک زیرو کو عمران کی آواز سنائی دی اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی مشین گن وائٹ سکارپین کے ہاتھ سے نکل کر دوری جا گری اور اس کے ساتھ ہی عمران درخت کی اوٹ سے نکل کر سامنے آ گیا۔

''کس کے پاس تصویر تھی''...... عمران نے بلیک زیرو سے کہا اور

پھر تصویر کا لفظ سن کر وائٹ سکارپین یوں چونکا جیسے کسی نے اس پر ایٹم بم مار دیا ہو۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار ابھر آئے تھے۔ بلیک زیرو ہاتھ نیچے کر کے وائٹ لائن کی طرف مڑا لیکن ابھی اس نے ایک قدم ہی اٹھایا تھا کہ اچانک وائٹ سکارپین نے بجلی کی سی تیزی سے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ شاید وہ تصویر کے متعلق سن کر اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا تھا۔ عمران کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وائٹ سکارپین یوں اندھا دھند حملہ کر دے گا۔ چنانچہ وہ فائر بھی نہ کر سکا اور نہ ہی اپنے آپ کو بچا سکا۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹتے ہوئے زمین پر قلابازیاں کھانے لگے۔ ریوالور جھٹکے کی وجہ سے عمران کے ہاتھ سے بھی نکل گیا تھا۔ ادھر بلیک زیرو اور وائٹ لائن آپس میں ٹکرا گئے۔ اب وہاں دو پارٹیوں کی زور دار جنگ ہو رہی تھی۔ چاروں لڑنے بھڑنے کے ماہر تھے اس لئے جلد ہی کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہ نکل سکا۔

بلیک زیرو نے وائٹ لائن پر کراٹے کا وار کیا اور وائٹ لائن دوہرا ہوتا چلا گیا مگر دوسرے لمحے اس نے اچھل کر بلیک زیرو کو کک ماری دی اور اس کا بوٹ بلیک زیرو کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ الٹ کر گر گیا۔ وائٹ لائن نے اٹھ کر اس پر چھلانگ لگانی چاہی مگر بلیک زیرو نے اسے راستے میں ہی سنبھال لیا اور دوسرے لمحے وائٹ لائن کے سینے پر زور دار ٹکر لگی اور وہ دور جا گرا۔

ادھر عمران اور وائٹ اسکارپین دو وحشی درندوں کی مانند آپس

میں لڑ رہے تھے۔ جوڈو اور کراٹے کا ہر داؤ آزمایا جا رہا تھا۔ اچانک عمران کا ایک مخصوص داؤ چل گیا اور وائٹ اسکارپین کی ہڈی کا مہرہ عمران نے اپنی جگہ سے ہٹا دیا۔ یہ ایسا خطرناک داؤ تھا جو کبھی خطاء نہیں جاتا تھا۔ صرف موقع ملنا چاہئے۔ یہ داؤ سنگ ہی سے منسوب تھا اور اسی سے عمران نے اسے حاصل کیا تھا اور نتیجہ عمران کی حسب توقع رہا۔ وائٹ اسکارپین زمین پر پڑا ہاتھ پٹخ رہا تھا۔ وہ نہ ہی بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی اٹھ سکتا تھا۔ وہ بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔

عمران نے کھڑے ہو کر ہاتھ جھاڑے اور پھر وائٹ لائن کی طرف بڑھا۔ ادھر وائٹ لائن اور بلیک زیرو ایک دوسرے کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہے تھے۔ عمران ابھی ان دونوں کی جنگ میں شامل نہ ہوا تھا کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پہلو میں دہکتا ہوا انگارہ گھس گیا ہو۔ اس نے بے اختیار اپنا پیٹ پکڑ لیا۔ گولی شاید کسی نازک جگہ پر لگی تھی اس لئے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھانے لگا۔ دوسرے لمحے تین چار آدمی اسے مختلف سمتوں سے ریوالور لئے اپنی طرف آتے دکھائی دیئے اور پھر اس کے ڈوبتے ہوئے ذہن نے ایک اور دھماکے کی آواز سنی اور اس بار بلیک زیرو کو اس نے گرتے دیکھا۔

''تم اتنی دیر میں کیوں آئے''...... آخری آواز اسے وائٹ لائن کی یاد رہ گئی جو شاید اس کے اپنے آدمی تھے جن کو اس نے واچ ٹرانسمیٹر پر ہی بلایا تھا۔ پھر اس کے ذہن میں تاریکی چھا گئی۔

صفدر، صدیقی کو اس کے فلیٹ پر چھوڑ کر اپنے فلیٹ پر آ گیا۔ فلیٹ پر آتے ہی اس نے سب سے پہلے ایکسٹو کو کال کیا لیکن وہاں ایکسٹو نے کال اٹنڈ نہ کی۔ شاید ایکسٹو موجود نہیں تھا۔ بہرحال اس نے کال آٹومیٹک سسٹم کے تحت ٹیپ کرا دی۔ وہاں سے فارغ ہو کر اس نے جولیا کو کال کیا اور پھر جلد ہی رابطہ مل گیا۔

''ہیلو جولیا سپیکنگ''...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''صفدر بول رہا ہوں جولیا''...... صفدر نے جواب دیا۔

''اوہ۔ صفدر تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔ تمہارے پیچھے صدیقی کو بھیجا مگر وہ بھی غائب ہو گیا۔ کیا چکر ہے۔ کہاں سے بول رہے ہو''...... جولیا بوکھلاہٹ میں لگاتار سوال کرتی چلی گئی اور پھر صفدر نے جواب میں تمام تفصیل بتا دی۔

"بہت لمبا چکر چل گیا ہے لیکن یہ کیس کیا ہے۔ مجھے تو کچھ علم نہیں"...... جولیا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہی میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں تو اتفاقاً ہی اس گروہ میں گھس گیا تھا۔ کسی تصویر کا سلسلہ ہے۔ دو گروپ وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین اس تصویر کے لئے آپس میں ٹکرا گئے ہیں لیکن وہ تصویر کیا ہے۔ آیا اس کی ہمارے لئے بھی کوئی اہمیت ہے یا نہیں۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں"...... صفدر نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

"تصویر کی اہمیت کا مجھے صرف اتنا علم ہے کہ وہ بھی کیپٹن شکیل سے بات ہونے پر پتہ چلا تھا کہ یہ تصویر عمران کے لئے بے حد اہم ہے۔ کیپٹن شکیل اور تنویر دونوں وائٹ اسکارپین کے پھندے میں پھنس گئے تھے جہاں سے عمران نے انہیں نجات دلائی ہے۔ وہ وائٹ اسکارپین کے باس کو بے ہوش کر کے لا رہے تھے کہ گاڑی کا ٹائر برسٹ کر دیا گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ انہیں ہوش دانش منزل میں آیا لیکن وہ وائٹ اسکارپین غائب تھا۔ ادھر ایکسٹو اور عمران دونوں غائب ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ عجیب الجھا ہوا اور پیچیدہ کیس ہے۔ کوئی واضح صورت حال سامنے نہیں ہے"...... جولیا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میرے خیال ۔ مجھے وائٹ لائن کے ہیڈکوارٹر کی طرف جانا چاہئے۔ ہو سکتا ہے مزید کچھ حالات پتہ چل

جائیں"...... صفدر نے تجویز پیش کی۔ اس کی فرض شناسی قابل داد تھی کہ ابھی وہ ان کے پھندے سے بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا تھا کہ پھر دوبارہ خود ہی جانے پر رضامند ہو گیا۔

"لیکن تم تھکے ہوئے ہو۔ میں کیپٹن شکیل کو بھیج دیتی ہوں۔ وہ اب صحیح ہے"...... جولیا نے کہا۔

"نہیں مس جولیا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ جب کوئی کام کرنا ہے تو پھر تھکاوٹ کا اس میں کیا دخل"...... صفدر نے جواب دیا۔

"لیکن میرے خیال میں کیپٹن شکیل کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ کہیں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ایک سے بھلے دو، جبکہ ہمیں کیس کی نوعیت کا بھی علم نہیں ہے"...... جولیا نے جواب دیا۔

"اگر آپ ایسا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے۔ آپ کیپٹن شکیل کو فون کر کے میرے فلیٹ پر آنے کا کہہ دیں۔ پھر ہم دونوں چل پڑیں گے"...... صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی کیپٹن شکیل کو بھیجتی ہوں"...... جولیا نے کہا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ صفدر نے ایک طویل سانس لے کر رسیور رکھ دیا اور پھر وہ باتھ روم میں گھس گیا۔ نئی مہم پر جانے سے پہلے وہ غسل کر کے تازہ دم ہونا چاہتا تھا۔

بلیک زیرو کو پہلے ہوش آ گیا تھا۔ اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے تک تو وہ خالی الذہن ہو کر خلاء میں دیکھتا رہا پھر اس کی یادداشت واپس آ گئی اور وہ چونک کر اٹھنے لگا لیکن نقاہت اتنی زیادہ ہو چکی تھی کہ اس سے اٹھا نہ جا سکا۔ اسے چکر سے آنے لگے اور ذہن پر ایک بار پھر تاریکی چھانے لگی لیکن اس نے سر جھٹک کر اور اپنی قوت ارادی بروئے کار لاتے ہوئے اس تاریکی کے غبار کو ذہن سے جھٹکا اور پھر بڑی مشکل سے وہ اٹھ بیٹھا۔ اسے سب سے زیادہ فکر عمران کی تھی کیونکہ جب اسے گولی لگی تھی تو اس نے عمران کو گرتے دیکھ لیا تھا اور پھر اسے اپنے قریب ہی پڑا ہوا عمران بھی نظر آ گیا۔ اس سے اٹھ کر تو نہیں چلا گیا لیکن وہ رینگتا ہوا عمران کے قریب پہنچ کر عمران کے پہلو کے قریب پہنچ گیا۔ عمران کے پہلو سے کافی سے زیادہ خون بہہ چکا تھا اور ابھی

تک خون رس رہا تھا۔ عمران کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

بلیک زیرو نے بے تابی سے اس کی نبض پر ہاتھ رکھا اور پھر اسے قدرے اطمینان ہوا۔ نبض گو بے حد سست تھی لیکن چل رہی تھی۔ اگر بروقت عمران کو طبی امداد میسر ہو جائے تو اس کی جان بچ سکتی تھی۔ اتنا بلیک زیرو بھی جانتا تھا کہ عمران کی جان کتنی قیمتی ہے۔ سڑک نزدیک ہی تھی۔ اگر وہ سڑک تک پہنچ جائے تو مدد ملنے کی امید ہو سکتی تھی۔ وائٹ اسکارپین وہاں موجود نہ تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وائٹ لائن والے اسے ساتھ لے گئے ہیں اور ان دونوں کو انہوں نے یوں لے جانے کی کوشش نہیں کی ہو گی کہ یہیں پڑے پڑے ختم ہو جائیں گے۔ مفت میں کون لاشیں لادتا پھرے۔

بلیک زیرو تیزی سے رینگتا ہوا سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے بے حد نقاہت اور تکلیف محسوس ہو رہی تھی لیکن عمران کی جان بچانے کی لگن نے اسے سہارا دیا ہوا تھا۔ وہ ہر قیمت پر عمران کی جان بچانا چاہتا تھا۔ بلیک زیرو تیزی سے رینگتا ہوا جلد ہی سڑک کے کنارے پر پہنچ گیا۔ یہ سڑک عموماً سنسان رہتی تھی لیکن آج اس کی ویرانی بلیک زیرو کو بہت بری لگ رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد کوئی امداد مل جائے کیونکہ ہر گزرنے والا لمحہ عمران کو موت کے قریب لے جا رہا تھا۔ پھر اسے دور سے ایک کار اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ بلیک زیرو اس کار کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ وہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ جلد ہی کار نزدیک آ گئی اور دوسرے لمحے بلیک

زیرو کار کو پہچان چکا تھا۔ یہ کیپٹن شکیل کی کار تھی۔ بلیک زیرو نے سڑک سے اپنا آدھا جسم اٹھا کر کار کو روکنے کے لئے ہاتھ دیا اور پھر کار اس کے قریب آ کر رک گئی۔ کار رکتے ہی صفدر اور کیپٹن شکیل نیچے اتر آئے۔ وہ دونوں تیزی سے بلیک زیرو کی طرف بڑھے۔

''کیا بات ہے مسٹر''...... صفدر نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا تو بلیک زیرو نے ایک فرضی کہانی اس انداز میں سنا دی کہ اس کی شخصیت کا راز نہ کھلے۔

''اوہ۔ تم خود بھی کافی زخمی ہو''...... صفدر نے اس کی حالت دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم اندر دیکھو کون ہے۔ میں انہیں سہارا دے کر کار میں بٹھاتا ہوں''...... کیپٹن شکیل نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر اس نے بلیک زیرو کو سہارا دے کر کار میں بٹھا دیا۔ ابھی وہ بلیک زیرو کو کار میں بٹھا کر فارغ نہیں ہوا تھا کہ اندر سے صفدر کی حیرت بھری چیخ سنائی دی تو کیپٹن شکیل تیزی سے مڑ کر دوڑتا ہوا جنگل کی طرف بڑھ گیا اور پھر جلد ہی کیپٹن شکیل اور صفدر، عمران کو اٹھائے ہوئے سڑک پر آ گئے۔ ان دونوں کے چہرے تشویش سے ستے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے عمران کو سیٹ پر لٹا دیا۔ بلیک زیرو سمٹ کر کونے میں ہو گیا۔

''آپ کے چہرے بتلا رہے ہیں کہ یہ آدمی آپ کا واقف ہے''۔ بلیک زیرو نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس دوران کیپٹن

شکیل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکا تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صفدر بیٹھ گیا۔

''ہاں۔ یہ ہمارا بہت قریبی دوست ہے''...... صفدر نے مختصر سا جواب دیا اور پھر کیپٹن شکیل نے کار موڑی اور اسے انتہائی تیز رفتاری سے دوڑانے لگا۔

''آہستہ مسٹر۔ ہم دونوں کی حالت جھٹکے لگنے سے زیادہ خراب ہو جائے گی''...... بلیک زیرو نے کہا لیکن اس کی کسی نے نہ سنی اور پھر کار جلد ہی دانش منزل کے قریب پہنچ گئی۔ کیپٹن شکیل نے صفدر کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا تو صفدر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ اسے دانش منزل میں لے جانے سے گھبرا رہے ہیں۔ یہ سوچ کر وہ مسکرا دیا۔ شاید وہ پہلے اسے کسی ہسپتال میں پہنچاتے لیکن عمران کی حالت نے انہیں دانش منزل پہنچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

دانش منزل کے کمپاؤنڈ میں گاڑی روک کر صفدر نے عمران کو کاندھے پر احتیاط سے لادا اور پھر کیپٹن شکیل نے بلیک زیرو کو سہارا دیا اور پھر وہ ان دونوں کو لئے ہوئے آپریشن روم میں آ گئے۔ بلیک زیرو وہاں پہنچتے ہی دوبارہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ شاید عمران کی جان بچانے کی امنگ نے جو اسے سہارا دیا ہوا تھا اب محفوظ جگہ پر پہنچتے ہی وہ زائل ہو گئی اور شدید نقاہت اور بے پناہ تکلیف نے اس کے ذہن کو دوبارہ تاریک کر دیا۔

ان دونوں کو آپریشن روم میں لٹاتے ہی صفدر نے انٹرکام پر

ایکسٹو کو کال کرنا شروع کر دیا لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ دونوں ایکسٹو ان کے سامنے میزوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ جب رابطہ نہ ہوا تو انہوں نے پریشان ہو کر جولیا کو فون کیا۔ فون سنتے ہی جولیا بھی پریشان ہو گئی۔ جولیا نے انہیں ایک مخصوص نمبر بتایا کہ اس نمبر پر فون کرو۔ فوراً ایمرجنسی ڈاکٹر آ جائیں گے۔ اس نے انہیں خود وہاں سے چلے آنے کا کہا کیونکہ ایکسٹو کا حکم تھا کہ وہ لوگ کسی اور آدمی کے سامنے نہ آئیں اس لئے مجبوری تھی۔ صفدر نے کریڈل دبا کر سلسلہ منقطع کیا اور پھر جولیا کے بتلائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

''کون بول رہا ہے''...... ایک نرم آواز انہیں سنائی دی۔

''عمران صاحب شدید زخمی حالت میں ہیں اور وہ آپریشن روم میں موجود ہیں۔ ایک اور آدمی بھی ان کے ساتھ نہایت تشویشناک حالت میں ہے۔ مہربانی فرما کر فوراً پہنچیں''...... صفدر نے پریشان لہجے میں کہا۔

''او کے سر''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

''چلو چلیں کیپٹن شکیل۔ مس جولیا کا حکم ہے کہ ہم وہاں سے چلے آئیں''...... صفدر نے رسیور رکھ کر کیپٹن شکیل سے کہا اور پھر کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلا دیا کیونکہ مجبوری تھی ورنہ عمران کو اس حالت میں چھوڑ کر جانے کے لئے ان کا دل نہیں چاہتا تھا۔

یہ ایک وسیع و عریض کوٹھی تھی۔ فلک کالونی کی سب سے نمایاں کوٹھی۔ برج فلک۔ اس کا بڑا پھاٹک بند تھا۔ پھر ایک کار آ کر گیٹ کے سامنے رک گئی۔ مخصوص انداز میں تین مرتبہ ہارن بجایا گیا اور پھر پھاٹک کی ذیلی کھڑکی کھلی اور ایک آدمی ہاتھ میں مشین گن اٹھائے باہر نکل آیا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کے قریب آ گیا۔

''وائٹ''...... اس مسلح چوکیدار نے نقاب پوش سے کہا جو ڈرائیونگ سیٹ پر موجود تھا۔

''لائن''...... نقاب پوش نے جواب دیا تو چوکیدار واپس کھڑکی سے ہوتا ہوا اندر چلا گیا۔ دوسرے لمحے پھاٹک کھلتا چلا گیا اور کار اندر رینگتی ہوئی داخل ہو گئی۔ کار کے داخل ہونے کے بعد پھاٹک دوبارہ بند ہو گیا۔ کار کوٹھی کے وسیع اور عالی شان پورچ میں جا کر

رک گئی۔ سب سے پہلے دروازہ کھول کر نقاب پوش باہر آیا اور پھر تین اور آدمی بھی دروازے کھول کر باہر آ گئے۔

"وائٹ اسکارپین کو اٹھا کر روم نمبر فور میں پہنچا دو"...... نقاب پوش جو کہ وائٹ لائن تھا، نے ان تینوں آدمیوں کو حکم دیتے ہوئے کہا اور پھر مڑ کر برآمدے سے ہوتا ہوا سامنے والے دروازے میں داخل ہو گیا۔ مختلف دروازوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا اور پھر اس نے مڑ کر اس کمرے کا دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ اس نے سامنے دیوار میں لگی ہوئی الماری کھولی اور پھر اس میں رکھی ہوئی بھاری مشین جس پر ایک چھوٹی سی سکرین بھی فٹ تھی کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین میں زندگی سی پیدا ہو گئی۔ مختلف چھوٹے چھوٹے بلب جلنے بجھنے لگے اور پھر سکرین بھی روشن ہو گئی۔ سکرین پر مختلف رنگوں کی لہریں سی پیدا ہو رہی تھیں۔ وائٹ لائن نے مڑ کر لائٹ کا بٹن آف کر دیا تو کمرے میں گہری تاریکی چھا گئی۔ اب سکرین زیادہ روشن تھی۔

وائٹ لائن نے مشین پر لگی ہوئی ایک ناب گھمانی شروع کر دی۔ ایک بڑے سے ڈائل میں لگی سوئی ناب کے ساتھ ساتھ چلنے لگی اور پھر ایک مخصوص نمبر پر جب سوئی پہنچی تو وائٹ لائن نے ناب گھمانا بند کر دی اور ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ ایک تیز دھماکہ سا ہوا اور سکرین پر لہریں تیزی سے بننے اور بگڑنے لگیں اور پھر جھماکے سے ایک منظر سکرین پر ابھر آیا۔ وائٹ لائن کرسی

گھسیٹ کر مشین کے قریب بیٹھ گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا آفس نما کمرہ تھا اور پھر میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے بھاری بھرکم آدمی کا چہرہ سکرین پر پھیلتا چلا گیا۔ وہ آدھے سر سے گنجا تھا۔ وہ طوطے کی طرح مڑی ہوئی ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شیطانی چمک لئے سگار پی رہا تھا۔ وائٹ لائن نے ایک اور بٹن دبایا اور بٹن دبتے ہی وہ آدمی چونک پڑا۔ اس نے سامنے دیکھا اور پھر اس نے سگار منہ سے نکال کر میز پر رکھی ہوئی بڑی سی ایش ٹرے میں رکھ دیا۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ وائٹ لائن سپیکنگ سر"...... وائٹ لائن نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"گریٹ لائن سپیکنگ دس اینڈ۔ رپورٹ"...... اس آدمی کی بھاری بھرکم اور تحکمانہ آواز سنائی دی۔

باس۔ ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ تصویر اس وقت میرے قبضے میں ہے اور اسکارپین بھی"...... وائٹ لائن نے قدرے مسرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"ویری گڈ۔ وائٹ لائن"...... گریٹ لائن نے جواب دیا۔ ویسے اس کا چہرہ بدستور سپاٹ تھا۔

"شکریہ سر۔ بہت جدوجہد کے بعد کامیابی ہوئی ہے"۔ وائٹ لائن نے جواب دیا۔

"تصویر بھیج دو آپریشن نمبر تھری کے ذریعے"...... گریٹ لائن

نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"اوکے سر"...... وائٹ لائن نے جواب دیا اور پھر اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ لفافہ میں سے تصویر نکال کر اس نے ایک لمحے کے لئے تصویر کو دیکھا اور پھر اس نے مشین کا اک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ایک چھوٹا سا خانہ کھل گیا۔ اس نے تصویر اس خانے میں فٹ کر دی اور پھر خانہ بند کر کے اس نے دو تین اور بٹن دبا دیئے اور پھر سکرین پر دیکھنے لگا۔ گریٹ لائن بغور سامنے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے"...... وائٹ لائن یہاں تو سکرین سادہ ہے"۔ گریٹ لائن نے وائٹ لائن سے مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے باس"...... وائٹ لائن نے پریشان لہجے میں کہا۔ اس نے آپریشن تھری کا بٹن دبا کر خانہ کھولنے والا بٹن دبایا تو تصویر وہاں موجود تھی۔ اس نے تصویر باہر نکال کر دیکھی تو تصویر صحیح تھی۔

"تصویر سامنے کرو"...... گریٹ لائن نے کہا تو وائٹ لائن نے تصویر سامنے کر دی۔

"یہ تو سادہ کاغذ ہے"...... گریٹ لائن نے کہا۔ اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں تھے۔

"باس۔ یہ تصویر ہے۔ یہ سادہ کاغذ نہیں ہے"...... وائٹ لائن نے انتہائی پریشان نظروں سے تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے تصویر

پر موجود بندر اب اس کا منہ چڑا رہا ہو۔

"کوئی اور تصویر آپریشن تھری کے ذریعے بھیجو"...... گریٹ لائن نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر باس"...... وائٹ لائن نے جواب دیا اور پھر اس نے اٹھ کر لائٹ جلائی اور پھر ایک الماری کھول کر ایک تصویر نکالی اور اس تصویر کو لا کر اس نے اسی طرح خانہ میں ڈال کر بٹن دبائے۔

"یہ تصویر تو پہنچ گئی ہے۔ مشین ٹھیک کام کر رہی ہے"۔ گریٹ لائن نے پریشان لہجے میں کہا۔ یہ آپریشن تھری کا جدید ترین نظام تھا۔ یہاں خانے میں ڈالی گئی تصویر بجلی کی لہروں میں تبدیل ہو کر مطلوبہ رسیور میں پہنچتی تھی جہاں آٹومیٹک نظام سے وہ ایک سکرین پر نظر آتی تھی اور اس میں لگا ہوا کیمرہ اس کا پرنٹ تیار کر کے ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ باہر نکال دیتا تھا۔ دوسری تصویر اسی نظام کے تحت وہاں پہنچ گئی تھی۔

"پہلی تصویر دوبارہ بھیجو"...... گریٹ لائن نے حکم دیتے ہوئے کہا تو وائٹ لائن نے خانہ کھول کر پہلی والی تصویر نکالی اور اس کی جگہ دوسری تصویر دوبارہ خانے میں فٹ کر کے بٹن دبا دیئے۔

"کچھ نہیں ہوا۔ صرف سادہ کاغذ ہے۔ تصویر کا کوئی نقش موجود نہیں"...... گریٹ لائن نے کہا۔ اس کا چہرہ بجھا ہوا تھا۔ ادھر وائٹ لائن کی بھی یہی حالت تھی۔

"میرے خیال میں اس تصویر پر کوئی مخصوص کیمیکل لگایا گیا ہے

جو کیمرہ اس کی تصویر نہیں کھینچ سکتا''...... گریٹ لائن نے کہا۔

''جی ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے''...... وائٹ لائن نے بے چارگی سے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اتنی اہم اور قیمتی تصویر کے ساتھ ضرور کوئی خاص حرکت کی گئی ہو گی''...... گریٹ لائن نے کہا مگر وائٹ لائن خاموش رہا۔

اوکے وائٹ لائن۔ اب ایسا کرو تم فوراً تصویر سمیت یہاں ہیڈکوارٹر پہنچنے کی کوشش کرو۔ گو اس طرح رسک ضرور بڑھ جائے گا مگر مجھے امید ہے کہ تم کامیاب رہو گے''...... گریٹ لائن نے کہا۔

''بہتر جناب۔ میں آج ہی واپسی کا پروگرام بنا لیتا ہوں۔ وائٹ اسکارپین کے متعلق کیا حکم ہے''...... وائٹ لائن نے پوچھا۔

''ارے چھوڑو۔ اس کی موت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں''۔ گریٹ لائن نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو وائٹ لائن وائٹ اسکارپین کی رہائی کا غیر متوقع حکم سن کر حیران رہ گیا مگر مجبور تھا۔ باس کا حکم تھا اس لئے اس نے صرف اوکے کہا اور پھر بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔

بٹن آف کرتے ہی سکرین تاریک ہو گئی اور مشین بھی بے جان ہو گئی۔ وائٹ لائن نے تصویر اٹھا کر الماری کے ایک خانے میں رکھی اور پھر الماری بند کر دی۔ الماری بند کر کے وہ جیسے ہی مڑا

اسے بے تحاشا فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں اور وہ بری طرح چونک پڑا۔ پھر اس نے تیزی سے جیب سے ریوالور نکالا اور دروازہ کھول دیا۔ اسی لمحے ایک آدمی بھاگتا ہوا اس سے ٹکرا گیا۔

''باس۔ باس۔ وائٹ اسکارپین نے حملہ کر دیا ہے''...... ٹکرانے والے آدمی نے گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا مگر وائٹ لائن بغیر جواب دیئے تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

بڑا سا کمرہ نیم تاریک تھا اور ایک غیر ملکی کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازے پر دستک ہوئی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔

"کم ان"...... غیر ملکی نے سخت لہجے میں کہا تو دروازہ کھلا اور ایک اور غیر ملکی اندر داخل ہوا۔

"کیا رپورٹ ہے"...... پہلے غیر ملکی نے پوچھا۔

"باس غائب ہے اور ہیڈکوارٹر تباہ ہو گیا ہے۔ نمبر تھری جو وائٹ لائن کے تعاقب میں تھا ناکام لوٹ آیا ہے۔ نمبر ٹوئنٹی سکس اور نمبر الیون جنہیں باس نے فوری طور پر طلب کیا تھا اس میں سے نمبر الیون واپس آیا ہے۔ اس نے رپورٹ دی ہے کہ باس کو چند مقامی آدمی بے ہوش کر کے لے جا رہے تھے۔ سرکلر روڈ پر مقابلہ ہوا اور نمبر ٹوئنٹی سکس مارا گیا۔ تین اور مقامی آدمی بھی اس مقابلے

میں ختم ہو گئے۔ باس اور وہ گھنے درختوں کے ذخیرہ میں گھس کر جان بچانے میں کامیاب ہو گئے۔ وہ جنگل میں راستہ بھول گیا تھا پھر جب وہ سڑک پر پہنچا تو اس نے دو آدمی مردہ دیکھے اور وائٹ لائن والے بے ہوش باس کو کار میں لاد کر لے جا رہے تھے۔ جب تک وہ کوئی مزاحمت کرتا کار جا چکی تھی۔ کار کے نمبروں پر جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ کار فلک کالونی کی کوٹھی برج فلک میں جاتی دیکھی گئی ہے۔ میرا خیال ہے باس وہاں ہے"...... آنے والے غیر ملکی نے تفصیل سے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ۔ ہمیں فوراً باس کو وہاں سے چھڑانا چاہئے ورنہ وائٹ لائن والے گولی مارنے سے دریغ نہیں کریں گے"...... پہلے غیر ملکی نے پریشان کن لہجے میں کہا جبکہ دوسرا خاموش کھڑا رہا۔

"فوراً سب کو آرڈر دو کہ مسلح ہو کر تیار ہو جائیں۔ ہم فوراً برج فلک پر ریڈ کرتے ہیں"...... پہلے غیر ملکی نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"بہتر جناب"...... آنے والے غیر ملکی نے جواب دیا اور پھر وہ کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کے جانے کے بعد کمرے میں موجود غیر ملکی نے آگے بڑھ کر ایک الماری کھولی اور اس میں سے ایک مشین گن نکال کر اس کا میگزین چیک کیا اور پھر مشین گن ہاتھ میں لئے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

ایک راہداری سے ہوتا ہوا وہ عمارت کے صحن میں آ گیا۔ یہ

ایک بڑی سی کوٹھی تھی۔ کمپاؤنڈ میں اس وقت دس کے قریب مقامی بدمعاش اور ایک وہی غیر ملکی موجود تھا۔ ان سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔

''چلو''...... آنے والے غیر ملکی نے جو ان کا انچارج تھا، انہیں کہا اور پھر وہ وہاں موجود چاروں کاروں میں سوار ہو گئے اور پھر ایک کے بعد ایک کار کوٹھی کے گیٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔

صفدر کا فون ملتے ہی سیکرٹ سروس کا مخصوص ڈاکٹر کرنل نذیر اور اس کا سٹاف فوراً دانش منزل کے آپریشن تھیٹر میں پہنچ گیا اور پھر کافی جدوجہد کے بعد عمران اور بلیک زیرو کی زندگی بچا لی گئی۔

عمران اور بلیک زیرو دونوں کو ہوش آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نذیر نے انہیں نئی زندگی پر مبارک باد دی اور پھر وہ عمران کے کہنے پر واپس چلا گیا۔ عمران اب آپریشن تھیٹر کی بجائے ایک آرام دہ کمرے میں تھا۔ اس نے حالات جاننے کے لئے جولیا کے نمبر ملائے۔ دوسری طرف سے فوراً رابطہ قائم ہو گیا۔

''جولیا سپیکنگ''...... جولیا کی آواز سنائی دی۔ عمران گو کمزوری محسوس کر رہا تھا لیکن اس نے اپنے لہجے میں کسی قسم کی کمزوری کو نمایاں نہ ہونے دیا۔

''ایکسٹو سپیکنگ''...... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"سر۔ عمران سخت زخمی ہے"...... جولیا نے ایکسٹو کی آواز سنتے ہی بوکھلا کر کہا۔ اسے واقعی عمران کی حالت پر بے حد تشویش ہو رہی تھی۔

"عمران اب ٹھیک ہے۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ عمران نے قدرے نرم لہجہ میں کہا۔

"تھینک یو سر"...... یہ خبر سن کر واقعی جولیا کو تسکین کا احساس ہوا تھا۔

"جولیا۔ تم مجھے تفصیل سے موجودہ حالات بتاؤ"...... عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا اور پھر جواباً جولیا نے تمام حالات جو اس کے علم میں تھے تفصیل سے بتا دیئے۔

"ٹھیک ہے"...... ایکسٹو نے کہا۔

"یہ تصویر کیسی ہے سر اور اس کی اہمیت کیا ہے"...... جولیا نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا تو عمران نے جواب میں مختصر طور پر تصویر کی اہمیت کے بارے میں بتا دیا۔

"اب کیا حکم ہے سر"...... جولیا نے کہا۔

"ٹھہرو۔ میں اس دکان کے مینجر سے خود پوچھ گچھ کر کے آئندہ احکام دوں گا۔ تم میرے فون کا انتظار کرو"...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر"...... جولیا نے جواب دیا اور پھر رابطہ ختم ہو گیا۔ عمران نے رسیور رکھا اور پھر آئندہ حالات پر سوچ بچار کرنے لگا۔ دو

گروپ تھے۔ وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین۔ دونوں اس تصویر کو حاصل کرنا چاہتے تھے اور پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ تصویر ان میں سے کسی ایک کے قبضے میں تھی۔ اچانک عمران کو خیال آیا تو اس نے چونک کر دوبارہ فون کا رسیور اٹھا لیا اور پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"سلطان بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"عمران تم کہاں سے بول رہے ہو۔ اتنے دن کہاں غائب رہے۔ تم سخت لاپرواہ ہو گئے ہو۔ تصویر دشمنوں کے قبضے میں ہے اور حکومتی سطح پر بحران ہے۔ ہر لمحے دشمنوں کے حملے کا خطرہ ہے اور تم نے پلٹ کر کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ تمہارے فلیٹ پر فون کر کر کے میں تنگ آ گیا ہوں"...... سرسلطان نے عمران کی آواز سنتے ہی سخت غصے اور شدید جھلاہٹ میں سوالات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ سلطان معظم۔ صبر بہت بڑی دولت ہے۔ اگر جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں"...... عمران نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"زیادہ تمہید کی ضرورت نہیں"...... سرسلطان نے غصیلے لہجے میں

کہا۔

''میری حالت یہ نہیں کہ میں بستر سے اٹھ سکوں۔ تمہید کیسے باندھ سکتا ہوں''...... عمران نے قدرے ناگوار لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ کیا مطلب۔ کیا تم زخمی ہو''...... سرسلطان نے پریشان لہجے میں کہا۔ ان کی تمام جھلاہٹ اور غصہ صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔

''جی ہاں۔ آپ کی تصویر نے میری یہ حالت کر دی ہے''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میری تصویر نے۔ کیا مطلب''...... سرسلطان کو شاید اس دو لفظی فقرے پر دوبارہ غصہ آنے لگا تھا۔

''ارے۔ ارے۔ توبہ۔ توبہ۔ میرا مطلب ہے حکومتی راز کی تصویر''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''حکومتی راز کی تصویر۔ بہرحال تم کہاں سے بول رہے ہو۔ میں خود وہاں آ جاتا ہوں''...... دوسری طرف سے سرسلطان نے کہا۔

''دانش منزل سے جناب۔ آپ تشریف لے آئیں تو چشم ماروشن دل ماشاد۔ لیکن یہاں ہم آپ کی خدمت عالیہ میں نہ تو سپاسنامہ پیش کر سکیں گے اور نہ ہی جناب کا مناسب استقبال۔ ارے۔ ارے سنیئے تو سہی''...... عمران نے کہا مگر دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو چکا تھا۔ عران نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس دوران

بلیک زیرو آہستہ آہستہ چلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔

''ارے۔ بلیک زیرو۔ تم چلنے پھرنے بھی لگ گئے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جی ہاں۔ آپ کی دعا سے ڈاکٹر نذیر کی زود اثر دواؤں نے بڑا فائدہ کیا ہے''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر مجھے کسی کتے نے کاٹا ہے کہ میں بستر پر ہی لیٹا رہوں''۔ عمران نے کہا اور پھر آہستہ سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''ارے۔ ارے۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ فی الحال آرام کیجئے''...... بلیک زیرو نے بوکھلا کر کہا۔

''نہیں۔ آرام کا وقت نہیں ہے۔ اب میں واقعی چل پھر سکتا ہوں۔ بس ذرا سی کمزوری ہے۔ امید ہے جلد ہی دور ہو جائے گی''۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر آہستہ آہستہ کمرے میں چلنے لگا۔ واقعی عمران کی قوت ارادی بے پناہ تھی ورنہ اس آپریشن کے بعد تو لوگ ہفتوں اٹھ کر بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں کر سکتے تھے۔

''سرسلطان آ رہے ہیں۔ گیٹ پہلے کھول دو''...... عمران نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''وہ یہاں آ رہے ہیں۔ مگر کیوں''...... بلیک زیرو نے بوکھلا کر کہا۔

''ہمیں کان پکڑوانے کے لئے۔ ہم سکول سے جو بھاگ گئے تھے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر بلیک زیرو اپنی اس

بوکھلاہٹ پر خود ہی شرمندہ ہو گیا۔ اسی وقت کمرے میں لگی ہوئی گھنٹی زور سے بجنے لگی۔ یہ گیٹ پر کسی کی اطلاع تھی۔ بلیک زیرو آہستہ سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ شاید سر سلطان کو گیٹ سے لینے کے لئے گیا تھا جبکہ عمران مسکراتا ہوا صوفے سے اٹھا اور دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد سر سلطان اور بلیک زیرو اکٹھے کمرے میں داخل ہوئے۔ سر سلطان کے چہرے پر بے پناہ پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔

عمران بیٹے یہ کیا ہو گیا۔ تم دونوں کو کس نے زخمی کیا ہے“۔ سر سلطان نے شفقت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”سلام سلطان معظم“...... عمران نے مسکراتے ہوئے سر سلطان کو سلام کیا اور عمران کو دیکھ کر ان کو قدرے تسکین سی ہوئی۔ وہ بستر کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے۔ بلیک زیرو ابھی تک مؤدبانہ انداز میں کھڑا تھا۔

”تم بھی بیٹھ جاؤ طاہر“...... عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ تم بھی زخمی ہو۔ بیٹھ جاؤ“...... سر سلطان نے شفقت سے بھرپور لہجے میں کہا اور طاہر شکریہ ادا کرتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ عمران بستر پر ہی اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

”مجھے تفصیل بتاؤ عمران بیٹے۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا“۔ سر سلطان نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”پہلے آپ چائے پی لیجئے پھر میں آرام سے آپ کو تفصیل بتاتا ہوں“...... عمران نے بلیک زیرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”بیٹھو۔ بیٹھو۔ مجھے چائے کی طلب نہیں ہے“...... سر سلطان نے کہا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ یہاں کوئی ملازم نہیں ہے اس لئے بلیک زیرو کو خود چائے بنانی پڑے گی۔

”ارے نہیں۔ میں ابھی بنا لاتا ہوں۔ الیکٹرک کیتلی سے چائے بنانے میں کوئی تکلیف نہیں ہو گی“...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ عمران نے مختصر طور پر تمام حالات سر سلطان کو بتا دیئے۔

”ہونہہ۔ تو اس کا مطلب ہے ابھی وہ تصویر ملک سے باہر نہیں گئی“...... سر سلطان نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”جی ہاں۔ لیکن میں نے ایک بات معلوم کرنی ہے جس کا مجھے ابھی ابھی خیال آیا تھا اور اسی لئے میں نے آپ کو فون بھی کیا تھا“...... عمران نے سوالیہ لہجے میں کہا۔

”کیسی بات“...... سر سلطان نے چونک کر پوچھا اور اسی لمحے بلیک زیرو ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ پھر اس نے چائے کی پیالیاں اٹھا کر عمران اور سر سلطان کے سامنے رکھ دیں۔

”شکریہ“...... سر سلطان نے باقاعدہ بلیک زیرو کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"آپ بتائیں کہ کیا وہ تصویر ہمارے لئے بے کار نہیں ہو گئی کیونکہ وہ مجرموں کے ہاتھوں میں ہے اور انہوں نے اس کی سینکڑوں کاپیاں بنا لی ہوں گی۔ اب اگر وہ تصویر ہم نے دوبارہ حاصل کر بھی لی تو ہمیں کیا فائدہ ہو گا"...... عمران نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشان کا عنصر شامل تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں عمران بیٹے۔ وہ لوگ اس تصویر کی دوسری کاپی تیار نہیں کر سکتے۔ ہمارے ماہرین نے جب یہ تصویر تیار کی تھی تو ان کے سامنے بھی یہی سوال تھا۔ چنانچہ ماہر سائنس دانوں نے اس کا حل نکال لیا۔ یہ تصویر مخصوص کیمیکلز سے تیار کی گئی ہے اور اس کے لئے ایک خاص کاغذ تیار کیا گیا تھا کہ جب اس پر روشنی پڑتی ہے تو اس کے مخصوص کیمیکلز اور سکرین کی وجہ سے روشنی اس پر سے پھسل جاتی ہے۔ چنانچہ کیمرہ اس کی تصویر نہیں کھینچ سکتا"۔ سرسلطان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا تو عمران نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔

"چلو شکر ہے کہ ہمارے ماہرین بھی کچھ خیال کرنے لگے ہیں"۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو سرسلطان بھی مسکرانے لگے۔

"اب کیا پروگرام ہے"...... سرسلطان نے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ مجرم میری نظر میں ہیں۔ چند دنوں میں ہی وہ تصویر اور مجرم آپ کے سامنے پیش کر دوں گا"...... عمران نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن تمہاری حالت"...... سرسلطان نے قدرے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میری صحت ایسی ہے کہ بڑے بڑے پہلوانوں کو رشک آ جائے"...... عمران نے بازو کی مچھلیوں کو اکڑاتے ہوئے کہا تو سرسلطان بے اختیار ہنس پڑے۔

"اچھا میں چلتا ہوں۔ ویسے مجھے حالات سے برابر آگاہ رکھنا تاکہ میں اعلیٰ حکام کو تسلی دے سکوں"...... سرسلطان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر۔ میں دس پیسے کا کارڈ ضرور اپنی خیریت کا دیا کروں گا۔ میرا مطلب ہے کہ بندہ خیریت سے ہے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک مطلوب چاہتا ہے"...... عمران نے چاہتا کے لفظ پر خاص طور پر زور دیتے ہوئے کہا تو سرسلطان ایک بار پھر ہنس پڑے۔

"شکریہ"...... سرسلطان نے بے اختیار کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

"شکریہ اس خطاب شاہی کا"...... عمران نے چوٹ کی لیکن سرسلطان کمرے سے باہر جا چکے تھے۔

"طاہر۔ ذرا جوزف کو بلوا لو۔ میں ذرا مخصوص کمرے کے قیدیوں کا حال پوچھ لوں"...... عمران نے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"جی بہتر"...... بلیک زیرو نے کہا اور پھر اٹھ کر کمرے سے باہر

چلا گیا۔ جوزف کی ڈیوٹی تھی کہ جب بھی کوئی قیدی اس کمرے میں آئے تو وہ اس کی دیکھ بھال کرے۔ چنانچہ جلد ہی جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ عمران اس دوران بستر سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔

"باس۔ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ زخمی ہیں۔ کس نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں اس کی سات پشتوں کو زندہ دفن کر دوں گا"...... جوزف نے عمران کو دیکھ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ شاید اسے اب معلوم ہوا تھا کہ عمران زخمی ہے۔

"تو نے گورکنی کی کام کب سے شروع کر دیا ہے"...... عمران نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس۔ تم میری بات مذاق میں مت ٹالو۔ جوزف دی گریٹ تمہارے لئے ببر شیر سے بھی ٹکرا جائے گا"...... جوزف نے کہا۔ اس کے لہجے میں جوش تھا۔

"اچھا۔ میرے کالے ہاتھی تو اس بات کو چھوڑ یہ بتلا قیدی کا کیا حال ہے"...... عمران نے اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ کھاتا پیتا ہے لیکن پریشان رہتا ہے"...... جوزف نے شاعرانہ انداز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

"چلو ذرا اس کے مزاج پوچھیں"...... عمران نے بستر سے اٹھتے ہوئے کہا اور اسی لمحے فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"تم چلو میں آتا ہوں"...... عمران نے فون کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا کیونکہ وہ اس کے سامنے بطور ایکسٹو بات نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے جوزف کو ٹال دیا۔ جوزف خاموشی سے باہر چلا گیا۔ جب اس کے قدموں کی آواز کافی دور ہوگئی تو عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔ جولیا سپیکنگ"...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو"...... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"سر۔ ابھی ابھی کیپٹن شکیل کا فون آیا ہے کہ وہ اور صفدر اجنبی اور عمران کو دانش منزل میں چھوڑ کو وائٹ لائن کے ٹھکانے پر گئے تو وہ کوٹھی خالی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ممکنہ خطرے کے پیش نظر کوٹھی خالی کر گئے ہیں"...... جولیا نے کہا۔

"ہونہہ۔ ان کے نئے ٹھکانے کا پتہ چلا"...... عمران نے پوچھا۔

"نہیں سر۔ ابھی تک پتہ نہیں چل سکا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل کوشش کر رہے ہیں"...... جولیا نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ جیسے ہی وہ رپورٹ دیں مجھے اطلاع دینا"۔ عمران نے کہا۔

"ایک رپورٹ اور بھی ہے چیف۔ نعمانی اور چوہان جو وائٹ اسکارپین کے ٹھکانے کی نگرانی کے لئے گئے تھے انہوں نے رپورٹ دی ہے کہ وہ کوٹھی تباہ ہو چکی ہے اور اس میں موجود تمام افراد ختم ہو چکے ہیں"...... جولیا نے دوسری رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ اس کا مطلب ہے دونوں گروپ اپنے نئے ٹھکانوں پر منتقل ہو چکے ہیں''...... عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اس کے لئے یہ خبر تشویشناک تھی کیونکہ اب جب تک ان کے نئے ٹھکانوں کے متعلق پتہ نہ چلتا وہ بالکل تاریکی میں تھا۔

''انہیں کہو کہ وہ وائٹ اسکارپین کے نئے ٹھکانوں کی چھان بین کریں''...... عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اوکے سر۔ ویسے کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ عمران اب کیسا ہے''۔ جولیا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران مسکرا دیا۔

''وہ ٹھیک ہے۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے''...... عمران نے ایسے لہجے میں جواب دیا جس میں نرمی اور سختی کا بیک وقت تاثر لیا جا سکتا تھا۔

''شکریہ چیف''...... جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا تو عمران نے مسکرا کر رسیور رکھ دیا۔ رسیور رکھ کر وہ مڑا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ جلد ہی وہ قیدی والے مخصوص کمرے کے قریب پہنچ گیا۔ جوزف دروازے کے باہر مستعد کھڑا تھا۔

''دروازہ کھولو جوزف''...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو جوزف نے دروازے کے قریب لگا ہوا ایک خفیہ بٹن دبا دیا اور پھر جیب سے ایک چابی نکال کر لاک کے مخصوص سوراخ میں ڈالی اور دو تین مرتبہ مخصوص انداز میں چابی گھمانے کے بعد لاک

کھل گیا تو جوزف نے دروازہ کھول دیا۔

''تم بھی میرے ساتھ آؤ''...... عمران نے اندر داخل ہوتے ہی جوزف سے سرگوشی میں کہا اور پھر عمران کے بعد جوزف بھی اندر داخل ہو گیا۔ صوفے پر بیٹھا ہوا مینجر عمران کو دیکھ کر چونک کر کھڑا ہو گیا جبکہ جوزف نے پیچھے سے دروازہ بند کر دیا اور پھر دونوں پہلوؤں پر لٹکے ہوئے ریوالوروں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

''مجھے یہاں کیوں قید کیا گیا ہے۔ کس جرم کی سزا کے طور پر۔ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا''...... مینجر نے خاصے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''بیٹھ جاؤ۔ تم اس وقت میری عدالت میں ہو اور یہاں سے میری مرضی کے بغیر تم زندہ واپس نہیں جا سکتے اس لئے کسی اور عدالت کے متعلق سوچنا بھی بے کار ہے''...... عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

''لیکن تم کون ہو''...... مینجر نے جھلا کر پوچھا۔

''وائٹ لائن''...... عمران نے مختصر سا جواب دیا تو مینجر یوں اچھل پڑا جیسے اس کے پیروں میں بم پھٹا ہو۔

''کک۔ کک۔ کیا مطلب''...... مینجر نے بوکھلا کر کہا۔

''نمبر الیون۔ تم اب اصل حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے''۔ عمران نے ایک اور چوٹ لگاتے ہوئے کہا کیونکہ اسے جولیا نے صفدر کی تفصیلی رپورٹ دی تھی جس سے اسے پتہ چلا تھا کہ صدیقی

کو یہی مینجر وائٹ لائن کے پاس لے گیا تھا۔ اس طرح اسے اس کے مخصوص نمبر کا بھی پتہ چل گیا تھا۔ اس مرتبہ مینجر کا رنگ پیلا پڑ گیا اور وہ قدرے دل برداشتہ ہو کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمہارا دوسرا ٹھکانہ کہاں ہے"...... عمران نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم"...... مینجر نے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا۔

"جوزف۔ مجھے اس سوال کا جواب چاہئے"...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر سرد لہجے میں کہا تو جوزف بڑی شان سے اکڑتا ہوا دو قدم آگے بڑھ آیا۔

"کک۔ کیا مطلب۔ کیا تم تشدد کرو گے۔ میں واقعی کچھ نہیں جانتا"...... مینجر نے جوزف کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"جوزف۔ میں نے کیا کہا ہے"...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس مرتبہ اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ سخت تھا اور تو مینجر بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"باس کے سوال کا جواب دو"...... جوزف نے کڑک دار لہجے میں کہا تو مینجر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور پھر اچانک جوزف نے فلائنگ کک ماری تو مینجر پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور جوزف اڑتا ہوا سامنے دیوار سے جا ٹکرایا۔ مینجر نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنا بچاؤ کیا تھا۔ مگر جوزف انتہائی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے غصہ دلانے کے لئے اتنا ہی کافی تھا کہ عمران کے سامنے اس

کا داؤ بچا لیا گیا تھا۔ چنانچہ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ آگے بڑھا اور پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا۔ مینجر اپنے بچاؤ کے لئے دوسری طرف جھکا اور پھر وہ یہیں مار کھا گیا۔

جوزف کا لیفٹ ہک پوری قوت سے مینجر کے جبڑے پر پڑا اور وہ الٹ کر فرش پر جا گرا لیکن پھر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب مینجر کی آنکھوں میں بھی غصہ جھلک آیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ جوزف سے ٹکرا گیا اور اس نے بہت خوبصورت ڈاج دے کر جوزف کے پہلو میں کراٹے کا وار کیا تھا۔ جوزف اس وار سے لڑکھڑا کر رہ گیا مگر دوسرے لمحے اس کے تابڑ توڑ مکوں نے مینجر کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

اب جوزف صحیح ایکشن میں آ گیا تھا۔ اس کے مکے ایک مشینی عمل کے تحت چل رہے تھے۔ مینجر نے لاکھ بچنے کی کوشش کی مگر جوزف باکسنگ کا چیمپئن تھا۔ اس نے مینجر کو بچنے کا موقع نہیں دیا۔ چند لمحے بعد ہی مینجر کا چہرہ لہولہان ہو چکا تھا۔ پھر وہ بے دم ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اب جوزف نے اس کے چہرے پر تابڑ توڑ ٹھوکریں مارنی شروع کر دیں۔

"بب۔ بب۔ بتاتا ہوں۔ خدا کے لئے اس دیو سے میری جان بچاؤ"...... مینجر نے کہا۔ اس کی حالت واقعی غیر ہو رہی تھی۔ اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ چہرہ زخموں کی وجہ سے جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا اور اس کے کئی دانت بھی ٹوٹ کر باہر آ چکے

تھے۔

’’بس کرو جوزف‘‘...... عمران نے کہا جو ایک کرسی پر بیٹھا خاموشی سے تماشہ دیکھ رہا تھا۔عمران کا حکم سنتے ہی جوزف ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کی آنکھوں سے اب بھی خون جھلک رہا تھا جیسے اگر عمران نہ روکتا تو وہ اسے ختم کر کے ہی دم لیتا مگر مینجر شاید شدید تکلیف کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

’’اسے ہوش میں لے آؤ‘‘...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو جوزف نے آگے بڑھ کر ایک الماری سے پانی کی بوتل نکالی اور پھر واپس آ کر بوتل مینجر کے منہ سے لگا دی۔ حلق میں پانی جاتے ہی مینجر ہوش میں آ گیا اور جوزف ایک طرف ہٹ گیا۔

’’مجھے یہ بوتل دے دو۔ میں مر رہا ہوں‘‘...... مینجر نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

’’اسے بوتل دے دو‘‘...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا تو جوزف نے بوتل مینجر کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ویسے جوزف کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بچے کا پیارا کھلونا اس کے ہاتھ سے چھین لیا گیا ہو۔ شاید اس کا ارادہ اسے زچ کرنے کا تھا۔ بہرحال عمران کا حکم تھا اس لئے مجبوری تھی۔ مینجر نے دو تین سانسوں میں ہی آدھی سے زیادہ بوتل ختم کر دی۔

’’تم کیا پوچھنا چاہتے ہو‘‘...... مینجر نے رحم طلب نظروں سے

عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’تمام تفصیل بتا دو‘‘...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

’’تم سوال پوچھو۔ میں جواب دوں گا۔ میں اس حالت میں تمام تفصیل نہیں بتا سکتا‘‘...... مینجر نے کراہتے ہوئے کہا۔

’’تمہارا نام کیا ہے‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’میرا نام سلیم ہے‘‘...... مینجر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’اوہ۔ تو کیا تم اسی ملک کے باشندے ہو‘‘...... عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

’’ہاں‘‘...... مینجر نے کہا اور پھر اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

’’وائٹ لائن کا تعلق کس سے ہے‘‘...... عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

’’جہاں تک مجھے علم ہے اس کا تعلق اسرائیل سے ہے‘‘...... سلیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

’’ان کے ٹھکانے کہاں کہاں ہیں‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’ان کے دو ہیڈکوارٹر ہیں۔ نمبر ایک کنگسٹن روڈ کی کوٹھی نمبر بارہ اور دوسرا ہیڈکوارٹر فلک کالونی کی کوٹھی برج فلک۔ اس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے ٹھکانے ہیں مگر وہاں تمام مقامی آدمی ہیں جیسے میری دکان‘‘...... سلیم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

’’وائٹ اسکارپین کون ہے‘‘...... عمران نے پوچھا تو سلیم بے

اختیار چونک پڑا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

”جواب دو“...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

”جہاں تک مجھے علم ہے وہ بھی اسرائیل ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان دونوں گروپوں کی آپس میں سخت دشمنی ہے“...... سلیم نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ان میں سے کون سا گروپ سرکاری حیثیت رکھتا ہے“۔ عمران نے پوچھا۔

”دونوں ہی غیر سرکاری ہیں۔ یہ پیشہ ور مجرموں کے گروپ ہیں جو غیر ملکی راز چوری کر کے معقول معاوضے پر بیچ دیتے ہیں“۔ سلیم نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”کیا تمہیں وائٹ اسکارپین کے ٹھکانوں کا علم ہے“...... عمران نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ مجھے ان کے ٹھکانوں کا علم نہیں ہے“...... سلیم نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم نے ملک سے غداری کی ہے اس لئے تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں“...... عمران نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو سلیم کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا اور پھر عمران کے اشارے پر جوزف نے ریوالور نکال لیا۔

”مجھے معاف کر دو“...... سلیم نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

”میں وطن کے غداروں کو معاف کرنے کا قائل نہیں ہوں“۔

عمران نے سرد لہجے میں کہا اور پھر اس کا مخصوص اشارہ ہوتے ہی جوزف کے ریوالور سے شعلے نکلے اور سلیم زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ یہ گولیاں اس کے سینے میں لگی تھیں اس لئے وہ جلد ہی ٹھنڈا ہو گیا۔

”اس کی لاش اٹھا کر روم نمبر دس میں لے آؤ“...... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ سر جھٹکتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔

برآمدے سے ہوتا ہوا جب وائٹ لائن روم نمبر چار کے قریب پہنچا تو فائرنگ کی آوازیں تیز ہو گئیں۔ اس نے ایک ستون کی آڑ لے لی لیکن اسی لمحے اسے ایسا محسوس ہوا جیسے فائرنگ کی آوازیں دور ہوتی چلی جا رہی ہوں۔ وہ چھت کے ستون کی آڑ سے نکلا اور پھر برآمدے کا ایک موڑ مڑ کر جیسے ہی روم نمبر چار والی راہداری میں پہنچا تو وہاں کا نظارہ دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک کر رہ گیا۔ راہداری میں اس کے چار آدمیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

روم نمبر چار کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پھر اس کے بدترین اندیشے صحیح ثابت ہوئے۔ وائٹ اسکارپین غائب تھا۔ وائٹ لائن بدحواسوں کی طرح بھاگتا ہوا دوبارہ اسی کمرے کی طرف بڑھنے لگا جہاں تصویر موجود تھی۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا مگر دروازہ اندر سے بند تھا اس لئے وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔

اس نے پھرتی سے لاک پر ریوالور کی نال رکھی اور دوسرے لمحے ٹریگر دبا دیا۔ گولی لگتے ہی لاک ٹوٹ گیا اور پھر دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا اسے ایک آدمی کھڑکی سے کودتا ہوا نظر آیا۔ اس نے پھرتی سے اس پر فائر کیا مگر نشانہ خطا گیا۔

وائٹ لائن دوڑتا ہوا کھڑکی کے قریب پہنچا۔ اسی دوران اس کی نظر کھلی ہوئی الماری پر پڑی جہاں پہلے تصویر موجود تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وائٹ اسکارپین تصویر حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ کھڑکی کے قریب پہنچا اور پھر دوسرے لمحے وہ کھڑکی سے ہوتا ہوا پچھلی راہداری میں پہنچ گیا۔ دور کونے میں ایک آدمی بھاگتا ہوا جا رہا تھا۔ اس راہداری کے آخر میں پائیں باغ کی طرف نکلنے کا راستہ تھا۔ اس نے وہیں سے گولی چلا دی۔ آگے جانے والے آدمی نے جھٹکا کھایا لیکن پھر وہ پائیں باغ کی طرف مڑ گیا۔

وائٹ لائن سمجھ گیا کہ گولی اسے ضرور لگی ہے۔ اسی لمحے اسے پائیں باغ کی طرف سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ اندھا دھند دوڑتا ہوا اس کونے پر پہنچا جہاں سے پائیں باغ کا راستہ تھا کہ اسے عین پائیں باغ میں اس آدمی کی لاش پڑی نظر آئی۔ فائرنگ بند ہو گئی تھی۔ اس کے آدمی پائیں باغ میں موجود تھے۔ وائٹ لائن نے اس لاش کی جلدی سے تلاشی لینی شروع کر دی مگر تصویر کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔

''تصویر کہاں ہے''...... وائٹ لائن نے چیخ کر کہا۔

''ہمیں تو معلوم نہیں''...... ایک آدمی نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

''کیا اس سے آگے بھی کوئی آدمی تھا''...... وائٹ لائن نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

''جی ہاں۔ جب ہم پائیں باغ میں پہنچے تو اسی لمحے ایک آدمی دیوار پھاند کر باہر کود گیا تھا اور اسی لمحے یہ آدمی آ گیا اور اسے ہم نے مار گرایا''...... اس آدمی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ وہ آدمی نکل گیا''...... وائٹ لائن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا کیونکہ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ تصویر اس پہلے آدمی کے پاس ہو گی۔

''جی ہاں۔ وہ تو نکل گیا''...... اس کے آدمیوں نے جواب دیا۔ ان کے چہرے خوف سے زرد ہو رہے تھے۔ یہ تعداد میں تین تھے۔ اسی لمحے وائٹ لائن کے ریوالور سے لگاتار تین دھماکے ہوئے اور ان تینوں کی چیخیں گونج اٹھیں اور وہ لان پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ پھر اچانک وائٹ لائن بھی چونک پڑا کیونکہ پولیس گاڑیوں کے سائرن اسے سنائی دینے لگے تھے۔

وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا اور پھر اندھا دھند بھاگتا ہوا واپس راہداری میں آ گیا اور پھر اسی کھڑکی سے ہوتا ہوا وہ اس کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک بٹن دبایا اور پوری عمارت میں خطرے کے سائرن گونجنے لگے۔ اس نے پھرتی سے ایک الماری سے ٹائم بم نکالا اور پھر اس نے اسے ویژن مشین کے پاس دس منٹ کا وقت سیٹ کر کے رکھ دیا۔ اب اس نے بٹن بند کر دیا تھا۔

خطرے کے الارم بجنے بند ہو گئے تھے۔

یہ دراصل اس نے عمارت میں موجود اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو پولیس کے خطرے سے بچنے کا الارم دیا تھا تاکہ وہ فوراً عمارت سے نکل جائیں۔ پھر وہ پھرتی سے واپس راہداری میں بھاگتا ہوا پائیں باغ میں پہنچا اور پھر دوسرے لمحے وہ کوٹھی کی عقبی دیوار کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس کوٹھی کے قریب ہی پولیس کے سائرن سنائی دے رہے تھے۔ دیوار سے کود کر وہ باہر چھوٹی گلی میں آ گیا اور پھر دوڑتا ہوا ایک اور تاریک گلی میں گھس گیا۔ اب وہ قدرے محفوظ تھا۔ اس نے منہ سے نقاب اتار کر جیب میں رکھ لیا تھا۔ اب وہ مختلف گلیوں سے ہوتا ہوا کافی دور نکل آیا تھا اور پھر دوسرے لمحے ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ وہ لڑکھڑا کر رہ گیا حالانکہ وہ کافی دور تھا۔

دھماکے کے بعد پہلی بار اس کے چہرے پر گھبراہٹ کی پرچھائیں رینگنے لگیں۔ برج فلک کو شاید کسی نے پہلے ہی سے ڈائنامیٹ کیا ہوا تھا کیونکہ اتنا شدید دھماکہ صرف ایک ٹائم بم سے نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک سڑک پر آ کر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور پھر اسے نیو مارکیٹ کا ایڈریس بتلا کر اندر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر پریشانی رقص کر رہی تھی کیونکہ بازی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ وائٹ اسکارپین بھی آزاد ہو گیا تھا اور تصویر بھی غائب تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہیڈکوارٹرز بھی تباہ ہو چکے تھے۔

عمران مینجر سلیم کا میک اپ کر رہا تھا۔ میک اپ سے فارغ ہو کر اس نے کپڑے تبدیل کئے اور اسی لمحے بلیک زیرو اندر داخل ہوا۔

''صفدر نے رپورٹ دی ہے عمران صاحب''...... بلیک زیرو نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''کیا رپورٹ ہے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''اس نے بتایا ہے کہ وہ جب برج فلک پہنچے تو وہاں زبردست فائرنگ ہو رہی تھی اور دو پارٹیوں میں مقابلہ ہو رہا تھا۔ اس کے خیال میں دونوں گروپ ٹکرا گئے تھے۔ صفدر کی اطلاع کے مطابق وہاں سے وائٹ اسکارپین والے اپنے باس کو چھڑانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور اب صفدر ان کا تعاقب کر رہا ہے''...... بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ''...... عمران نے مختصراً جواب دیا۔

''کیپٹن شکیل کی رپورٹ بھی ابھی آئی ہے کہ وائٹ لائن کا باس پائیں باغ کی دیوار پھاند کر فرار ہو گیا ہے اور برج فلک ایک زبردست دھاکے کے ساتھ تباہ ہو گیا ہے۔ کیپٹن شکیل اس ٹیکسی کا تعاقب کر رہا ہے جس میں وائٹ لائن کا سربراہ جا رہا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق اس کا رخ نیو مارکیٹ کی طرف ہے''۔ بلیک زیرو نے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مینجر سلیم کے ٹھکانے پر جا رہا ہے۔ تصویر یقیناً اس کے پاس ہو گی۔ مجھے فوراً اسے پکڑنا چاہئے۔ اس وقت میری نظر میں وائٹ لائن کی اہمیت زیادہ ہے''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے''...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ میں مینجر سلیم کی دکان پر جا رہا ہوں۔ واچ ٹرانسمیٹر پر مجھے رپورٹ دیتے رہنا کیونکہ میں اس کیس کو ہر صورت میں ختم کرنا چاہتا ہوں''...... عمران نے بلیک زیرو کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

''آپ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کے ساتھ چلوں''...... بلیک زیرو نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے بزدلی والے کلمات منہ سے نکالنا شروع کر دیئے ہیں۔ میں ایسی باتیں سننے کا عادی نہیں ہوں''۔

عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں معافی چاہتا ہوں عمران صاحب"...... عمران کو غصے میں دیکھ کر بلیک زیرو نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم ایسا کرو نعمانی اور چوہان کو وہاں نیو کالونی بھیج دو۔ ضرورت پڑی تو میں واچ ٹرانسمیٹر پر انہیں احکام دے دوں گا۔ صفدر کی اطلاع اگر آئے تو مجھے مطلع کرنا"...... عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی نیو مارکیٹ کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔ اس نے اس دکان سے کافی پہلے کار روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ ایک دکان کی طرف بڑھنے لگا۔ دکان میں داخل ہوتے ہی ایک سیلز مین تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔

"باس۔ آپ کا کافی دیر سے انتظار کر رہے ہیں"...... سیلز مین نے نزدیک آ کر سرگوشیانہ لہجے میں کہا تو عمران بغیر کوئی جواب دیئے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور پھر جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا ایک ریوالور کی نال اس کے سینے پر لگ گئی لیکن دوسرے لمحے ہی نال ہٹا لی گئی۔

"اوہ۔ نمبر الیون تم"...... ایک آواز سنائی دی۔ یہ وائٹ لائن تھا۔ گو اس نے نقاب اتار رکھا تھا لیکن کوٹ کے اوپر سفید رنگ کے شیر کا بیج اس کے متعلق چیخ چیخ کر اعلان کر رہا تھا۔ پھر چونکہ وہ

غیر ملکی تھا اس لئے عمران سمجھ گیا کہ یہی وائٹ لائن کا باس ہے۔

"باس آپ"...... عمران نے لہجے میں حیرت پیدا کرتے ہوئے کہا۔ ویسے اس کی آواز سو فیصد سلیم جیسی تھی۔

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے"...... باس نے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ تلخی تھی۔

"باس۔ میں ایک مصیبت میں پھنس گیا تھا"...... عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنے پکڑے جانے کی گول مول سی کہانی سنا دی اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ وہ انہیں کس طرح ڈاج دے کر نکل آیا ہے۔

"میں تصویر وائٹ اسکارپین سے حاصل کر لوں پھر اس مقامی پارٹی سے بھی دو دو ہاتھ کروں گا"...... باس نے کہا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے اور عمران چونک پڑا۔

"کیا مطلب باس۔ تصویر آپ کے ہاتھ سے نکل گئی ہے"۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ویسے اس بار اس کی حیرت مصنوعی نہیں تھی۔

"ہاں۔ ابھی کچھ دیر پہلے وائٹ اسکارپین نے ہیڈکوارٹر نمبر ٹو پر حملہ کر دیا تھا۔ وہ اپنے باس اور تصویر کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں"...... وائٹ لائن نے کہا۔

"اوہ۔ یہ تو بہت برا ہوا"...... عمران نے قدرے مایوسی سے جواب دیا۔

”نہیں۔ مجھے ایک اطلاع کا انتظار ہے۔ میرا ایک آدمی وائٹ اسکارپین میں شامل ہے۔ اسی کی اطلاع پر تو ہم نے پہلے ان کے آپریشن سنٹر پر حملہ کر کے ان سے وہ تصویر حاصل کی تھی۔ ابھی پتہ چل جائے گا کہ وہ لوگ اس وقت کہاں ہیں۔ میرا نام بھی وائٹ لائن ہے“...... وائٹ لائن نے غراتے ہوئے کہا مگر عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔

چند لمحوں تک خاموشی طاری رہی اور پھر اچانک وائٹ لائن چونک پڑا۔ اس کی ریسٹ واچ سے باریک سی سیٹی کی آواز آنے لگی تھی۔ گو آواز بہت مدھم تھی لیکن چونکہ کمرے میں خاموشی تھی اس لئے وہ آواز سنائی دے گئی۔ آواز سنتے ہی وائٹ لائن چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے گھڑی کا ونڈ بٹن دبایا تو ڈائل پر ایک ہندسہ تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور پھر اس نے گھڑی کو کان سے لگا لیا۔ عمران چونکہ اس کے قریب تھا اس لئے مدھم سی آواز اس کے کانوں میں بھی پہنچنے لگی۔

”زیرو زیرو ون سپیکنگ۔ اوور“...... ایک آواز سنائی دی۔

”یس۔ وائٹ لائن دس اینڈ۔ اوور“...... وائٹ لائن نے جواب دیا۔

”ہم برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو میں موجود ہیں جناب۔ وائٹ اسکارپین یہاں موجود ہے۔ تصویر بھی اس کے پاس ہے۔ اوور“...... زیرو زیرو ون نے جواب دیا۔

”برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو۔ ٹھیک ہے۔ کتنے آدمی ہیں وہاں۔ اوور“...... وائٹ لائن نے پوچھا۔

”مجھ سمیت دس جناب۔ جن میں سے چھ مقامی ہیں۔ اوور“۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ تم تیار رہو۔ ہم ابھی وہاں پہنچتے ہیں۔ تصویر ان سے حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اوور“...... وائٹ لائن نے کہا۔

”بہتر جناب۔ میں وہیں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اوور“۔ زیرو زیرو ون نے جواب دیا تو وائٹ لائن نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا۔

اس کے بعد وہ فون کی طرف بڑھا اور اس نے چند نمبر پریس کر کے رسیور کان سے لگا لیا۔ یہ نمبر عمران کے ذہن نشین ہو چکے تھے۔

”ہیلو۔ وائٹ لائن سپیکنگ“...... رابطہ قائم ہوتے ہی وائٹ لائن نے کہا۔

”یس سر“...... دوسری طرف سے ایک کرخت آواز سنائی دی۔

”تمہارے پاس اس وقت کتنے آدمی موجود ہیں“...... وائٹ لائن نے پوچھا۔

”دس آدمی جناب“...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”تم اپنے ساتھیوں سمیت مسلح ہو کر برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو پر پہنچ جاؤ۔ وائٹ اسکارپین سے مقابلہ کرنا ہے“...... وائٹ

لائن نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بہتر جناب۔ ہم ابھی پہنچ جاتے ہیں''...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا تو وائٹ لائن نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''چلو نمبر الیون''...... وائٹ لائن نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''چلیں باس''...... عمران نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے دکان سے باہر نکل آئے۔ اسی لمحے عمران کی ریسٹ واچ پر ایک ہندسہ چمکنے لگا۔

''ایک منٹ باس۔ میں ذرا فالتو راؤنڈ لے آؤں''...... عمران نے وائٹ لائن سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔

''جاؤ۔ لیکن جلدی آنا۔ تمہیں باہر نکل کر راؤنڈ لینے کا خیال آیا ہے''...... وائٹ لائن نے غصیلے لہجے میں کہا مگر عمران سنی ان سنی کرتے ہوئے واپس دکان میں گھس گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر گھڑی کا ونڈ بٹن کھینچ دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ صفدر سپیکنگ۔ اوور''...... دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ عمران بول رہا ہوں۔ اوور''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ وائٹ اسکارپین والے اس وقت برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو میں موجود ہیں۔ اوور''...... دوسری طرف

سے صفدر نے کہا۔

''مجھے معلوم ہے۔ میں اس وقت مینجر کے میک اپ میں وائٹ لائن کے ساتھ ہوں۔ تصویر وائٹ اسکارپین کے پاس ہے۔ تم ایسا کرو کہ ایکسٹو کو کال کر کے کہہ دو کہ وہ تمام ممبرز کو اس کوٹھی پر بھیج دے۔ ابھی ابھی وائٹ لائن کے آدمی وہاں حملہ کرنے والے ہیں۔ میں جب انہیں کاشن دوں گا تو وہ بھی کوٹھی پر حملہ کر دیں۔ اوور''۔ عمران نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

''جی بہتر۔ میں ابھی ایکسٹو کو کال کرتا ہوں۔ اوور''...... صفدر نے جواب دیا۔

''کاشن کے لئے میں صرف واچ ٹرانسمیٹر کا بٹن ونڈ کھینچوں گا۔ اوور''......عمران نے کہا۔

''جی بہتر۔ اوور''...... صفدر نے جواب دیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر ونڈ بٹن دبا کر وہ مڑا اور دروازہ کھول کر دکان سے ہوتا ہوا باہر نکل آیا۔ باہر ٹیکسی اسٹینڈ پر ہی وائٹ لائن موجود تھا۔

''اتنی دیر لگا دی تم نے''...... وائٹ لائن نے غراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔

''بب۔ باس۔ وہ مل نہیں رہے تھے''...... عمران نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''بلڈی فول۔ تم مقامی لوگ ہوتے ہی بے وقوف ہو''۔ وائٹ

لائن نے کہا۔ غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ عمران کا دل چاہا کہ یہیں گولی مار کر اسے بتا دے کہ مقامی کتنے بے وقوف ہیں لیکن حالات کے پیش نظر وہ خاموش رہا۔ ٹیکسی میں بیٹھتے ہی وائٹ لائن نے اسے برج روڈ چلنے کے لئے کہا تو ٹیکسی آگے بڑھ گئی۔

کچھ دور جانے کے بعد بیک مرر سے عمران کی نظر کیپٹن شکیل پر پڑ گئی جو دور اپنی کار میں تعاقب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عمران کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی اور پھر جلد ہی ٹیکسی برج روڈ پر پہنچ گئی۔

''کہاں جانا ہے صاحب''...... برج روڈ شروع ہوتے ہی ٹیکسی ڈرائیور نے پوچھا۔

''بس یہیں اتار دو''...... وائٹ لائن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی روک دی۔ عمران نے کرایہ ادا کیا اور پھر وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ جہاں وہ رکے تھے وہاں موجود کوٹھی کا نمبر اسی تھا جس کا مطلب ہے کہ کوٹھی نمبر ایک سو دو تھوڑی دور ہی تھی۔ وہ دونوں پیدل ہی آگے بڑھنے لگے۔ سو نمبر کوٹھی کے قریب پہنچنے پر ایک آدمی ایک درخت کی اوٹ سے نکل کر ان کی طرف بڑھا۔

''وائٹ''...... اس شخص نے غیر ملکی کے قریب آ کر سرگوشی سے کہا۔ ویسے اس نے جیب سے سگریٹ کی ڈبی نکال کر ہاتھ میں پکڑ لی تھی تاکہ اگر کوئی دیکھ رہا ہو تو سمجھے ماچس مانگ رہا ہے۔

''وائٹ لائن''...... باس نے کرخت لہجے میں جواب دیا اور ساتھ ہی جیب سے لائٹر نکال کر اس نے اس آدمی کا سگریٹ سلگا دیا۔

''ہم سب موجود ہیں باس''...... آنے والے نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں اندر پہنچ کر کاشن دوں گا۔ تم تیار رہنا۔ کاشن نمبر دس یاد رکھنا''...... وائٹ لائن نے جواب دیا تو وہ آدمی سر ہلاتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا اور پھر وہ دونوں اس کوٹھی کی عقبی طرف سے ہوتے ہوئے کوٹھی نمبر ایک سو دو کی عقبی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔

''ہمیں اس دیوار کو پھاند کر اندر چلنا چاہئے''...... وائٹ لائن نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں ایک ہی چھلانگ میں دیوار پر موجود تھے۔ کوٹھی سنسان معلوم ہو رہی تھی۔ جلد ہی وہ اندر کود گئے اور پھر رینگتے ہوئے کوٹھی کی اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ دونوں نے جیبوں سے ریوالور نکال لئے تھے۔ جلد ہی وہ اصل عمارت کی عقبی دیوار کے قریب پہنچ چکے تھے۔

''اس کھڑکی کو چیک کرو''...... وائٹ لائن نے عمران سے کہا تو عمران نے کھڑکی پر زور دیا مگر کھڑکی بند تھی۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں اس پائپ کے ذریعے چھت سے ہو کر سیڑھیوں کے ذریعے اندر داخل ہونا چاہئے''...... عمران نے ایک

تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ چلو"...... وائٹ لائن نے تجویز قبول کرتے ہوئے کہا اور پھر پہلے عمران نے پائپ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد وائٹ لائن تھا۔ عمران تو بندروں کی طرح پائپ پر چڑھتا چلا گیا لیکن وائٹ لائن کو اوپر چڑھنے میں تھوڑی سی دقت ضرور ہوئی مگر چھت پر وہ بھی پہنچ گیا۔

کوٹھی بالکل سنسان معلوم ہو رہی تھی اور ابھی تک ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی تھی۔ اس سے عمران دل ہی دل میں کھٹک گیا کہ معاملہ کچھ گہرا معلوم ہوتا ہے۔ وہ بے حد محتاط ہو گیا۔ سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ ایک راہداری میں پہنچے اور پھر ایک دروازے کی دہلیز سے روشنی کی ہلکی سی لکیر باہر نکل رہی تھی۔ وائٹ لائن نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔

"وائٹ اسکارپین موجود ہے"...... وائٹ لائن نے کھڑے ہو کر عمران سے سرگوشیانہ لہجے میں کہا مگر عمران خاموش رہا اور پھر اس نے دروازے کو آہستہ سے دبا دیا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا اور پھر وائٹ لائن عمران کو اشارہ کرتے ہوئے جھپٹ کر اندر داخل ہو گیا۔ اس نے ریوالور ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ عمران بھی ایک جھٹکے سے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"اوہ۔ وہ آ گیا ہے"...... ایک درخت کے نیچے رکی ہوئی کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

"ہونہہ۔ میں دیکھ رہا ہوں"...... پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے جواب میں غراتے ہوئے کہا اور پھر دوڑ کر آنے والا کار کے قریب آ گیا اور پھر اس کے نزدیک پہنچتے ہی کار کا دروازہ کھول دیا گیا اور وہ ایک جھٹکے سے اندر داخل ہو گیا۔ کار جو پہلے ہی سٹارٹ تھی تیزی سے سڑک پر بھاگنے لگی۔

"کیا ہوا"...... پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ غیر ملکی ہے۔

"کامیابی باس۔ مگر نمبر سکس مارا گیا ہے"...... آنے والے نے ہانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ شاید وہ کافی دور سے بھاگتا ہوا آ رہا تھا۔

''تصویر کہاں ہے''...... باس نے نمبر سکس کی موت کی اطلاع کو درگزر کرتے ہوئے پوچھا تو آنے والے نے جیب سے ایک تصویر نکال کر باس کے حوالے کر دی۔ باس نے ایک لمحے کے لئے غور سے اس تصویر کو دیکھا اور پھر اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ کار مختلف سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

''اس آپریشن میں ہمارے کتنے آدمی ہلاک ہوئے ہیں''۔ باس نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''تقریباً پانچ آدمی''...... ڈرائیور نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ''...... باس نے ہنکارہ بھرا اور پھر خاموش ہو گیا۔

''کہاں چلنا ہے باس''...... ڈرائیور نے ایک چوراہے پر پہنچ کر پوچھا۔

''پوائنٹ نمبر ٹو پر چلو''...... باس نے جواب دیا اور ڈرائیور نے گاڑی برج روڈ کی طرف گھما دی۔ برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو کے پھاٹک کے باہر آ کر کار رک گئی۔ ڈرائیور نے مخصوص انداز میں ہارن بجایا تو پھاٹک کھل گیا۔ اندر پہنچ کر کار رکتے ہی سب سے پہلے باس دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

''کار اندر گراؤنڈ گیراج میں پہنچا دو''...... باس نے ڈرائیور سے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا ایک کافی بڑے کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا اور پھر وہ سیدھا ایک الماری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ الماری کھول کر اس نے

ایک چھوٹی سی مشین نکالی اور پھر اسے لئے ہوئے وہ کمرے کے درمیان رکھی ہوئی میز کی طرف آیا۔ اس نے مشین میز پر رکھ کر اس کا ایک بٹن پریس کر دیا اور مشین میں زندگی کی لہریں سی دوڑ گئیں اور پھر ایک بٹن دباتے ہی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ پہلے تو سکرین پر صرف لہریں ہی تھیں لیکن جلد ہی منظر صاف ہوتا چلا گیا۔

یہ ایک خاصا بڑا آفس نما کمرہ تھا۔ میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھے ہوئے ایک بھاری بھرکم آدمی کا چہرہ سکرین پر پھیلتا چلا گیا۔ وہ آدھے سر سے گنجا تھا۔ طوطے کی طرح مڑی ہوئی ناک اور چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں شیطانی چمک لئے وہ سگار پی رہا تھا۔ وائٹ اسکارپین نے ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دباتے ہی وہ آدمی چونک پڑا۔ اس نے سامنے دیکھا اور پھر انگلیوں میں پکڑا ہوا سگار میز پر رکھی ہوئی بڑی سی ایش ٹرے میں رکھ دیا۔

''ہیلو۔ وائٹ اسکارپین سپیکنگ سر''...... وائٹ اسکارپین نے قدرے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''گریٹ اسکارپین سپیکنگ۔ رپورٹ''...... اس آدمی کی بھاری بھرکم اور تحکمانہ آواز سنائی دی۔

''باس۔ تصویر میرے پاس موجود ہے''...... وائٹ اسکارپین نے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

''لیکن مجھے اطلاع ملی تھی کہ تصویر پہلے تم نے حاصل کی تھی پھر وائٹ لائن نے تم سے چھین لی اور تم بھی اس کے قبضے میں چلے

گئے تھے''...... گریٹ اسکارپین نے سخت لہجے میں کہا۔

''آپ کی معلومات بالکل صحیح ہیں باس مگر میرے آدمیوں نے مجھے بھی چھڑا لیا اور میں نے تصویر بھی ان سے حاصل کر لی ہے''۔ وائٹ اسکارپین نے کہا۔ وہ باس کی صحیح معلومات پر حیران تھا کہ اتنی دور ہونے کے باوجود بھی وہ لمحہ بہ لمحہ کی خبروں سے واقف ہے۔

''ہونہہ۔ اب وائٹ لائن کہاں ہے''...... باس نے پوچھا۔

''معلوم نہیں باس۔ میں نے سوچا پہلے تصویر آپریشن نمبر تھری کے ذریعے آپ کو روانہ کر دوں پھر وائٹ لائن سے نپٹ لوں گا''...... وائٹ اسکارپین نے جواب دیا۔

''نہیں۔ وہ تصویر آپریشن تھری کے ذریعے نہیں آ سکتی۔ اس کے متعلق مجھے اطلاع ملی ہے کہ وہ مخصوص کیمیکلز کے ذریعے تیار کی گئی ہے۔ کیمرہ کا لینز اس پر پڑنے والی روشنی کی شعاعوں کا عکس نہیں لیتا۔ تم اس تصویر کو لے کر پہلی فرصت میں ہیڈکوارٹر آ جاؤ''...... باس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''لیکن سر۔ وہ وائٹ لائن''...... وائٹ اسکارپین نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تم اسے چھوڑو۔ وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا''۔ گریٹ اسکارپین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''بہتر سر۔ میں آج ہی واپس آنے کا پروگرام بناتا ہوں''۔

وائٹ اسکارپین نے جواب دیا۔

''اوکے''...... گریٹ اسکارپین نے کہا اور سکرین تاریک ہو گئی۔

وائٹ اسکارپین نے مشین کے بٹن آف کئے اور پھر مشین اٹھا کر الماری میں رکھ دی۔ اسی لمحے اچانک کمرے میں ایک تیز سیٹی بجنے لگی۔ سیٹی کی آواز سنتے ہی وہ تیزی سے ایک سوئچ بورڈ کی طرف بڑھا۔ پھر اس نے ایک بٹن دبا دیا۔ بائیں طرف کی دیوار ایک طرف سرکتی چلی گئی۔ اب وہاں ایک کافی بڑی سکرین موجود تھی۔ اس نے ایک اور بٹن دبا دیا اور سکرین روشن ہو گئی۔ وہ سوئچ بورڈ پر لگی ہوئی ایک ناب کو گھما رہا تھا۔ سکرین پر پوری کوٹھی کا منظر یکے بعد دیگرے نظر آنے لگا اور پھر اسے ایک کمرے میں ایک مقامی آدمی نظر آ گیا جو واچ ٹرانسمیٹر پر جھکا ہوا بول رہا تھا۔ اس کی آواز کمرے میں صاف سنائی دے رہی تھی۔

''زیرو زیرو ون سپیکنگ۔ اوور''...... ایک آواز سنائی دی اور پھر دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی سنائی دی۔ آواز سنتے ہی وہ چونک پڑا۔

''یس وائٹ لائن۔ دس اینڈ۔ اوور''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہم ر ج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو میں موجود ہیں جناب۔ وائٹ اسکارپین یہاں موجود ہے۔ تصویر بھی اس کے پاس ہے۔ اوور''...... کمرے میں موجود آدمی بول رہا تھا۔

"برج روڈ کی کوٹھی نمبر ایک سو دو۔ ٹھیک ہے۔ کتنے آدمی ہیں وہاں۔ اوور"...... وائٹ لائن کی آواز گونجی۔

"مجھ سمیت دس جناب۔ جن میں سے چھ مقامی ہیں۔ اوور"۔ کال کرنے والے نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم تیار رہو۔ ہم ابھی وہاں پہنچتے ہیں۔ تصویر ان سے حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اوور"...... وائٹ لائن کی غصیلی آواز سنائی دی اور وائٹ اسکارپین طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔

"بہتر جناب۔ میں وہیں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اوور"۔ زیرو زیرو ون نے جواب دیا تو دوسری طرف سے وائٹ لائن نے اوور اینڈ آل کہہ کر رابطہ ختم کر دیا اور پھر کمرے میں موجود آدمی نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اب وہ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

وائٹ اسکارپین نے سوئچ بورڈ کا ایک اور بٹن دبایا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ناب گھمانی شروع کر دی۔ ناب گھمانے کے ساتھ ساتھ منظر بدلتا گیا اور پھر ایک کمرے میں دو غیر ملکی نظر آئے جو اس کے ساتھ کار میں آئے تھے۔ اس نے منظر روک کر ایک بٹن دبا دیا۔ وہ دونوں جو بیٹھے شراب پی رہے تھے یکدم چونک پڑے۔

"نمبر ٹو اور نمبر تھری"...... وائٹ اسکارپین نے سرد لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یس سر"...... دونوں نے بیک وقت مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"نمبر الیون تھری وائٹ لائن کا آدمی ہے۔ اسے گرفتار کر کے

روم نمبر ون میں لے آؤ اور دیکھو وائٹ لائن خود یہاں حملہ کرنے آ رہا ہے۔ اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ مت پیدا کرو۔ اسے میرے پاس آنے دو"...... وائٹ اسکارپین نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا۔

"اوکے سر"...... دونوں نے بیک وقت جواب دیا اور وائٹ اسکارپین نے بٹن آف کر دیا۔ وہ ناب گھماتا چلا گیا اور منظر تبدیل ہونے لگا۔ اب کوٹھی کی چاردیواری نظر آ رہی تھی۔ اس نے منظر چاردیواری پر روکا اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ کمرے کی دائیں دیوار سے ایک بڑی سی الماری نمودار ہوئی تو وہ اس الماری کی طرف تیزی سے بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھولی اور پھر اس میں موجود ایک چھوٹی سی بیٹری نما مشین اٹھا کر اپنی بیلٹ پر ایک کلپ کی مدد سے ہک کر دی۔ اس بیٹری کا بٹن آن ہوتے ہی ایک جھماکہ سا ہوا اور پھر اس کے جسم کے گرد نیلگوں رنگ کی شعاعوں نے حصار کر لیا۔ اس نے وہ الماری بٹن دبا کر غائب کر دی اور پھر سکرین کے سامنے موجود کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کمرے میں گھنٹی کی آواز گونجنے لگی۔

"کم ان"...... وائٹ اسکارپین نے غراتے ہوئے کہا تو دروازہ کھلا اور پھر نمبر ٹو اور تھری زیرو زیرو ون کو پکڑے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ زیرو زیرو ون کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور خوف سے اس کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

"اسے یہاں کونے میں باندھ دو"...... وائٹ اسکارپین نے انہیں حکم دیتے ہوئے کہا۔

"مم۔ مم۔ مگر باس میرا قصور"...... زیرو زیرو ون نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں"...... وائٹ اسکارپین نے دھاڑتے ہوئے کہا جبکہ نمبر ٹو اور تھری نے اسے کونے میں دیوار سے لگے ہوئے ہکوں سے اچھی طرح جکڑ دیا۔

"اس کے ہاتھ سے گھڑی اتار لو"...... وائٹ اسکارپین نے نمبر ٹو اور تھری کو حکم دیتے ہوئے کہا تو ان دونوں نے حکم کی تعمیل کر دی جبکہ زیرو زیرو ون کا چہرہ مزید زرد پڑ گیا۔

"تم دونوں اس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ۔ جب تک میں اشارہ نہ کروں سامنے مت آنا"...... وائٹ اسکارپین نے نمبر ٹو اور تھری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ دونوں اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک کونے میں لٹکے ہوئے بڑے سے پردے کے پیچھے چھپ گئے۔

"اب تو تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ تمہیں کس لئے گرفتار کیا گیا ہے"...... وائٹ اسکارپین نے سرد لہجے میں زیرو زیرو ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مم۔ مم۔ میں بے قصور ہوں باس"...... زیرو زیرو ون نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"میں خود تمہیں کال کرتے ہوئے دیکھ بھی چکا ہوں اور بات چیت بھی سن چکا ہوں اس لئے بہانے بنانے کی ضرورت نہیں"۔ وائٹ اسکارپین نے کہا۔ اس کے لہجے میں موت کی سی سردی تھی اور پھر اسی لمحے اچانک وائٹ اسکارپین چونک پڑا۔ پائیں باغ کی دیوار پر دو آدمی نظر آ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ وائٹ اسکارپین محتاط ہو گیا اور پھر وہ دونوں پائیں باغ میں رینگتے ہوئے اصل عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔

وائٹ اسکارپین ساتھ ساتھ منظر تبدیل کرتا چلا گیا۔ وہ دونوں اصل عمارت کے قریب پہنچے اور پھر ان میں سے ایک نے ایک کھڑکی پر دباؤ ڈالا مگر کھڑکی بند تھی۔ پھر وہ دونوں اوپر سے آنے والے پائپ کی طرف بڑھے۔ وائٹ اسکارپین ان کی نقل و حرکت کو بغور دیکھ رہا تھا۔ چھت پر پہنچ کر وہ دونوں سیڑھیوں سے ہوتے ہوئے راہداری میں آ گئے۔ سکرین پر منظر بھی ساتھ ساتھ بدل رہا تھا۔ راہداری میں چلتے ہوئے وہ دونوں وائٹ اسکارپین کے کمرے کے دروازے کے باہر آ کر رک گئے۔ پھر اس نے ایک آدمی کو کی ہول سے آنکھ لگاتے دیکھا۔ اس نے ایک طویل سانس لے کر بٹن آف کر دیا۔ بٹن آف ہوتے ہی سکرین تاریک ہو گئی۔ ایک لمحہ بعد دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور پھر یکے بعد دیگرے دونوں آدمی اندر داخل ہو گئے۔

"ہینڈز اپ۔ وائٹ اسکارپین"...... آنے والوں میں سے ایک

نے غراتے ہوئے کہا اور ریوالور اس پر تان لیا۔

''خوش آمدید وائٹ لائن۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ہاتھ اونچے نہیں کر سکتا کیونکہ میں اس وقت میگنا شعاعوں کے حصار میں ہوں۔ تم بہت خوشی سے فائر کر سکتے ہو''...... وائٹ اسکارپین نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا اور وائٹ لائن کا ریوالور غیر ارادی طور پر جھک گیا کیونکہ وہ خود میگنا شعاعوں کے اثرات جانتا تھا۔

''اپنے ساتھی زیرو زیرو ون کا حشر بھی دیکھ لو''...... وائٹ اسکارپین نے کونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وائٹ لائن نے ایک جھٹکے سے منہ موڑ کر دیکھا اور پھر رخ سیدھا کر لیا۔

''تم شرافت سے تصویر میرے حوالے کر دو۔ میں میگنا شعاعوں کا توڑ جانتا ہوں''...... وائٹ لائن نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ پر بندھی ہوئی گھڑی کا ونڈ بٹن دبا دیا۔ یہ باہر کھڑے ہوئے اپنے آدمیوں کو حملے کا کاشن تھا۔ اس کے ونڈ بٹن دباتے ہی اچانک کمرے میں تیز سیٹی گونجنے لگی۔

''تم اپنی واچ ٹرانسمیٹر اتار کر مجھے دو۔ یہاں سے تم اس پر کسی کو کال نہیں کر سکتے''...... وائٹ اسکارپین نے چونک کر کہا لیکن وائٹ لائن کا مقصد حل ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے ونڈ بٹن دوبارہ کھینچ لیا۔ کمرے میں گونجنے والی سیٹی بند ہو گئی۔

''کم ان''...... وائٹ اسکارپین جو اب کھڑا ہو گیا تھا زور سے چیخا اور پھر دوسرے لمحے پردے کے پیچھے سے نمبر ٹو اور تھری پردہ

ہٹا کر سامنے آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ وائٹ لائن نے فائر کرنا چاہا مگر عمران نے اچانک ہاتھ مارا اور اس کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔

''یہ کیا نمبر الیون''...... وائٹ لائن نے چیختے ہوئے کہا۔

''مجھے تم سے نہیں وائٹ اسکارپین سے ہمدردی ہے''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تھینک یو نمبر الیون۔ تمہاری موت فی الحال ٹل گئی ہے۔ تمہارے متعلق میں بعد میں فیصلہ کروں گا۔ وائٹ لائن کو گولی مار دو''...... وائٹ اسکارپین نے کہا۔ اس نے گولی مارنے کا حکم اپنے آدمیوں کو دیا تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتے عمران نے یکے بعد دیگرے دو فائر کر دیئے اور وہ دونوں چیختے ہوئے ڈھیر ہو گئے۔

''ویری گڈ نمبر الیون''...... اس مرتبہ وائٹ لائن نے چیختے ہوئے کہا اور اسی لمحے کوٹھی میں گولیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ وائٹ لائن والوں نے حملہ کر دیا تھا۔ پھر وائٹ لائن نے ریوالور پھینک کر وائٹ اسکارپین پر حملہ کر دیا۔ شاید وہ شعاعیں صرف دھات کو روک سکتی تھیں انسانی جسم کو نہیں کیونکہ وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین گتھم گتھا ہو گئے تھے۔

عمران ہونقوں کی طرح پلکیں جھپکاتا ہوا ان دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اب فائرنگ کی آوازیں کمرے کے قریب آتی جا رہی

تھیں۔ شاید حملہ آور ادھر ہی بڑھ رہے تھے۔ عمران نے بھی ہاتھ میں بندھی ہوئی گھڑی کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں سیٹی کی آواز گونجنے لگی اور وائٹ لائن چونک پڑا اور اس موقعہ سے وائٹ اسکارپین نے فائدہ اٹھا لیا اور دوسرے لمحے وائٹ لائن اڑتا ہوا عمران سے ٹکرا گیا۔ یہ وائٹ اسکارپین کی حرکت تھی۔

''تم دونوں کھڑے ہو جاؤ''...... وائٹ اسکارپین نے کہا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا مگر اسی لمحے دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور پھر دو آدمی ہاتھ میں ریوالور لئے اندر داخل ہوئے۔ وہ وائٹ لائن کے آدمی تھے جو یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے مگر وائٹ اسکارپین نے فائر کر دیا اور ایک آدمی چیخ مار کر گرا مگر دوسرے نے اس پر فائر کر دیا مگر شعاعوں کی وجہ سے گولی اسے نہ لگی اور اسی لمحے وائٹ لائن نے اسے زبردست فلائنگ کک ماری اور وائٹ اسکارپین کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا۔ وہ الٹ کر دوسری طرف جا گرا تھا اور پھر وائٹ لائن اس کی کمر سے چپک گیا۔ ایک لمحے بعد جھماکا ہوا اور وہ میکنا ریز بند ہو گئیں۔ شاید وائٹ لائن نے اس بیٹری نما آلے کا بٹن آف کر دیا تھا۔ پھر عمران کے ریوالور سے فائر ہوا اور وہ آدمی جس نے وائٹ اسکارپین پر حملہ کیا تھا چیخ مار کر گر گیا۔

''اب تم دونوں کھڑے ہو جاؤ ورنہ گولی مار دوں گا''...... عمران نے اصل لہجے میں غراتے ہوئے کہا اور وہ دونوں وائٹ جو ایک

دوسرے پر مکے برسا رہے تھے عمران کی بدلی ہوئی آواز سن کر حیرت سے علیحدہ ہو گئے۔

''ہاتھ اونچے کر لو''...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو ان دونوں نے ہچکچاتے ہو ہاتھ اونچے کر لئے۔ اسی لمحے دروازہ ایک مرتبہ پھر کھلا اور سیکرٹ سروس کے ارکان منہ پر نقاب لگائے اندر داخل ہوئے۔ اس موقع سے وائٹ اسکارپین نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس کا ہاتھ دوبارہ اپنے بیلٹ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران نے فائر کر دیا اور وائٹ اسکارپین چیخ مار کر الٹ گیا۔ گولی عین اس جگہ لگی تھی جہاں بیٹری تھی۔ فائر کے ساتھ ہی ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ شاید بیٹری تباہ ہو گئی تھی۔ جبکہ سیکرٹ سروس کے ارکان نے عمران کی پشت سے بھی ریوالور لگا دیا تھا۔

''میں تو بیمار ہوں دوستو''...... عمران نے کہا اور پھر ایک جھٹکے سے ریوالور ہٹا لیا گیا۔

''عمران صاحب آپ''...... صفدر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی ہاں۔ بندہ ناتواں ہی ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ان کی تلاشی لو''...... عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ دونوں ان کی طرف بڑھ گئے مگر اچانک وائٹ اسکارپین نے فرش کی کسی ٹائل کو دبا دیا تھا اور ایسا کرتے ہی

ساری عمارت میں الارم بجنے لگے۔

''ہا۔ ہا۔ ہا۔ چند منٹ بعد یہ عمارت تباہ ہو جائے گی اور تم لوگ بھی ساتھ ہی تباہ ہو جاؤ گے''...... وائٹ اسکارپین نے وحشیانہ انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''جلدی کرو۔ ان دونوں کو اٹھا کر باہر لے چلو''...... عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا تو کیپٹن شکیل جو وائٹ لائن کے قریب تھا اچانک اس نے ایک زوردار مکا وائٹ لائن کی کنپٹی پر جما دیا۔ مکا کافی زوردار تھا اس لئے پہلے مکے میں ہی کام ہو گیا۔ وائٹ لائن بے ہوش چکا تھا۔ صفدر نے جھک کر وائٹ لائن کو اٹھا لیا۔

''مجھے کھولو۔ خدا کے لئے مجھے کھولو''...... زیرو زیرو ون نے چیختے ہوئے کہا جو ایک کونے میں بندھا ہوا تھا۔

''ٹھہرو۔ دیکھو اس کی جیب میں تصویر بھی ہے یا نہیں''۔ عمران نے کہا اور پھر وہ جھپٹ کر وائٹ اسکارپین کے قریب پہنچا اور پھر اس نے پھرتی سے اس کی تلاشی لی تو اس کی جیب سے ایک تصویر مل گئی۔

''بھاگو''...... عمران نے تصویر جیب میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر سب دروازے سے باہر نکل آئے۔ زیرو زیرو ون ابھی تک چیخ رہا تھا لیکن ابھی عمران اور اس کے ساتھی برآمدے میں ہی تھے کہ عمارت بری طرح لرزنے لگی۔

''تیز دوڑو۔ عمارت تباہ ہونے والی ہے''...... عمران نے چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ سب آندھی اور طوفان کی طرح لان کی طرف بھاگنے لگے۔ صفدر اور کیپٹن شکیل نے چونکہ کاندھوں پر وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین کو اٹھا رکھا تھا اس لئے وہ پیچھے رہ گئے۔ پھر ابھی وہ لان کے قریب پہنچے ہی تھے کہ کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور پوری عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو گئی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل برآمدے کے ملبے تلے دب گئے۔ دھماکہ اتنا شدید تھا کہ عمران اور دیگر تمام ساتھی بھی جھٹکا کھا کر نیچے گر پڑے اور پھر سب سے پہلے عمران ہی اٹھا۔ اس نے باقی ساتھیوں کو بھی اٹھنے میں مدد دی۔

''جلدی کرو۔ ہمیں صفدر اور کیپٹن شکیل کو ملبے سے نکالنا ہے''۔ عمران نے چیختے ہوئے کہا اور پھر سب لوگ ہر چیز کو بھول کر ملبہ ہٹانے لگے۔ اسی لمحے اچانک چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ گولیاں برسانے والے کوٹھی کی بیرونی دیوار کی اوٹ میں تھے۔ گولیوں کی پہلی باڑ پڑتے ہی عمران سمیت سب لوگ ملبے میں ہی پناہ گاہیں ڈھونڈنے لگے۔

''جوابی فائرنگ کرو''...... عمران نے چیخ کر کہا اور پھر نعمانی نے ایک شہتیر کی آڑ لے کر جوابی فائرنگ شروع کر دی۔ اب عجیب سی پوزیشن ہو گئی تھی۔ عمران جلد از جلد صفدر اور کیپٹن شکیل کو ملبے سے نکالنا چاہتا تھا مگر اس فائرنگ میں ایسا کرنا ناممکن تھا اور عمران کو خطرہ تھا کہ اگر زیادہ دیر ہو گئی تو کہیں صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں کو

زندگی سے ہاتھ نہ دھونے پڑیں۔ ویسے اسے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ گولیاں کون برسا رہے ہیں۔

"پہلے ان کا مقابلہ کرو"...... عمران نے چیخ کر کہا اور پھر عمران سمیت باقی لوگ بھی جوابی حملے میں مصروف ہو گئے۔ ایک عجیب اودھم سا مچ گیا تھا۔ اتنی دیر میں دور سے پولیس کی گاڑیوں کے سائرن گونجنے لگے۔ بے تحاشا فائرنگ اور عمارت کی تباہی سے پورے علاقے میں شور مچ گیا تھا۔ چنانچہ پولیس کو اطلاع مل گئی تھی۔ ابھی یہ سائرن دور ہی تھے کہ اچانک حملہ آوروں کی پشت پر سے بھی فائرنگ کی آوازیں گونجنے لگیں اور پھر یکدم گولیوں کی بوچھاڑ رک گئی اور ماحول میں سکوت طاری ہو گیا جس کو صرف پولیس سائرن ہی توڑ رہے تھے۔ جلد ہی پولیس کی گاڑیاں تباہ شدہ کوٹھی کے قریب آ کر رک گئی اور پھر پولیس والے ہاتھوں میں رائفلیں لئے کوٹھی میں داخل ہو گئے۔

"تم لوگ فرار ہو جاؤ۔ تمہیں پولیس کے قابو میں نہیں آنا چاہئے"۔ فائرنگ رکتے ہی عمران نے چیخ کر کہا۔ اب جب پولیس اندر داخل ہوئی تو عمران وہاں موجود تھا۔ باقی ممبران نجانے کس راستے سے باہر نکل گئے تھے۔ پولیس کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ فیاض بھی تھا اور پھر عمران کو حراست میں لے لیا گیا۔

"اسے ہتھکڑیاں پہنا دو"...... سوپر فیاض نے چیختے ہوئے کہا کیونکہ عمران نمبر الیون کے میک اپ میں تھا اس لئے وہ خاموش

رہا۔ اس سے پہلے کہ سپاہی اس کی طرف بڑھتے ایک سیاہ پوش جس نے منہ پر نقاب لگایا ہوا تھا بڑے پروقار انداز میں اندر داخل ہوا۔ باہر موجود پولیس افسران نے اسے روکنے کی کوشش کی مگر اس کے کوٹ کا کالر الٹتے ہی جو بیج انہیں وہاں نظر آیا تو سب کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ بری طرح بوکھلا کر مستعد ہو گئے جیسے وہ کوئی بدروح ہو۔ اگر انہیں مستعد ہونے میں معمولی سی بھی دیر ہوئی تو وہ لوگ اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں گے۔ انہیں مستعد دیکھ کر سوپر فیاض اور اس کے ساتھ موجود دیگر لوگ بھی چونک پڑے۔

اب سیاہ پوش ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ سوپر فیاض اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا کہ سیاہ پوش نے کوٹ کا کالر الٹ دیا اور دوسرے لمحہ دیکھنے کے قابل تھا۔ سوپر فیاض اور اس کے ساتھیوں نے یوں بوکھلا کر اس سیاہ پوش کو سیلوٹ کیا جیسے انہوں نے کوئی ملک الموت کی شکل دیکھ لی ہو۔ یہ بلیک زیرو تھا اور بیج ایکسٹو کا مخصوص نشان ظاہر کرتا تھا۔

"عمران۔ باقی ساتھی کہاں ہیں"...... بلیک زیرو نے سیلوٹ کا جواب دیتے ہوئے مخصوص لہجے میں عمران سے پوچھا اور پھر عمران کا نام سن کر سوپر فیاض ایک مرتبہ پھر چونک پڑا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھ رہا تھا۔

"صفدر اور کیپٹن شکیل ملبے میں دب چکے ہیں اور باقیوں کو میں نے فرار ہونے کا حکم دیا تھا"...... عمران نے فرنچ لہجے میں بات

کرتے ہوئے کہا تا کہ سوپر فیاض اور اس کے ساتھی اس کی بات نہ سمجھ سکیں۔

''مسٹر فیاض۔ فوراً ملبہ اٹھایا جائے۔ میرے دو ساتھی اس ملبے کے نیچے ہیں''...... بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں فیاض کو حکم دیتے ہوئے کہا اور سوپر فیاض نے سیلوٹ مار کر حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا اور دوسرے لمحے وہ چیخ چیخ کر سب کو ملبہ اٹھانے کا حکم دے رہا تھا کیونکہ وہ ایکسٹو کی وہاں موجودگی سے بوکھلا گیا تھا۔

''اب میں چلتا ہوں۔ عمران تمہیں جو کچھ کہے تمہیں اس کی تعمیل کرنی ہو گی''...... بلیک زیرو نے سوپر فیاض سے کہا اور پھر واپس مڑ گیا۔

''آج پتہ چلا سوپر فیاض کہ تم پردہ داروں سے بہت زیادہ ڈرتے ہو''...... عمران نے بلیک زیرو کے جاتے ہی سوپر فیاض سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ جلد ہی ملبہ ہٹا لیا گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں بیہوش تھے۔ وائٹ لائن میں قدرے جان باقی تھی مگر وائٹ اسکارپین کا سر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔

''ایمبولینس منگواؤ''...... عمران نے صفدر اور کیپٹن شکیل کی حالت دیکھ کر سوپر فیاض سے کہا اور پھر سوپر فیاض کے حکم پر ایمبولینس جلد ہی وہاں پہنچ گئی۔

''ان چاروں کو اس میں لٹا دو''...... عمران نے کہا تو سوپر فیاض

نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ وہ دل ہی دل میں بری طرح پیچ و تاب کھا رہا تھا مگر وہ ایکسٹو کی وجہ سے مجبور تھا کیونکہ ایکسٹو کے اختیارات سے وہ اچھی طرح واقف تھا ورنہ وہ عمران کو تو گھاس ڈالنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ ایمبولینس میں چاروں کو سوار کر کے عمران خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''اوکے سوپر فیاض''...... عمران نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سوپر فیاض خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ عمران نے ایمبولینس سٹارٹ کی اور دوسرے ہی لمحے ایمبولینس سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ ابھی وہ فلیٹ روڈ پر ہی پہنچا تھا کہ ایک زور دار دھماکہ ہوا اور ایمبولینس لڑکھڑانے لگی۔ عمران نے پوری قوت سے بریک لگائے اور ایمبولینس رک گئی اور پھر اس سے پہلے کہ عمران دروازہ کھول کر باہر نکلتا اس کے چاروں طرف ریوالور کی نالیں نظر آنے لگیں۔

''نیچے اترو''...... ایک آدمی نے غراتے ہوئے کہا۔

''رابرٹ۔ تم ایمبولینس کا دروازہ کھول کر باس کو باہر نکالو''۔ ایک آدمی نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ یہ تعداد میں چار تھے اور پھر ایک آدمی جسے رابرٹ کے نام سے پکارا گیا تھا ایمبولینس کی طرف بڑھا۔ عمران جو ہاتھ اٹھائے خاموش کھڑا تھا اچانک اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا وہ انچارج کی پشت پر تھا۔ اس نے ایک ہاتھ اس کی

گردن کے گرد لپیٹ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے اس ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا جس میں ریوالور تھا۔

”اپنے آدمیوں سے کہو کہ ریوالور پھینک دیں ورنہ گردن توڑ دوں گا“...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس انچارج نے گردن چھڑانے کی بے حد کوشش کی مگر عمران کی گرفت تنگ ہوتی چلی گئی جبکہ باقی سب لوگ حیرت سے کھڑے دیکھ رہے تھے۔

چند لمحوں تک جدوجہد ہوتی رہی پھر جب انچارج کا گلا گھٹنے کے قریب ہو گیا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ریوالور گرا دیا۔ اس کا ریوالور گرتے ہی باقی سب لوگوں نے بھی ریوالور گرا دیئے۔ سڑک قطعی سنسان تھی اس لئے اب تک کسی نے مداخلت نہیں کی تھی۔

ان کے ریوالور گراتے ہی عمران نے انچارج کو ان پر اچھال دیا۔ انچارج ایک آدمی سے ٹکرا گیا جبکہ باقی دو آدمیوں نے جھپٹ کر ریوالور اٹھانے کی کوشش کی مگر عمران نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکال لیا اور دوسرے لمحے دو فائر ہوئے اور وہ دونوں سینے کو پکڑ کر جھک گئے مگر انچارج جو اس دوران جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا، نے عمران پر پوری قوت سے چھلانگ لگا دی۔

عمران نے فائر تو کیا مگر گولی انچارج کے پہلو سے نکل گئی اور پھر وہ دونوں ہی نیچے آ گرے۔ عمران نے نیچے گرتے ہی انچارج کو دوسری طرف اچھال دیا مگر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا دوسرا آدمی جس سے انچارج ٹکرایا تھا عمران کے اوپر آ گرا۔ عمران نے تیزی

سے کروٹ بدلی اور وہ زمین سے ٹکرا گیا اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ دونوں بھی مقابل میں آ گئے۔ دوسرے لمحے ان دونوں نے مل کر عمران پر چھلانگ لگا دی لیکن عمران نے جھکائی دی اور پھر اس کی ہتھیلی کا زور دار وار انچارج کی گردن پر پڑا اور ایک ہلکی سی چیخ ابھری اور اس کے ساتھ ہی انچارج کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے آدمی نے یہ حالت دیکھا تو اس نے ڈر کر بھاگنے میں ہی عافیت سمجھی۔ عمران نے اس کے پیچھے جانے کی ضرورت نہیں سمجھی اور وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا ایمبولینس کی طرف بڑھ گیا۔

اب مسئلہ تھا ایمبولینس کے ٹائر تبدیل کرنے کا۔ عمران نے ایمبولینس کا پچھلا دروازہ کھولا اور پھر اس نے اندر داخل ہو کر صفدر اور کیپٹن شکیل کی حالت دیکھی۔ وائٹ لائن بھی اس دوران ختم ہو چکا تھا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں کی حالت خطرناک تھی۔ عمران نے باہر نکل کر دروازہ بند کیا اور پھر واچ ٹرانسمیٹر کا بٹن کھینچ لیا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ عمران سپیکنگ۔ اوور“...... عمران نے کال کرتے ہوئے کہا۔

”ایکسٹو۔ اوور“...... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

”بلیک زیرو۔ باقی ساتھی دانش منزل پہنچ گئے ہیں۔ اوور“۔ عمران

نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ بس آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ اوور'' ...... بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''مجھ پر فلیٹ روڈ پر وائٹ لائن کے آدمیوں نے حملہ کر دیا ہے۔ ایمبولینس کے ٹائر برسٹ کر دیئے گئے ہیں۔ تم دو ممبران کے ہمراہ اپنی ایمبولینس بھجواؤ۔ فوراً۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں کی حالت نازک ہے۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''بہتر۔ میں ابھی ایمبولینس بھجواتا ہوں۔ میں نے ڈاکٹر فاروقی اور اس کے عملے کو کال کر لیا ہے۔ اوور'' ...... بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جلدی بھجواؤ۔ میں فلیٹ روڈ کے پانچویں میل پر موجود ہوں۔ اوور'' ...... عمران نے جواب دیا اور پھر ونڈ بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔ تقریباً دس منٹ بعد دانش منزل کی ایمبولینس اور ایک کار جس میں نعمانی اور تنویر موجود تھے، وہاں پہنچ گئے۔

صفدر اور کیپٹن شکیل کو ایمبولینس میں منتقل کر کے ہسپتال بھیج دیا گیا اور پھر وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین دونوں کی لاشوں کو اٹھا کر عمران نے کار میں ڈالا اور پھر خود بھی کار میں بیٹھ کر دانش منزل کی طرف چل دیا۔

''تم لوگ وہاں سے کیسے نکلے'' ...... عمران نے نعمانی سے پوچھا۔

''آپ کا حکم ملتے ہی ہم سب لوگ آڑ لیتے ہوئے سائیڈ کی دیوار کی طرف پہنچ گئے۔ یہ دیوار تباہ ہو چکی تھی اور ادھر موجود حملہ آور بھاگ رہے تھے۔ اس طرح ہمیں وہاں سے فرار ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے کہ پولیس وہاں پہنچتی ہم کافی دور پہنچ چکے تھے'' ...... نعمانی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بھاگنے میں تم لوگ بہت تیز ہو'' ...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو نعمانی بھی ہنس پڑا مگر تنویر برا سا منہ بنا کر رہ گیا اور پھر کار جلد ہی دانش منزل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں سیکرٹ سروس کے تمام ممبران موجود تھے لیکن صفدر اور کیپٹن شکیل ان میں شامل نہیں تھے۔ عمران بھی ایک صوفے پر آنکھیں بند کئے مراقبے میں بیٹھا ہوا معلوم ہو رہا تھا کہ اچانک میز پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز سنائی دی تو جولیا نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اور ہال میں ایکسٹو کی آواز گونجنے لگی۔

”ہیلو ممبرز۔ آپ لوگ یہاں کیس کی تفصیلات سننے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ کیپٹن شکیل اور صفدر یہاں موجود نہیں ہیں۔ بہرحال کیس کی تفصیلات سنیئے۔

یہ کیس دراصل عجیب و غریب کیس تھا۔ اچانک ہی شروع ہوا اور پھر اچانک ہی اس کا ڈراپ سین ہو گیا۔ پچھلے سال ہماری حکومت نے اس خدشے کے پیش نظر کہ فائلوں میں ملکی راز غیر ملکی

ایجنٹ چرا لیا کرتے ہیں اور ان رازوں کو محفوظ کرنے کی ایک انوکھی سکیم مرتب کی۔ اہم ملکی راز یعنی ہمارے ملک میں بحری، بری اور ہوائی فوجیوں کے اڈوں کی تفصیلات اور ممکنہ حملہ کے جواب میں ہمارا دفاعی نظام، فوجوں اور اسلحہ کی تمام تفصیلات کو اس طرح کوڈ میں تبدیل کر دیا کہ بظاہر وہ کسی منہ چڑاتے بندر کی تصویر معلوم ہوتی تھی۔ یہ اس لئے کیا گیا تھا کہ غیر ملکی ایجنٹوں سے اسے بچایا جا سکے مگر دشمنوں کو اس کا پتہ چل گیا۔ چنانچہ انہوں نے وزارت دفاع کے ہیڈکوارٹر سے خفیہ طور پر وہ تصویر چرا لی۔

پھر عمران ایک کیفے میں بیٹھا تھا کہ غلط فہمی کی بناء پر وہ تصویر اس کے پاس پہنچ گئی۔ عمران چونکہ اس تصویر کی اہمیت سے لاعلم تھا اس لئے کوئی کارروائی نہ ہو سکی۔ عمران کی جیب سے وہ تصویر عمران کے ملازم سلیمان کے ہتھے چڑھ گئی اور سلیمان کی جیب سے مجرموں نے وہ تصویر نکال لی۔ اس وقت تک حکومت کو اس تصویر کی چوری کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ کیس مجھے سونپ دیا گیا اور تحقیقات شروع ہو گئیں۔

اس دوران اتفاق سے صفدر اپنے فطری تجسس کی بناء پر ایک گروپ سے ٹکرا گیا۔ ادھر کیپٹن شکیل کے ذریعے اس آدمی کا پتہ چل گیا جس نے وہ تصویر سلیمان کی جیب سے اڑائی تھی۔ کیپٹن شکیل کی اطلاع پر عمران نے اس کا تعاقب کیا مگر مجرموں نے اس کی کار کو گھیر لیا۔ عمران بمشکل ان کے چنگل سے نکل سکا۔ ادھر اس

ہوٹل کے ویٹر کی اطلاع پر جو مجرموں کا آدمی تھا کیپٹن شکیل اور تنویر کی نشاندہی ہو گئی اور مجرموں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا۔ ادھر صفدر غائب تھا۔ پھر جولیا، صفدر کا پتہ کرنے نکلی اور راستے میں اس نے کیپٹن شکیل کو مجرموں کی کار میں جاتے ہوئے چیک کر لیا۔ تعاقب پر ان کے ٹھکانے کا پتہ چل گیا اور پھر میں نے عمران کو کیپٹن شکیل کے پیچھے بھیج دیا۔ یہاں دو گروپ اس تصویر کو حاصل کرنے کے لئے میدان میں اتر چکے تھے۔

عمران نے کیپٹن شکیل اور تنویر کو وائٹ اسکارپین کے قبضے سے آزاد کرا لیا اور پھر وائٹ اسکارپین کے باس پر قبضہ کر کے انہیں کیپٹن شکیل اور تنویر کے ساتھ دانش منزل لے جانے کے لئے بھیج دیا۔ وہیں اسے علم ہوا کہ تصویر وائٹ اسکارپین کے قبضے سے نکل کر وائٹ لائن کے قبضے میں پہنچ چکی ہے۔

راستے میں کیپٹن شکیل اور تنویر کی کار پر حملہ ہوا مگر ادھر عمران بروقت پہنچ گیا مگر وائٹ اسکارپین بچ کر نکل گیا۔ درختوں کے ذخیرے میں عمران وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین کا مقابلہ ہو گیا۔ عمران شدید زخمی ہو گیا اور وائٹ لائن وائٹ اسکارپین کو گرفتار کر کے اپنے ٹھکانے پر لے گیا۔

ادھر جولیا اور نعمانی نے وائٹ لائن کے ایک آدمی کو گرفتار کر کے دانش منزل بھیج دیا۔ ادھر وائٹ اسکارپین کے آدمیوں نے وائٹ لائن کے ٹھکانے پر حملہ کر کے اپنے باس کو بھی چھڑا لیا اور

تصویر بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

عمران نے اس آدمی پر جسے جولیا اور نعمانی گرفتار کر کے لائے تھے، تشدد کر کے تمام معلومات حاصل کر لیں اور پھر وہ اس آدمی کے میک اپ میں وائٹ لائن سے جا ملا۔ وہاں اسے پتہ چلا کہ تصویر وائٹ اسکارپین کے پاس ہے۔ وائٹ لائن نے عمران کو اپنا آدمی سمجھ کر ساتھ لیا اور پھر باقی ساتھیوں سمیت وائٹ اسکارپین کے ٹھکانے پر حملہ کر دیا۔ عمران چاہتا تو پہلے ہی وائٹ لائن کو گرفتار کر لیتا لیکن زخمی ہونے کی وجہ سے وہ خاصی کمزوری محسوس کر رہا تھا اس لئے وہ وائٹ لائن کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس کی اطلاع پر سیکرٹ سروس کے باقی ممبران نے وائٹ اسکارپین کے ٹھکانے کو گھیر لیا۔

وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین دونوں گرفتار ہو گئے لیکن وائٹ اسکارپین نے وہ میکنزم دبا دیا جس سے اس عمارت میں رکھے ہوئے ڈائنامیٹ پھٹ جاتے تھے اس لئے ابھی یہ لوگ باہر نہیں نکل سکے تھے کہ عمارت تباہ ہو گئی۔ صفدر اور کیپٹن شکیل جنہوں نے وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین کو کاندھے پر اٹھا رکھا تھا پیچھے ہونے کی وجہ سے ملبے میں دب گئے لیکن چونکہ گرنے پر وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین کے جسم ان کے اوپر آ گئے تھے اس لئے وہ دونوں زخمی تو ہوئے مگر بچ گئے۔

البتہ وائٹ اسکارپین ہلاک ہو گیا اور وائٹ لائن بھی شدید زخمی

ہوا مگر راستے میں ہی اس نے بھی دم توڑ دیا۔ اس کی جیب سے نکلنے والے کاغذات سے کچھ حالات معلوم ہوئے۔ مزید تحقیقات سے یہ بھی انکشاف ہوا کہ وائٹ لائن اور وائٹ اسکارپین دونوں اسرائیل سے تعلق رکھتے تھے اور دراصل دونوں اسرائیل کی ڈی سیکرٹ کے رکن تھے اور ان کا باس ایک ہی تھا ڈبل وائٹ۔

ڈبل وائٹ کے طریقہ کار کا پتہ بھی چل گیا۔ ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس نے اپنے ہر سیکرٹ ایجنٹ کو علیحدہ کوڈ دیئے ہوئے ہیں۔ کسی کو وائٹ لائن، کسی کو وائٹ اسکارپین۔ ہر سیکرٹ ایجنٹ کا گروپ بھی علیحدہ ہے اور وہ ایک دوسرے سے لاعلم رہتے تھے۔ جس ملک میں وہ ایسے سیکرٹ ایجنٹ کو کیس کے لئے بھیجتا تھا وہاں وہ دو ایجنٹ بیک وقت روانہ کرتا تھا۔

دونوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ مقابل گروپ دراصل ان کا اپنا ہی ساتھی ہوتا ہے۔ اس طرح دو گروپوں کی وجہ سے مقامی سیکرٹ سروس چکرا جاتی تھی اور پھر ان دو میں سے جو بھی وہ کیس حل کرنے میں کامیاب ہو جاتا آخرکار فائدہ اسرائیل کو ہی ہوتا اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ اگر کوئی بھی گروپ کامیاب ہو جاتا تو تصویر بہرحال اسرائیلی حکومت کو مل جاتی اور پھر وہ اسے ہمارے خلاف استعمال کر سکتے یا ہمارے دشمن ہمسایہ ملک جو ان کا دوست ہے پہنچا دیتے تو اس طرح ہمارا ملک ایک لحاظ سے دشمن کے رحم و کرم پر ہوتا۔

کیپٹن شکیل اور صفدر بخیریت ہیں۔ زخمی ہونے کی وجہ سے وہ فی الحال ہسپتال میں ہیں اس لئے یہاں میٹنگ میں نہیں آ سکے''۔ ایکسٹو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کوئی ممبر سوال کرنا چاہے تو اجازت ہے''...... ایکسٹو نے کہا۔

''چیف۔ یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ان دونوں گروپوں کے آپس کے تعلق کا علم کیسے ہوا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ ایک مخصوص ویژن مشین پر یہ دونوں گروپ اپنے ہیڈکوارٹر سے رابطہ کرتے تھے۔ وہ وائٹ اسکارپین کے اڈے سے مل گئی۔ وہ ایک مضبوط سیف میں بند ہونے کی وجہ سے بچ گئی۔ اس کا طریقہ کار ان کاغذات سے جو وائٹ لائن کی جیب سے نکلے تھے پتہ چل گیا۔ اس پر عمران نے وائٹ اسکارپین کا نقاب باندھ کر اسرائیلی باس سے بات کی۔ اس کی بات چیت سے عمران کو یہ پتہ چل گیا کہ اصل چکر کیا ہے''...... ایکسٹو نے کہا۔

''اور کوئی سوال''...... ایکسٹو نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

''ٹھیک ہے۔ باقی اگر کوئی سوال پوچھنا ہے تو آپ عمران سے پوچھ سکتے ہیں۔ اوور اینڈ آل''...... ایکسٹو نے کہا اور پھر آواز آنا بند ہوگئی تو جولیا نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ یہ جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر تھا جس میں بار بار بٹن دبا کر اوور کہنے کی ضرورت نہیں تھی

اس لئے ایکسٹو نے تفصیل بتانے کے بعد آخر میں اوور اینڈ آل کہا تھا۔

''عمران صاحب۔ کوئی مزید بات بتایئے''...... نعمانی نے عمران کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

''کیا بتاؤں نعمانی۔ حکومت نے عجیب چکر میں پھنسا دیا ہے''۔ عمران نے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیسا چکر''...... نعمانی نے کہا تو سب چونک کر عمران کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سب کے چہروں پر تجسس کے دبے دبے آثار نمایاں تھے۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ حکومت کے ماہرین نے اگر سب رازوں کو اس طرح منہ چڑاتے بندر کی تصاویر میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تو پھر میرا کیا حشر ہوگا''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''منہ چڑاتے بندروں کی تصویروں سے آپ کے حشر کا کیا تعلق''...... نعمانی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''بہت گہرا تعلق ہے میرے بھائی۔ اب دیکھو اس بار بڑی مشکل سے بچا ہوں۔ میں جب فلیٹ پر پہنچا تو وہ تصویر میری جیب میں تھی۔ میرے ڈیڈی میرے عیادت کرنے کے لئے وہاں پہلے سے موجود تھے۔ ادھر سلیمان نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور انہیں بتا دیا کہ میں اپنی جیب میں ان کی تصویر رکھتا ہوں۔ بس پھر کیا تھا۔ ڈیڈی کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے میری تلاشی کا حکم دے

دیا۔ اب تم جانتے ہو تلاشی پر یہ تصویر نکل آتی تو میرا کیا حشر ہوتا''...... عمران نے جولیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر خاموش ہو گیا۔

''پھر کیا ہوا''...... سب نے دلچسپی سے پوچھا۔

''بس پھر کیا ہونا تھا۔ عمران صاحب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ اب بڑی مشکل سے پیروں کو سر سے ہٹا کر نیچے کیا ہے لیکن سوچتا ہوں بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی''...... عمران نے کہا تو کمرہ زور دار قہقہوں سے گونج اٹھا۔

ختم شد